مدارج الخیر

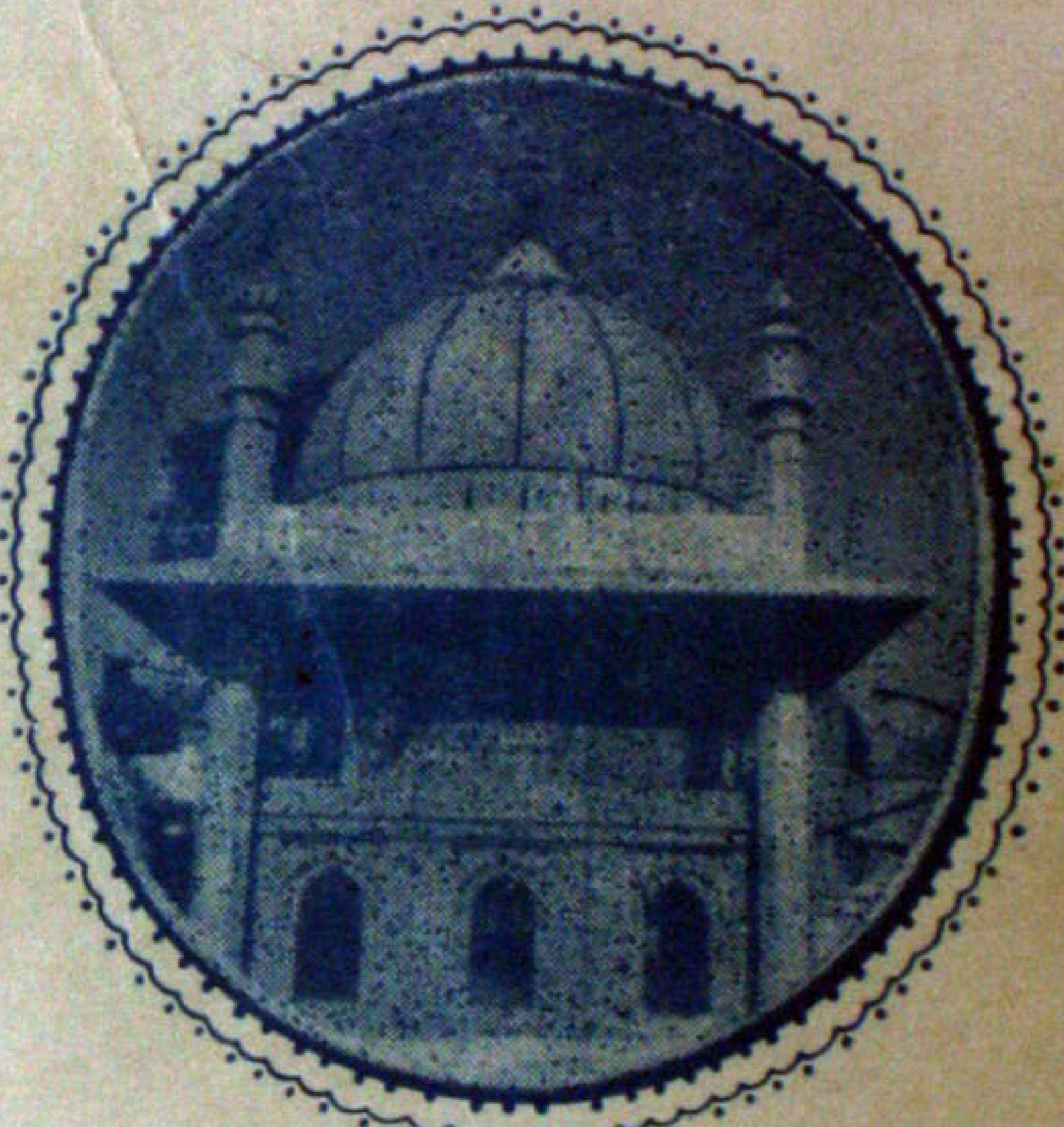

ناشر

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی۔ شاہ ابوالخیر مارگ۔ دہلی ۶

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی

مدارج الخیر

ترجمہ

قطب الارشاد مجدد
محمد بہاؤالدین زاہد

مناہج السیر

از

مولانا محمد نعیم اللہ خاں خیالی

ناشر
حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی
شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

marfat.com

جملہ حقوق محفوظ ہیں

بارِ اوّل

سنہ ۱۴۰۴ھ ، سنہ ۱۹۸۴ء

کتاب کا نام :- مدارج الخیر

صفحات :- ۱۲۸

مترجم :- مولانا محمد نعیم اللہ خیالی

مہتمم :- ڈاکٹر محمد ابوالفضل فاروقی

طابع و ناشر :- شاہ ابوالخیر اکاڈمی ، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ ، دہلی ۶

کتابت :- مظاہری الکیرانوی

تعداد :- ایک ہزار

قیمت :- حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی
16.50 روپے

ملنے کا پتہ :- شاہ ابوالخیر اکاڈمی ، درگاہ حضرت شاہ ابوالخیر
شاہ ابوالخیر مارگ ، دہلی ۶

REVISED
Price 15/-
DELHI
ABUL KHAIR ACADEMY - A. ANAS FAROOQI

marfat.com

فہرس مضامین

شمارہ	مضامین	صفحہ	شمارہ	مضمون	صفحہ
۱	فہرست	۳	۲۹	مراقبۂ اسم الظاہر	۹۷
۲	عرض مترجم	۴	۳۰	مراقبۂ شرح صدر	۹۸
۳	نوازش حضرت مؤلف دام فیوضہ	۸	۳۱	مدرج چہارم دائرۂ ولایت علیا	۹۸
۴	بیس مراقبات کا مختصر بیان	۹	۳۲	مراقبہ اسم الباطن	۱۰۰
۵	عالم خلق و عالم امر کے لطائف کا بیان	۱۰	۳۳	مدرج پنجم دائرۂ کمالات ثلاثہ	۱۰۱
۶	بعض اصطلاحات اور ان کا بیان	۱۰	۳۴	کمالاتِ نبوت	۱۰۱
۷	اضافۂ مدارج الخیر یعنی مزید اصطلاحات	۱۱	۳۵	فائدہ	۱۰۲
۸	دیباچہ رسالہ از حضرت مولف مدظلہٗ	۱۶	۳۶	کمالات رسالت	۱۰۴
۹	مقدمہ انسان کی پیدائش کے بیان میں	۲۰	۳۷	کمالات اولوالعزم	۱۰۴
۱۰	عرض امانت	۲۴	۳۸	مدرج ششم حقائق الٰہیہ	۱۰۵
۱۱	حضراتِ عالی قدر کا کلام جمیل	۲۷	۳۹	حقیقت کعبۂ ربانی	۱۰۶
۱۲	دائرۂ امکان	۲۹	۴۰	حقیقت قرآن کریم	۱۰۶
۱۳	دس لطیفے (لطائف عشرہ)	۳۲	۴۱	حقیقت صلوٰۃ	۱۰۷
۱۴	دس اصول کا بیان جن کو مقامات عشرہ کہتے ہیں	۴۸	۴۲	معبودیت صرفہ	۱۰۸
۱۵	گیارہ کلمات کی اصطلاح	۵۳	۴۳	مدرج ہفتم حقائق انبیاء	۱۰۹
۱۶	وصول کے طریقے	۶۲	۴۴	حقیقت ابراہیمی	۱۰۹
۱۷	رابطہ	۶۳	۴۵	حقیقت موسوی	۱۰۹
۱۸	ذکر شریف	۶۷	۴۶	حقیقت محمدی	۱۱۰
۱۹	ذکر اسم ذات	۶۷	۴۷	حقیقت احمدی	۱۱۱
۲۰	دائرہ ظلال میں سیر لطائف یعنی ولایت صغریٰ	۶۹	۴۸	حب صرفہ	۱۱۲
۲۱	ذکر نفی و اثبات	۷۶	۴۹	لاتعین و حضرتِ اطلاق	۱۱۲
۲۲	تنبیہ	۷۹	۵۰	تتمہ بعض دیگر حقائق کے بیان میں	۱۱۴
۲۳	مراقبات	۸۱	۵۱	خاتمہ بعض فوائد کے بیان میں	۱۱۵
۲۴	مدرج اول دائرۂ امکان	۸۷	۵۲	شجرہ شریفہ سلسلۂ نقشبندیہ	۱۲۳
۲۵	مدرج دوم دائرۂ ولایتِ صغریٰ	۸۰	۵۳	حرف آخر	۱۲۷
۲۶	لطائف خمسہ کے مراقبات	۸۸	۵۴	قطعات تاریخ تالیف	۱۲۸
۲۷	حضرت مسکین کے کلام کی تحقیق میں رفع شکوک	۸۹	۵۵	مسک الختام	۱۲۸
۲۸	مدرج سوم دائرہ ولایت کبریٰ	۹۵	۵۶	قطعاتِ تاریخ ترجمہ	۱۲۸

marfat.com

عرض مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ولا احصی ثناءہ والصلی علی حبیبہ محمد وآلہ امّا بعد

میں نے جب سے آنکھ کھولی گھر میں اچھا خاصہ دینی ماحول تھا والدہ محترمہ رحمہا اللہ صوم وصلاۃ اور وظائف واوراد کی پابند تھیں۔ والد بزرگوار علیہ الرحمہ حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی قدس سرہ سے بیعت اور متقی وعبادت گزار تھے۔ فرماتے تھے کہ تمہارا نام حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت مرزا جان جاناں مظہر قدس سرہ کے نام پر رکھا ہے۔ ابا مرحوم کے ساتھ درگاہ سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری کا موقعہ بھی ملا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں بہرائچ میں ایک معمر بزرگ حضرت سید مرحوم شاہ قدس سرہ پشاور کے آیا کرتے تھے اور یہاں مسجد کالے خاں کے حجرے میں قیام فرماتے تھے۔ حضرت شاہ ابوالخیر قدس سرہ سے دہلی میں آپ کی ایک ملاقات کا تفصیلی واقعہ بھی برادر طریقت خداداد خاں صاحب مرحوم سے معلوم ہوا بہر طور والد صاحب ان کی صحبت میں روزانہ بیٹھتے اٹھتے تھے بلکہ شام کا کھانا ان ہی کے ساتھ کھاتے تھے اور میں حضرت کے لئے گھر سے پان لیجانے کی خدمت انجام دیتا تھا۔ شہر کے کافی لوگ آپ سے بیعت تھے خود ہمارے کنبے کے اکثر افراد ان سے مرید تھے۔

چنانچہ سنہ ۱۹۳۶ء میں بعمر سولہ سال میں بھی شوقیہ طور پر سلسلہ قادریہ مجددیہ میں آپ سے مرید ہو گیا۔ اور خلاصہ کیدانی وقدوری کا درس بھی لیا سنہ ۱۹۳۸ء میں ۲۸ رمضان کو حضرت کی وفات ان کے وطن پشاور میں ہو گئی سنہ ۱۹۳۹ء میں ہمارے فارسی ادب وطب یونانی وابتدائی عربی کے استاد حکیم صاحب کا انتقال ہوا اور اگست سنہ ۱۹۴۰ء میں جناب والد ماجد بھی عالم بقا کو سدھار گئے اور میں تین متواتر سالوں میں روحانی، علمی وجسمانی سرپرستوں سے محروم ہو گیا، دنیا اندھیری نظر آنے لگی، اسکولی تعلیم بعارضہ وجع مفاصل شدید ساتویں کلاس پاس کر کے سنہ ۳۴ء ہی میں چھوٹ چکی تھی جس کے سبب تعلیمی کوئی بھی سند پاس نہ تھی اب فکر معاش نے نچلے نہ بیٹھنے دیا مگر اللہ نے علم وجستجو کا ایسا چسکا عنایت فرمایا تھا کہ جس حال میں جہاں بھی رہا مطالعہ کتب سے نہ صرف یہ کہ رشتہ مضبوط رہا بلکہ اردو۔ فارسی۔ عربی وانگریزی کے امتحانات بطور پرائیویٹ بورڈ اور یونیورسٹیوں سے دیتا رہا آخر کار سنہ ۱۹۵۸ء سے مقامی کالج میں مدرس ہو گیا۔

البتہ سرپرستوں سے اٹھتی عمر میں محرومی نے فکر وعمل میں آزادی بلکہ فضولی پیدا کر دی مختلف علمی نظریات اور عملی تحریکات سے متاثر ہوتا رہا اور ہر چمکتے سراب کو اپنی پیاس کے لئے پانی سمجھا کیا لیکن جلد ہی ناآسودگی کے احساس کے تحت کنارہ کشی بھی کرتا گیا چنانچہ چند سال اشتراکیت زدگی کے فریب خیال میں مبتلا رہا، پھر

marfat.com

جماعتِ اسلامی ہند سے ہمدردی ہوگئی اور مدتوں رہی مگر ۱۹۶۷ء سے ادھر سے بھی جی بھر گیا دل ودماغ کو سکون واطمینان کہیں بھی اور کسی سے بھی نصیب نہ ہوسکا۔ سیاسی طرزِ فکر میں خاندانی طور پر کانگرس کے جمہوریتی جراثیم آزادی سے قبل ہی رہ چکے تھے ۱۹۷۳ء میں دہلی کے اقلیتی کنونشن میں بہرائچ کے ممبر کی حیثیت سے شریک ہوا لیکن مشاہدہ نے بے اطمینانی بڑھا دی، اس سلسلہ میں مسجد عبدالنبی میں جمعیۃ العلماء کے دفتر میں بھی جانا ہوا اور بعض لوگوں سے ملنا ہوا اور افسوس کہ یہ تاثر لے کر لوٹا کہ یہاں تو دین و دنیا میں سے کسی بھی مرض کی دوا نہیں ہے اب کیا کروں؟ کس گھر جاؤں؟ کوئی قطعی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔

مگر سچ یہ ہے کہ جب توفیقِ الٰہی شاملِ حال ہوتی ہے تو رہنمائی کے لئے حضرت خضر سے ملاقات کرادیتے ہیں ۱۹۷۳ء ہی میں "اردو کی بین الاقوامی حیثیت" کے موضوع پر آگرہ سے تحقیقی مقالے کے لئے رجسٹریشن ہوگیا اس سلسلہ میں میرے گائڈ نے دہلی یونیورسٹی کے خواجہ احمد صاحب فاروقی سے ملنے کا مشورہ دیا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ قدرت کی کشش ادبی فاروقی کے حیلہ سے روحانی فاروقی کی طرف جانے کی راہ ہموار کررہی ہے۔ اوائل ۱۹۷۴ء میں کالج کے ساتھی مدرس شبیر صاحب ربیع الاول کی تقریب میں خانقاہ مظہری دہلی جانے والے تھے اور مجھے بھی اپنے گائڈ صاحب سے ملنے کے لئے بریلی جانا تھا لہٰذا مشترکہ سفر کا پروگرام بناکر چلے جب بریلی اسٹیشن قریب آیا تو اچانک خیال ہوا کہ کیوں نہ شبیر صاحب کے ساتھ ہی دہلی جاکر پروفیسر صاحب موصوف سے ملاقات کرآؤں چنانچہ جنکشن پر اتر کر دہلی کا ٹکٹ لے لیا اور اپنے ہمسفر کے ساتھ درگاہ شاہ ابوالخیر میں فروکش ہوئے حضرت مرشدی سے ملاقات ہونا تھی کہ مدتوں سے سُست پڑی ہوئی رگِ روحانیت پھڑک اٹھی یا یوں کہیں کہ نسبت طریقتِ مجددی میں بیداری وآگاہی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ کافی غور کرنے کے بعد حضرت سے بیعت ہونے کا فیصلہ دل نے کرلیا مگر زبان سے ادا نہ کرسکا۔ رخصت کے وقت صرف یہ کہہ سکا کہ حضرت میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا تو آپ نے فرمایا ؎

طلب دل میں ہو اور رہے جستجو الیہ الوسیلۃ پڑھو وابتغوا

پھر سر پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے فرمایا کہ اچھا پھر سہی، اللہ تمھیں خوش رکھے،

یہ سال کسی طرح گزرا بیعت کی طلب اور دوبارہ ملاقات کی آگ اندر اندر سلگتی رہی حتّیٰ کہ دوسرے سال ربیع الاول کے موقعہ پر حاضرِ خدمت ہوا اور خاص حالات میں بحمداللہ سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت سے مشرف ہوا، آپ نے اپنے کئی رسالے فارسی واردو کے مرحمت فرمائے ان ہی میں کتاب مستطاب مناہج السیر فارسی بھی تھی بہرائچ واپس آکر مطالعہ کرتا رہا، اس کی افادیت کے مدنظر جی چاہا کہ اس کا اردو ترجمہ کرڈالوں تاکہ غیر فارسی داں برادرانِ طریقت بھی اس سے مستفید ومستفیض ہوسکیں کیونکہ ہمارے سلسلہ میں یہ اپنے ڈھب کی نہایت ہی اعلیٰ ونایاب کتاب ہے چنانچہ ۱۹۷۷ء میں ترجمے کا کام تمام کرلیا اور اسی سال ربیع الاول کی حاضری کے دوران درمیان خانقاہ شریف

marfat.com

میں ٹھہر کر پورا ترجمہ حضرت کو سنایا۔ آپ نے صحت و اصلاح کے ساتھ رفع مشکلات بھی کی اور اپنی پسندیدگی کی سند بھی سپرد قلم فرمادی جس کی نقل شاملِ کتاب ہے۔

اب مسودے کو صاف کرنا تھا یہ کام کچھ مناسب اضافوں اور اسنادی حاشیوں کی تکمیل نہ ہو سکنے کی وجہ سے ملتوی رہا یہاں تک کہ سالِ رواں یعنی ۱۹۸۳ء ۶ مارچ میں حضرت بہرائچ تشریف لائے ہوئے تھے دوران قیام ایک دن آپ نے فرمایا کہ "خیال ہے وہ ہماری کتاب مناہج السیر کا پہلا ایڈیشن قریب الختم ہے اسے دوبارہ چھپوانا ہے لہٰذا تم اسے اردو میں کردو کیونکہ فارسی کا مذاق ملک میں کم ہوتا جارہا ہے"۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ کام تو پہلے ہی ہو چکا ہے اور لے جاکر مسودہ پیش کیا۔ ملاحظہ فرماکر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ "لو مجھے تو اس کا خیال بھی نہیں رہا۔ اچھا اب تم اسے دو چار ماہ میں صاف کر کے مجھے دھلی بذریعہ رجسٹری بھجوادو میں شاہ ابوالخیر اکاڈمی سے چھپوادوں گا"۔ یہ ہے مختصر روداد تقریب ترجمہ کی۔

اب مناہج السیر اردو کے بارے میں چند امور لائق اظہار ہیں جو ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ اول یہ کہ نظر ثانی میں حضرت مرشدی دام فیوضہ کے حسب الحکم ترجمہ پن کو حتی الامکان دور کر کے عبارت عام فہم و رواں کردی ہے۔

۲۔ متن میں اکثر آیات و احادیث کے حوالے جو سر دست فراہم ہو سکے حاشیے میں دے دئے ہیں۔

۳۔ متن کے وہ متذکرہ اشخاص جن کا تعلق ہمارے سلسلے کے شجرے سے نہیں ہے ان کا مختصر تعارف بھی حاشیئے میں دیا ہے۔

۴۔ پہلے تو متن کے متذکرہ عربی و فارسی اشعار کا نثری ترجمہ کردیا تھا مگر اب ان کا مفہوم اردو اشعار ہی میں موزوں کیا گیا ہے۔

۵۔ کافی تعداد میں فنی اصطلاحات کی تشریح جدول کے طور پر شروع کتاب میں مرتب کر کے شامل کردی ہے جو اسی کتاب سے ماخوذ ہے لہٰذا حوالے کی ضرورت نہیں۔

۶۔ اصل کتاب کے آخر میں حضرت کا فارسی میں منظوم شجرہ تھا۔ اردو اڈیشن کی مناسبت سے اس کے بجائے آپ ہی کا اردو منظوم شجرہ شامل کیا ہے البتہ دعائیہ حصہ میں صرف چیدہ اشعار بوجہ اختصار لئے ہیں۔

۷۔ مذکورہ بالا شجرے کے بعد ہی نثری شجرہ حضرات کرام کی تاریخ وفات و مدفن پاک کی نشان دہی کے ساتھ مرتب کر کے شامل کیا گیا ہے۔

marfat.com

اپنی فہم ناقص میں متذکرہ بالا ترتیب و اضافے کی جرأت محض مزید افادیت کے مدنظر کی ہے۔ کرم بزرگانہ سے امید ہے کہ حضرت مرشدی دام عنایتہ بہ حیثیت مولف کے اس سوء ادب کو معاف فرمائیں گے۔

ان ضروری تصریحات کے بعد میں قارئین اور خاص کر برادران طریقت سے گزارش کرتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے اور اس سے مستفید ہونے کے بعد بحکم هل جزاء الاحسان الا الاحسان حضرت مولف دام فیوضہ اور فقیر مترجم عفی اللہ عنہ کو دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ فقط والسلام

الفقیر الی اللہ ابن عبد اللہ
محمد نعیم اللہ خیالی

۲۲ ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ یکم ستمبر ۱۹۸۳ء

---

marfat.com

نوازش حضرت مؤلف دام فیوضہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ کفیٰ
وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ —،
برادرِ طریقت محمد نعیم اللہ خاں خیالی سلمہ اللہ ووفقہ لمرضاتہ
نے عاجز کی کتاب مناھج السیر و مدارج الخیر
کا اردو میں ترجمہ کیا اور عاجز کو از اول تا آخر سنایا، اللہ تعالیٰ ان کو اجرِ
کثیر عنایت کرے، ترجمہ بہت اچھا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عاجز کو اور
ان کو اور تمام برادرانِ طریقت کو توفیق دے کہ حضرات کرام کے بیان
کردہ فوائد سے استفادہ کریں اور امور فانیہ سے روگردانی کرکے امور
باقیہ کی طرف متوجہ ہوں۔

ابوالحسن زید فاروقی عفی عنہٗ

شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۶

شنبہ ۱۴ ماہِ مبارک میلاد سنہ ۱۳۹۷ھ

۵ رمارچ سنہ ۱۹۷۷ء

marfat.com

مختصر بیان بیس مراقبات کا جو سات دائروں میں ہوتے ہیں

شمارہ	نام مراقبہ	دائرہ مراقبہ	منشار فیض	مقام ورود فیض	قسم سیر	مدارج سبعہ
١	احدیت	دائرہ امکان	ذات پاک احد جو صفات کمال سے متصف اور سمات نقصان سے منزہ ہے	قلب	قدمی	اول
٢	معیت، ابتدائے سیر اسم الظاہر	ولایت صغریٰ	ذات پاک پروردگار جو ہمارے ساتھ ہے	قلب	〃	دوم
٣	اقربیت، سیر اسم الظاہر	ولایت کبریٰ	ذات پاک پروردگار جو ہماری شہ رگ سے قریب تر ہے	نفس مع لطائف خمسہ	〃	سوم
٤	محبت، سیر اسم الظاہر	ولایت کبریٰ	ذات پاک پروردگار جو ہمیں چاہتی ہے اور ہم اسے	نفس	〃	
٥	〃		〃	〃	〃	
٦	〃		〃	〃	〃	
٧	محبت، سیر اسم الباطن	ولایت علیا	〃	ہوا پانی آگ	〃	چہارم
٨	کمالات نبوت	تجلیات ذاتیہ	ذات پاک بحت	خاک	〃	پنجم
٩	کمالات رسالت	〃	〃	ہیئت وحدانی	〃	
١٠	کمالات اولوالعزم	〃	〃	〃	〃	
١١	حقیقت کعبۂ ربانی	حقائق الٰہیہ	〃	〃	〃	ششم
١٢	حقیقت قرآن کریم		〃	〃	〃	
١٣	حقیقت صلوٰۃ		〃	〃	〃	
١٤	معبودیت صرفہ		〃	〃	نظری	
١٥	حقیقت ابراہیمی	حقائق انبیا	〃	〃	قدمی	ہفتم
١٦	حقیقت موسوی	〃	〃	〃	〃	
١٧	حقیقت محمدی	〃	〃	〃	〃	
١٨	حقیقت احمدی	〃	〃	〃	〃	
١٩	حب صرفہ	〃	〃	〃	〃	
٢٠	لاتعین وحضرت اطلاق	〃	〃	〃	نظری	

marfat.com

نقشہ عالم خلق و عالم امر کے لطائف کا

عالم خلق کے پانچوں لطیفے	نفس	ہوا	پانی	آگ	مٹی
عالم امر کے پانچوں لطیفے	قلب	روح	سر	خفی	اخفیٰ

ترجمہ رباعی مولانا جامی قدس سرہ

قدرِ گل و مل بادہ پرستاں جانیں
نے خود منشاں و تنگ دستاں جانیں

ہے نقش سے بے نقش تک پہنچنا ممکن
یہ نقشِ عجیب نقش بنداں جانیں

بعض اصطلاحات کا بیان

نمبر شمار	اصطلاح	تشریح
۱	ذات بحت	ذات پاک پروردگار بغیر ملاحظہ صفات کے یعنی ذات باری تعالیٰ کا مراقبہ خالص طور پر بغیر کسی صفت کے تصور یا خیال کے۔
۲	غیب ھویت	ذات احدیت بہ اعتبار لاتعین
۳	محاضرہ	تجلی فعلی یعنی صفت تکوین کی تجلی۔ یہ مرتبہ اولیٰ یعنی پہلا مرتبہ ہے۔
۴	مکاشفہ	صفات پروردگار کی تجلی، یہ دوسرا مرتبہ ہے۔
۵	مشاہدہ	تجلی ذات وحب ذات، یہ تیسرا مرتبہ ہے۔
۶	جذبہ	لطائف کی کشش اپنے اصول اور اصول الاصول کی طرف
۷	واردات	قلب پر فیضان الٰہی کا وارد ہونا۔ اسی کو عدم اور وجود عدم بھی کہتے ہیں۔
۸	جمعیت	قلب کی وہ حالت ہے کہ اس میں وسوسے کی کوئی جگہ نہ رہ جائے۔
۹	حضور	وہ حالت ہے کہ قلب ہر وقت حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہے۔
۱۰	فنا	وہ حالت ہے کہ آگاہی وحضور ہمیشہ برابر رہے اور کوئی چیز اس میں خلل انداز نہ ہوسکے اور اپنے وجود کا بھی ہوش نہ رہے۔
۱۱	فنائے فنا یا جمع الجمع وعین الیقین	یہ تینوں ایک ہی معنی میں ہیں یعنی اپنی بے شعوری کا بھی احساس نہ رہے۔

marfat.com

۱۲	جمع وقبول	وہ حالت جس میں اطمینان یعنی جمعیت خاطر اور دلوں کا دوام قبول حاصل ہو
۱۳	شہود ۔ وصول وجود	یہ دونوں ایک ہی معنی میں ہیں یعنی دل واقف و آگاہ رہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف چوکسی رکھے ۔
۱۴	پرداخت	یعنی اسم ذات کے ذکر کے وقت اسم شریف ذات (اللہ) کا مفہوم ملحوظ رکھے کہ ذات پاک صفاتِ کمال سے موصوف اور ہر طرح کے نقص سے پاک و بے عیب ہے

افاضہ مدارج الخیر (۱۹۷۰) یعنی چند مزید اصطلاحات کی تشریح از مترجم نعیم اللہ خیالی

۱	احدیت	مدرج اول یعنی دائرۂ امکان یا ولایت صغریٰ کے مراقبے کو احدیت صرفہ کہتے ہیں ۔
۲	اقربیت	مدرج سوم یعنی دائرۂ ولایت کبریٰ کے مراقبے کو کہتے ہیں اس مقام میں ظل وسکر کے بجائے توحید شہودی کا انکشاف ہوتا ہے ۔
۳	اصول	عالم خلق کی اصلیں جو عالم امر میں ہوتی ہیں انھیں اصول کہتے ہیں ۔
۴	برزخ	دو چیزوں کے درمیان حد فاصل کو کہتے ہیں ۔
۵	بے چون و بے چگون	وہ ذات پاک احد جو ہر کمال رکھتی ہے اور ہر کمی سے پاک ہے اور اسے نہیں کہہ سکتے کہ کیوں ہے اور کیسی ہے ۔
۶	بیعت	اس کے معنی عہد کرنا اور اس پر قائم رہنا ہے اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ شیخ ارشاد کے ہاتھ میں بطور مصافحہ ہاتھ دے کر پچھلے گناہوں سے توبہ اور آیندہ بچنے کا اقرار کر کے تجدید ایمان و عمل صالح کا عہد کرے ۔
۷	بعت	چھ لطائف قالب یعنی انسانی جسم سے جدا ہو کر اور مقام قدس میں داخل ہو کر اس کے رنگ میں رنگ کر اگر پھر قالب کی طرف رجوع ہوں تو اس وقت خاص تجلی سے جلوہ گر ہو کر نئی زندگی پاتے ہیں یہ مقام بقا باللہ کا ہے یہاں لطائف اخلاق الٰہی سے آراستہ ہوتے ہیں اور ایسا سالک صاحب ارشاد ہوتا ہے ۔
۸	باطن	اس کے معنی ہیں چیز کا اندرون ، عالم امر کے اجزا یا عناصر انسانی یعنی قلب و روح سرِ خفی اخفیٰ کے مجموعے کو انسان کا باطن کہتے ہیں ۔
۹	تہذیب لطائف	اس سے مراد یہ ہے کہ لطائف اپنے سابقہ احوال وکوائف کو پہنچ کر اپنی نورانیت

marfat.com

		جو قالب مادی کے لگاؤ سے ماند پڑ گئی ہے دوبارہ حاصل کرلیں اور کارخانہ باطن روشن ہو جائے
۱۰	تبعیت	یہ لفظ ضمنیت کے مترادف ہے یعنی کسی کے ساتھ بطور طفیلی کے ہونا۔
۱۱	حضرتِ اطلاق یا حضرت جمال	اللہ تعالیٰ کی ذاتِ پاک جسے لاتعین بھی کہتے ہیں۔
۱۲	دائرہ	عالمِ امکان یا ساری کائنات کو دائرہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ ہر طرف سے برابر ہے۔
۱۳	دائرۂ امکان	یعنی ساری کائنات، اسی کو عالمِ کبیر بھی کہتے ہیں۔
۱۴	زیرِ قدم	جس خاص صفتِ الٰہی سے کسی نبی کی تربیت ہوتی ہے اس صفت کا کچھ حصہ جب سالک کا مربی ہو اس کی ولایت اس نبی کے زیرِ قدم ہوتی ہے۔
۱۵	سالکِ مجذوب	وہ سالک جو اہلِ کشف و صاحبِ معرفت ہو۔
۱۶	سیر	سلوک روحانیت میں مقامات کے طے کرنے کو سیر کہتے ہیں۔ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ۱۔ سیر الی اللہ دائرہ ولایت صغریٰ کی سیر کو کہتے ہیں۔ ۲۔ سیر فی اللہ دائرہ ولایت کبریٰ کی سیر کو کہتے ہیں ۳۔ سیر عن اللہ جب سالک ولایت کبریٰ میں سیر فی اللہ کے بعد رجوع کرتا ہے تو سیر عن اللہ ہے۔ ۴۔ سیر آفاقی لطائف کے قالب سے نکل آنے کے وقت سے لے کر اور اس کے اصول تک واصل ہو جانے تک اور ان کے مواطن میں قیام کرنے کے زمانے میں سالک اپنے لطائف کے انوار اپنے سینے کے باہر مشاہدہ کرتا ہے یہی سیر آفاقی ہے۔ ۵۔ سیر انفسی، جب لطائف اپنے اصول تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں قیام کر لیتے ہیں، اس وقت جو انوار و اسرار اپنے سینے کے اندر دیکھتا ہے اسے سیر انفسی کہتے ہیں۔ ۶۔ سیر نظری، حقائق الٰہیہ میں سے دائرہ حقیقتِ صلاۃ میں اس مقام پر ایک مجہول الکیفیت وصول ہے اگر صورت مثالی میں اس وصول کی نشاندہی نظر میں ہوئی، تو سیر نظری کہتے ہیں۔ ۷۔ سیر قدمی، اگر مذکورہ بالا مقام پر صورت مثالی میں وصول کی نشاندہی قدم پر ہو تو سیر قدمی ہے ؎

؎ معلوم رہے کہ بیس مراقبوں میں سے فقط دو یعنی مراقبۂ معبودیت صرفہ اور مراقبۂ لاتعین حضرت اطلاق میں سیر نظری ہوتی ہے بقیہ اٹھارہ مراقبوں میں سیر قدمی ہے۔

marfat.com

۱۷	شانِ جامع	مرتبہ تنزیہہ اور احدیت مجردہ کے درمیان مثل برزخ کے ہے اس شانِ جامع کی تجلی کا تعلق مسلک پنجم کے لطیفۂ اخفیٰ سے ہے۔
۱۸	شیُونات ذاتیہ	شیون و شیونات جمع ہے شان کی، اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا وہ مقام جو صفاتِ ثبوتیہ سے بلند تر ہے۔
۱۹	صفتِ اضافیہ	اللہ تعالیٰ کی صفتِ تکوین کو کہتے ہیں۔
۲۰	صفتِ ثبوتیہ	اللہ تعالیٰ کی تجلیات کے اس درجہ کو کہتے ہیں جو صفتِ اضافیہ یعنی صفتِ تکوین سے بلند تر ہے۔
۲۱	صفتِ تکوین	اللہ تعالیٰ کی صفتِ اضافیہ یعنی وہ صفت جس سے فعل و خلق و تخلیق و ایجاد و اختراع وجود پاتے ہیں۔
۲۲	صفتِ سلبیہ	اللہ تعالیٰ کی تجلیات کا وہ مقام جو شیوناتِ ذاتیہ سے بلند تر ہے اسے تنزیہہ بھی کہتے ہیں۔
۲۳	صرف	مطلق یا محض۔
۲۴	ضمنیت	یہ تبعیت کا مترادف ہے یعنی کسی کے طفیلی کے طور سے ہونا۔
۲۵	ظاہر	عالم خلق کے اجزا یا عناصر خمسہ یعنی نفس آگ پانی ہوا مٹی کے مجموعے کو انسان کا ظاہر کہتے ہیں۔
۲۶	ظلال	ظل کی جمع ہے اصل معنی پرچھائیں یا عکس کے ہیں اصطلاح میں تجلیاتِ الٰہیہ کے اثرات یا احساس انوار کو کہتے ہیں کوئی مخلوق ذات باری تعالیٰ کو تو دیکھ نہیں سکتی البتہ مقرب بندے حسب مراتب تجلیات کے ظلال کا مشاہدہ کر سکتے ہیں۔
۲۷	عالَم	ایک طرح کی نوعیت یا کیفیت یا تخلیقات کی ایک حیثیت کو ایک عالم کہتے ہیں یہ کئی طرح کے ہیں۔ ۱۔ عالم کبیر:۔ ساری کائنات مادی و غیر مادی ۲۔ عالم صغیر:۔ جسم انسان چونکہ خلاصہ کائنات ہے لہٰذا اس کو عالم صغیر کہا گیا ہے ۳۔ عالم ملک:۔ عالم خلق کا وہ حصہ جو انتہائے زیریں سے آسمان دنیا تک ہے ۴۔ عالم ملکوت:۔ عالم خلق کا وہ حصہ جو آسمان دنیا سے انتہائے عرش مجید تک ہے

marfat.com

نمبر	اصطلاح	تشریح
		۵۔ عالمِ خلق:۔ یہ عالم اجسام ہے یعنی دائرہ امکان کا نصف زیریں عالم خلق ہے جس کی تخلیق اسباب و علل کے قانون کے تحت رکھی گئی ہے۔ ۶۔ عالمِ امر:۔ دائرہ امکان کا نصف بالائی حصہ عالم امر ہے جو امر کن فیکون سے وجود میں آیا۔ عالم مثال و عالم ارواح کا تعلق اسی سے ہے۔
۲۸	فتح باب	ذکر شریف کے اثر سے غفلت کی تاریکی قلب سے جب دور ہو جاتی ہے تو سالک کو ایک نورانی منارہ سا چشم بصیرت میں محسوس ہوتا ہے حضرات نقشبندیہ اسے فتح باب کہتے ہیں کیونکہ اب اس مقام سے گویا وصول الی اللہ کا دریچہ کھل گیا۔
۲۹	قلب صنوبری	بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر مائل بہ پہلو سینہ کے اندر گوشت کے ریشوں کا ایک عضو ہے جس کا چوڑا سرا اوپر پتلا سرا نیچے کو ہوتا ہے گویا الٹا لٹکا ہے اور شکل میں صنوبر کے پھل کی طرح گاؤدم ہوتا ہے یہ لطیفہ قلب کا مقام ہے
۳۰	لطائف	جمع ہے لطیفہ کی، یہ قوتیں ہیں انسان ہر دو عالم یعنی عالم خلق و عالم امر کے اجزا سے ترکیب پایا ہے ہر جز کو لطیفہ کہتے ہیں کل دس لطیفے ہیں۔ پانچ عالم خلق کے اور پانچ عالم امر کے
۳۱	لاتعین	ذات مطلق یا حضرت اطلاق جسے متعین نہیں کیا جا سکتا۔
۳۲	مشرب	کسی اولوالعزم نبی کا وصول جس لطیفے کی راہ (مسلک) سے ہوتا ہے اس کے سالک کا وصول بھی اسی نبی کے مشرب سے موسوم ہوتا ہے۔
۳۳	مسلک	لطائف خمسہ (عالم امر کے) یعنی قلب، روح، سر، خفی، اخفیٰ جن کے ذریعے راہِ طریقت طے کی جاتی ہے ہر مسلک اسی لطیفے کے نام سے موسوم ہے۔
۳۴	معیت	مدرج دوم یعنی دائرہ ولایت صغریٰ میں ایک مراقبہ ہے جس کا مورد فیض قلب ہے اسی کو مراقبۂ معیت کہتے ہیں اصل معنی معیت کے ساتھ ہونے کے ہیں اس معنی میں معیت مختلف ہے ضمنیت یا تبعیت سے، یہ معیت بمقابلہ ضمنیت کے زیادہ اجمع ہے۔ مثلاً میں نے تم سے کہا کہ کھانا میرے ساتھ کھانا تم نے کہا کہ فلاں دوست کو بھی لاؤں گا تو تمہاری میرے ساتھ معیت ہوئی اور تمہارے دوست تمہاری ضمنیت میں آئے۔

marfat.com

۲۵	مراقبہ	اصطلاح مشائخ میں اسے کہتے ہیں کہ سالک آنکھ بند کر کے حضرت مبدۂ فیاض کی طرف سے کسی لطیفہ پر ورودِ فیض کا منتظر ہو۔
۲۶	مجذوب سالک	ارباب جہل وحیرت کو کہتے ہیں۔
۲۷	واجب الوجود	ذات باری تعالیٰ
۲۸	موطن	اصلی مقام۔ عالم امر کے لطائف خمسہ کا وطن یعنی ان کے اصول جن کی یہ فرع ہیں۔
۲۹	مدرج	ولایت کے درجات کو اس کتاب میں مدرج کہا گیا ہے جس کی جمع مدارج ہے یہ ہیں
۴۰	ولایت کبریٰ	اصل مبدء تعین کو دائرہ ولایت کبری اور اس کی سیر کو سیر فی اللہ کہتے ہیں اور یہاں سے رجوع کو سیر عن اللہ
۴۱	ولایت صغریٰ	دائرۂ امکان اور دائرہ ظلال کو کہتے ہیں اس کی سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں۔
۴۲	ہئیت وحدانی	کمالات نبوت میں اتمام سیر کے بعد سارے لطائفِ عشرہ جب صفائی وجلا پاکر باہم متحد ہو جاتے ہیں تو اس حالت کو ہئیت وحدانی کہتے ہیں۔

marfat.com

دیباچہ مؤلف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(شروع) بنام خدا جو بڑا مہربان بہت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت فرمائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ کی ہدایت نہ ہوتی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالرَّحْمَۃُ وَالْبَرَکَۃُ عَلٰی مَنْ رَأَی اللّٰہُ تَقَلُّبَہٗ فِی السَّاجِدِیْنَ فَاَرْسَلَہٗ اور درود وسلام اور رحمت وبرکت اس پر کہ دیکھا اللہ نے اس کے تصرفات کو سجدہ کرنے والوں میں پس بھیجا اسے رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ وَشَرَحَ صَدْرَہٗ لِلْحِکْمَۃِ وَالْعِرْفَانِ وَالْیَقِیْنِ وَرَفَعَ ذِکْرَہٗ فِی الْمَلَاءِ الْاَعْلٰی باعث رحمت بنا کر سارے عالموں کے لئے اور کھول دیا سینہ اس کا حکمت عرفان اور یقین کے واسطے اور بلند کیا اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ وَجَعَلَہٗ سَیِّدَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَکْرَمَہٗ بِالْمُخَاطَبَۃِ وَالْمُکَاشَفَۃِ وَالْمُرَاقَبَۃِ وَالْمُشَاھَدَۃِ وَالْمُکَالَمَۃِ ان کا ذکر ملاءِ اعلیٰ میں روزِ قیامت تک کے لئے اور بنایا انھیں سردار انبیاء والمرسلین کا، مکرم کیا ان کو بذریعہ مخاطبت ومکاشفت ومراقبہ ومکالمہ وَالْمُشَافَھَۃِ وَخَصَّصَہٗ بِالْوَسِیْلَۃِ وَالْفَضِیْلَۃِ وَالشَّفَاعَۃِ یَوْمَ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَۃُ الشَّافِعِیْنَ اور مشاہدہ ومشافہہ کے اور مخصوص فرمایا ان کو وسیلہ وفضیلت وشفاعت کے ساتھ جس دن اہل سفارش کی سفارش کفایت نہ کرے گی۔ ھُوَ سَیِّدُنَا وَسَنَدُنَا وَوَسِیْلَتُنَا وَشَفِیْعُنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٌ اِمَامُ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ اور ہیں وہ سردار ہمارے حجت ہمارے لئے اور وسیلہ ہمارے اور شفیع ہمارے اور آقا ہمارے محمد جو پیشوا ہیں متقیوں کے اور خاتم نبیوں کے وَشَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَحَبِیْبُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَتَحَ اللّٰہُ بِہٖ اٰذَانًا صُمًّا وَّاَعْیُنًا عُمْیًا وَّاَلْسِنًا بُکْمًا اور شفیع گنہگاروں کے اور محبوب رب العالمین کے، کھول دیا اللہ نے ان کے ذریعہ بہرے کانوں کو اور اندھی آنکھوں کو اور گونگی زبانوں کو وَقُلُوْبًا غُلْفًا جَزَی اللّٰہُ عَنْ اُمَّتِہٖ خَیْرَ مَا جَازٰی بِہٖ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ اور بند دلوں کو۔ بدلہ دے اللہ ان کی اُمت کی طرف سے اس سے اچھا جو دیا جائے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے۔ اے اللہ رحمت بھیج ان پر اور اَصْحَابِہٖ وَمَنْ تَبِعَہٗ وَوَالَاہُ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضًی وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّلِدِیْنِہٖ بَھَاءً وَّلِاُمَّتِہٖ صَلَاحًا ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر اور جو ان کا اتباع کرے اور ان سے محبت رکھے ایسی رحمت جو تیری رضا کا سبب ہو جس سے

marfat.com

ان کے حق کی ادائیگی ہو اور ان وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا دَائِمًا اَبَدًا عَدَدَ خَلْقِكَ وَرِضٰى نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وبعد کے دین کے لیے رونق ہو اور ان کی امت کے لئے بھلائی ہو اور سلام بھیج جو سلامتی ہو بکثرت اور دائمی وابدی اتنی جتنی کہ تیری مخلوق ہے اور جس سے تیری ذات راضی ہو جائے جس سے عرش کی زینت ہو اور بقدر تیرے کلمات کی روشنائی کے۔ اما بعد

ذرّہ بے مقدار و بندہ ناکار ابوالحسن زید فاروقی ومجدّدی [1] بہ لحاظ نسب کے اور نقشبندی مجددی بہ اعتبار مشرب (طریقت) کے اور دہلوی جائے پیدائش و رہائش کے طور پر (اللہ اس کی بصیرت کو بڑھائے اور اپنے خاندانی بزرگوں کے معارف ومحاسن کا وارث بنائے) عرض کرتا ہے کہ ایک نیک طینت و پاکیزہ خصلت دوست نے حضرات مجددیہ کے بعض معارف کو دوسرے ہی ڈھنگ سے بیان کیا ہے اس قسم کی بات سے فقیر کے کان آشنا نہ تھے فقیر نے حضرات مجددیہ کے اکابرین کی تالیفات کی طرف رجوع کیا (قدس اللہ اسرارہم العلیہ) یہاں آپ کے بھی استفادے کے لئے ان کتابوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ وہ ہیں۔ معمولات مظہری از حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی قدس سرہ [2] اس کتاب میں رسالہ کحل الجواہر از دلیل اللہ الصمد حضرت عبدالاحد متخلص بہ وحدت [3] و مشہور بہ شاہ گل قدس سرہ اور رسالۂ مولوی غلام یحیٰ [4] جنہوں نے حضرت مرزا جان جاناں شہید قدس اسرارہما (کے مضامین) کو مختصر طور پر بیان کیا ہے (یہ دونوں رسالے اس امر میں بہترین ہیں) اور ایضاح الطریقہ اور رسائل سبعہ سیارہ ومقامات مظہری ومکاتیب شریفہ از حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ اور ہدایت الطالبین از حضرت شاہ ابوسعید (فاروقی) قدس سرہ، یہ رسالہ شریفہ حضرت شاہ صاحب (موصوف) قدس سرہ کی زندگی میں بڑی تحقیق سے لکھا گیا بلکہ حضرت نے اس کا بخوبی مطالعہ کیا اور مضامین شریفہ کی تصدیق فرمائی تھی اور مراتب الوصول از حضرت شاہ رؤف احمد مجددی بھوپالی قدس سرہ [5] یہ رسالہ بھی حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی زندگی میں

---

[1] حضرت مرشدی زید دام فیوضہ خلف وخلیفہ حضرت شاہ ابوالخیر فاروقی مجددی متولد سہ شنبہ ۲۵ ر رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ مطابق ۱۳ر نومبر ۱۹۰۶ء، صاحب سجادہ درگاہ شاہ ابوالخیر دہلی مؤلف رسالہ ہٰذا

[2] حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی از اولاد خواجہ عماد خلجی از ہمراہیان حضرت مسعود غازی بہرائچ شاہ نعیم اللہ علیہ الرحمہ شاگرد شاہ ولی اللہ و خلیفہ حضرت مرزا صاحب قدس سرہ، متوفی ۱۲۱۸ھ [3] حضرت عبدالاحد وحدت خلف حضرت محمد سعید خلف وخلیفہ حضرت مجدد صاحب قدس اسرارہم

[4] حضرت رؤف احمد خلف شعور احمد فاروقی خلیفہ شاہ غلام علی صاحب دہلوی قدس اسرارہم متولد رامپور ۱۲۰۱ھ متوفی ۱۲۵۳ھ غرق بندر بہشت یمن [5] حضرت غلام یحیٰ صاحب خلیفہ حضرت مرزا صاحب قدس اسرارہما۔

marfat.com

لکھا گیا تھا اور حضرت نے کہیں کہیں سے اس کا مطالعہ فرما کر تصدیق بھی فرمائی تھی اور انہار اربعہ از حضرت شاہ احمد سعید فاروقی قدس سرہٗ اگرچہ اس کے مولف حضرت شاہ صاحب کے اکابر خلفاء میں سے تھے لیکن اس کی تالیف حضرت شاہ صاحب کی حیات میں نہیں ہوئی تھی

(بلکہ) یہ رسالہ حضرت کی وفات کے بعد دس سال کی مدت میں ۱۲۵۰ھ بارہ سو پچاس ہجری میں تالیف ہوا۔

فقیر (مولف) کہتا ہے کہ یہ آخری رسالہ ہے جس پر اس مبحث میں اعتماد کیا گیا ہے فقیر نے ان رسالوں کو بخوبی مطالعہ کیا اور بعض مسائل میں مکتوبات قدسی آیات اور رسالہ مبدا و معاد (از حضرت مجدد صاحب قدس سرہ) کی طرف بھی رجوع کیا ہے ان کی طرف رجوع کرنے اور ان کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ ہمارے (متذکرہ بالا) عزیز دوست نے ان رسائل کو ٹھیک سے نہیں پڑھا یا صرف ان رسائل کو پڑھا ہے جو اس زمانے میں شائع ہوئے ہیں کیونکہ حضرات کرام کے رسالے آج کل نایاب ہو چکے ہیں اور اگر کسی طرح کوئی ایک رسالہ ہاتھ بھی آجاتا ہے تو دوسرے کے حصول سے محرومی رہتی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ بعض مسائل خاص کر جزئیات میں اگر ایک میں اجمال ہے تو دوسرے میں تفصیل مل جاتی ہے۔ ان مسائل میں عقل بے چاری حیران و دنگ ہے وہ معارف جو ان حضرات نے بیان فرمائے ہیں ان کے سمجھنے سے عوام تو عوام خواص کو بھی اظہار عجز کے سوائے کچھ نہیں ملتا۔ یہ جو باتیں بلند مرتبہ حضرات کے سمجھنے کی ہیں وہ ہر ایک کے بس کی نہیں ہوتیں۔ دلیل اللہ الصمد حضرت عبد الاحد فرزند خازن الرحمہ حضرت محمد سعید[1] فرزند حضرت مجدد صاحب قدس اسرارہم لکھتے ہیں۔ بعد اس کے معاملہ ہماری اور تمہاری عقل و فہم سے کہیں بلند ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ صرف اپنی بے انتہا عنایت سے کمالات عطا فرماتا ہے (بیشک وہ قریب ہے قبول فرمانے والا ہے) پس اے طالب حق اور صدق کے شائق تم پر لازم ہے کہ اولیاء اللہ پر اعتراض نہ کرو کیونکہ وہ لوگ وسیلہ ہیں تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں ؎

نظر نہ آئے اگر تم کو چاندرات کا چاند
جو چشم دید کہے اس کا اعتبار کرو

اس وجہ سے فقیر کے خیال میں آیا کہ اس بارے میں ایک ایسا رسالہ تالیف کرے جس میں قواعد، اور اصول و لطائف اور طریقہ ذکر شریف، مراقبات اور دیگر فوائد کو مختصر الفاظ میں بیان کیا جائے اور جو متذکرہ بالا (حضرات کرام کے) رسالوں سے لیا گیا ہو بلکہ زیادہ تر ان ہی کے الفاظ میں نقل کیا جائے تاکہ برادران طریقت

---

[1] حضرت محمد سعید متوفی ۱۰۷۰ھ مزار سرہند شریف

marfat.com

وطالبانِ حقیقت فائدہ اٹھائیں اور بموجب اس کے کہ (راہ نیکی بتانے والا بھی نیکی کرنے والے کی طرح اجر کا مستحق ہے الحدیث) فقیر کے لئے اجر کثیر اور پروردگار کی رحمت کا سبب ہو۔

اس لئے اس عاجز نے اللہ سے مدد چاہتے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے اس رسالہ شریفہ کی تحریر کا کام اختیار کیا۔ چونکہ یہ ناچیز سر سے پیر تک مخدوم انام و مرشد خاص و عام فخر اماثل و اماجد حضرت سیدی الوالد مولانا شاہ محی الدین عبداللہ ابوالخیر قدس اللہ اسرارہ وافاض علینا من برکاتہ کے احسان میں ڈوبا ہوا ہے لہٰذا جو کچھ بھی خوبی اس رسالے میں ملے من جانب اللہ ہے اور ان مصدر الخیرات والبرکات کا فیض ہے اور اگر کوئی نقص یا غلطی سرزد ہوگئی ہو تو بقولہ تعالیٰ (پس وہ وہی ہے جو اس نے کمایا اور اس کے نفس کی جانب سے ہے۔ بے شک نفس برائی کا امر کرتا ہے بجز اس کے جس پر اللہ کی رحمت رہے آیۃ) اللہ اس کی برائیوں سے درگزر فرمائے اور اس کی لغزشوں کو معاف کرے اور اسے اپنی رضا پانے کی توفیق دے اس وجہ سے ان کے فضلِ عظیم کے اظہار اور ان کے نام سے برکت حاصل کرنے کے طور پر اس رسالے کا نام مَنَاهِجُ السَّيْرِ وَ مَدَارِجُ الْخَيْرِ رکھا گیا (اللہ اسے حسن قبول عطا فرمائے اور اسے بخوبی بار آور کرے اور سالکین جناب قدس کو اور اپنے مقام جبروت تک رسائی کے طلب گاروں کو اس کے ذریعے فائدہ پہنچائے اور میں اللہ کی مدد چاہتے ہوئے اور اس پر بھروسہ کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ ہر طرح کی طاقت وقوت اسی کی بخشی ہوئی ہے) ؎

تم ہی پہنچ لو ہم رہے درماندہ پر تمہیں
گنج مراد کا پتہ تبلائے دیتے ہیں

marfat.com

مقدمہ انسان کی پیدائش کے بیان میں

انسان کی پیدائش و تخلیق کے بیان میں غواص بحر معانی حضرت جلال الدین رومی[1] قدس اللہ اسرارہ نے مثنوی شریف کے دفتر چہارم کے آخر میں بہت عمدہ و دلکش طریقے سے بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ اشعار فارسی

— ایک شخص جو سالہا سال ایک شہر میں رہتا ہے۔ اور تھوڑے وقت کے لئے جب وہ خواب غفلت میں ہو جاتا ہے
— پھر جب وہ ایک دوسرا ہی شہر بھلی بری چیزوں سے بھرا دیکھتا ہے اس وقت اسے اپنا اصلی شہر ذرا بھی یاد نہیں رہتا
— کہ میں اس پہلے شہر میں رہ چکا ہوں اور یہ نیا شہر جہاں کہ اب ہوں میرا نہیں ہے۔
— بلکہ وہ ایسا سمجھتا ہے کہ وہ ہمیشہ سے اس نئے شہر میں رہتا آیا ہے۔
— تو کیا تعجب ہے اگر روح اپنے وطنِ اصلی کو، جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش رہ چکا ہے۔
— یاد نہیں کرتی کیونکہ خواب کی طرح یہ دنیا اس کے اصلی وطن کو چھپا لیتی ہے جیسے بدلی تاروں کو چھپا لے۔
— کتنی بار خواب کو تم نے آزمایا۔ دنیاوی زندگی کے خواب کو بھی ویسا ہی از قسم ابتلا جانو۔
— اپنے شہروں کو خوب چھان مارا اور اس راز کو سمجھنے میں خاک نہ چھانی۔
— کافی مجاہدے نہ کئے تاکہ دل کا غبار صاف ہو جاتا اور ماجرا سمجھ میں آجاتا۔
— تیرا اپنا دل بحرِ راز سے سر نکالتا اور کھلی آنکھوں ابتدا و انتہا کو دیکھ لیتا۔

ابتدا سے آدمی کی پیدائش کے طریقے

— آدمی پہلے جمادات کی سرزمین میں آیا اور جماد سے عالم نباتات میں نمودار ہوا۔
— مدتوں عالم نباتات میں زندگی گزاری اور اس کو عالم جماد کی کوئی بات یاد نہ رہ گئی۔
— اور پھر عالم نباتی سے عالم حیوانی میں آیا تو اسے عالم نباتات کا حال یاد نہ رہا۔

---

[1] جلال الدین رومی صاحب مثنوی متولد ۶۰۴ھ بلخ متوفی ۶۷۲ھ تبریز، بعمر چھیاسٹھ سال۔

marfat.com

——— سوائے اس میلانِ طبیعت کے جو اسے ادھر لاتا ہے خاص کر موسم بہار اور گل ریحاں کھلنے کے زمانے میں۔
——— جس طرح بچوں کو اپنی ماں کی طرف میلانِ طبیعت ہوتا ہے لیکن اپنے ہونٹوں سے اس کا راز نہیں پاتا۔
——— جس طرح ہر نئے مرید کو بکثرت میلان ہوتا ہے اپنے بزرگ مرتبہ پیر جواں بخت کی طرف۔
——— اس عقلِ جزئی کا وجود اسی عقل کل سے ہے یہ سایہ شاخ گل کے ہلنے ہی سے حرکت کرتا ہے۔
——— اس کا سایہ آخر کار اسی میں فنا ہو جاتا ہے تو وہ جستجو کے میلان کا راز جان جاتا ہے۔
——— اے نیک بخت درخت کی شاخ کا سایہ کیسے ہل سکتا ہے اگر اصل درخت نہ ہلے۔
——— پھر عالم حیوانی سے عالم انسانیت کی طرف کھینچ لاتا ہے وہ خالق کہ جسے تم جانتے ہو۔
——— اسی طرح ایک علاقے سے دوسرے علاقے کو جاتا گیا یہاں تک کہ عقلمند صاحب علم اور ہوشیار ہو گیا۔
——— اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں رہیں اور اس کو اب اس عقل سے بھی نقل حرکت کرنا ہے۔
——— تاکہ اس عقل سے رہائی پا جائے جو حرص و طلب سے بھری ہے اور لاکھوں عقلیں عجیب تر دیکھتا ہے۔
——— اگرچہ خوابیدہ ہو گیا اور پہلی حالت کو بھول گیا لیکن خدا تعالیٰ اس کو اسی حالت نسیاں میں کیسے چھوڑ رکھتا۔
——— وہ بھی کیسا رنج تھا جو حالت خواب میں اٹھا رہا تھا جبکہ صحیح حالت بھی بھولی بسری ہو گئی۔
——— جبکہ یہ نہ جان پایا کہ غم و تکلیف سب خواب کی باتیں ہیں اور دھوکے کی ٹٹی اور صرف خیال ہے۔
——— اسی طرح دنیا سوتے ہوئے کا خواب ہے، سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ عالم خواب واقعی موجود ہے۔
——— یہاں تک کہ موت کا سویرا اچانک ہو جاتا ہے اور گمان و فریب کے اندھیرے سے رہائی پا جاتا ہے۔
——— پھر تو اپنے ان خواب کے غموں پر ہنستا ہے جبکہ اپنی اصل جائے قیام دیکھ لیتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ قرآن مجید اور صحیح حدیثوں سے اس قدر ثابت ہے کہ :۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [۱]
عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی، بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو ہو جا تو وہ ہو گیا۔
اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ [۲] اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا پھر جب ٹھیک بنا چکوں اور پھونکوں اس میں ایک اپنی جان تو گر پڑو اس کے آگے سجدے میں۔ اور مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا

---

[۱] آل عمران ع ۱ پ ۳ [۲] ص پ ۲۳

marfat.com

وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ، اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا کیا ہوا ہے تم کو کیوں نہیں امید رکھتے اللہ سے بڑائی کی اور اسی نے تم کو بنایا طرح طرح ، کیا تم نے نہیں دیکھا کیسے بنائے اللہ نے سات آسمان تہ بر تہ اور رکھا چاند ان میں اُجالا اور رکھا سورج چراغ جلتا ۔ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا اور اللہ نے اگایا تم کو زمین سے جما کر پھر دہرا کر ڈالے گا تم کو اس میں اور نکالے گا تم کو باہر ۔۔۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللّٰه خلق آدم من قبضة قبضها من جميع الارض فجاء بنو آدم على قدر الارض فجاء منهم الابيض والاحمر والاسود وبين ذالك والخبيث والطيب والسهل والحزن وبين ذالك ؁۲ بے شک اللہ نے پیدا کیا آدم کو ایک مٹھی بھر خاک سے جس کو لیا ساری زمین میں سے پس آئی آدم کی اولاد بقدر زمین کے پس ہوئے ان میں سے سفید رنگ اور سرخ رنگ اور سیاہ فام اور ملوان رنگ کے اور برے بھلے اور سکھی اور دکھی اور اس کے بین بین ۔ اور فرمایا خلق اللّٰه التربة يوم السبت وخلق فيها الجبال يوم الاحد وخلق الشجر يوم الاثنين وخلق المكروه يوم الثلاثاء وخلق النور ؁۳ پیدا کیا اللہ نے مٹی کو سنیچر کے دن اور پیدا کیا اس میں پہاڑوں کو آتوار کے دن اور پیدا کئے درخت دوشنبہ کے دن اور پیدا کیا مکروہات کو منگل کے دن اور پیدا کیا نور کو ۔ اور مسلم کی روایت میں ہے / خلق النون اى الحوت يوم الاربعاء وبث فيها الدواب يوم الخميس وخلق آدم بعد العصر من يوم الجمعة فى آخر الخلق وآخر ساعة من النهار بين العصر الى الليل ؁۴ اور پیدا کیا نون یعنی مچھلی کو بدھ کے روز اور پھیلائے اس میں چوپائے جمعرات کے دن اور پیدا کیا آدم کو جمعہ کے دن عصر کے بعد کار تخلیق کے آخر میں اور دن کی آخری گھڑی میں شام اور رات کے درمیان اور فرمایا اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا فَاِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَّاِنَّ اَعْوَجَ شَيْءٍ فِى الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهٗ كَسَرْتَهٗ وَاِنْ تَرَكْتَهٗ لَمْ يَزَلْ اَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوْا بِالنِّسَآءِ خَيْرًا ؁۵ یعنی نصیحت کرو عورتوں کو خوبی کے ساتھ کیونکہ یقیناً عورت کی پیدائش پسلی سے ہوئی ہے اور بے شک کجی ہوتی ہے پسلی میں اوپر کو پس اگر تم اسے سیدھا کرنے لگ گئے تو اس کو توڑ ہی دو گے اور اگر یوں ہی اسے چھوڑ دیا تو ہمیشہ ٹیڑھی ہی رہے گی پس عورتوں کو سختی کرنے کے بجائے اچھی نصیحت کیا کرو ۔

؁۱ عن ابی موسیٰ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد ۔ مشکوٰۃ ربع اول باب ایمان بالقدر ف۲

؁۲ صحیح مسلم ، ؁۳ عن ابی ہریرۃ رواہ مسلم ، مشکوٰۃ ربع ۴ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء ف۱

؁۴ عن ابی ہریرۃ رواہ متفق علیہ ، مشکوٰۃ ربع ۲ باب عشرۃ النساء ف۱ وفیہ الفاظ :- فانهن خلقن

marfat.com

اور جو کچھ علمائے کرام نے تفسیروں میں اور اپنی کتابوں میں اس بارے میں بکثرت تفصیلات بیان کی ہیں ان کا اکثر حصہ اسرائیلی روایات سے لیا گیا ہے جو کہ ایک طرح سے خبر کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہیں، پرانے نبیوں کے قصے اور اگلی امتوں کے حالات اور زمانوں کا اندازہ حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ کے بارے میں جن سے کتابیں بھری پڑی ہیں سب کا سب اسی قسم کا ہے۔ یہ نہ کہنا چاہیئے کہ اس بارے میں حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے نیز بعض روایات (احادیث کی) بیان کی گئی ہیں کیونکہ وہ لوگ یہودیوں کے مشائخ سے جیسے عبداللہ ابن سلام[1] صحابی اور کعب احبار تابعی[2] رضی اللہ عنہما جو کہ اسلام لے آئے اور اس طرح کی حکایتیں سنتے چلے آتے تھے بلکہ پوچھ تاچھ کیا کرتے تھے اور ان ہی کو بیان بھی کر دیا کرتے تھے۔

اور جو کچھ مولائے روم نے بیان کیا ہے بظاہر قانون پیدائش اور ارتقا کے مطابق ہے اگرچہ شیخ یوسف[3] نے منہج قوی شرح مثنوی میں اس کی تاویل کی ہے۔ لکھتے ہیں ھٰذا فی بیان اطوار و منازل خلقة الادمی من الابتداء - الاطوار جمع طور و ھو الاسلوب ، فانا نتغذی بلحم الحیوان وھو بھذا الاسلوب من النبات والنبات من الارض فکان ابتداء نا من التراب یعنی یہ بیان ہے آدمی کی پیدائش کی ابتدا اور اس کے طریقوں اور منزلوں کا۔ اطوار جمع ہے طور کی اور وہ اسلوب (طریقہ) ہے چنانچہ ہم جانور کا گوشت کھاتے ہیں اور وہ ایک طرح پر نباتات سے ہے اور نباتات زمین سے پس گویا ہماری ابتدا مٹی سے ہے۔

فقیر (مولف) کہتا ہے کہ انسان کے خاکی ہونے کے لئے اطوار کے ذکر کی ضرورت نہیں یہ جو فرمایا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) کُلُّکُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ[4] یعنی تم سب آدم سے ہو اور آدم مٹی سے۔ اتنا ہی کافی ہے جبکہ قالب (جسم) خاک پاک سے ہو تو پھر دور نبات اور دور حیوان کیسا اور کیوں؟

---

[1] عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ متوفی ۶۶۴ عیسوی

[2] کعب احبار متوفی ۶۵۲ عیسوی

[3] شیخ یوسف استاذ الازہر عالم و شاعر غالباً متخلص بہ اسیر ۱۸۱۵ء تا ۱۸۸۹ء

marfat.com

عرضِ امانت

جاننا چاہیے کہ جب پروردگار جلت عظمتہ کی مشیت نے چاہا کہ اپنے اسماء و صفات کے کمالات پردۂ غیب سے عالم ظہور میں لا کر اپنی ربوبیت کا اظہار فرمائے۔ تمام کائنات عالم کو جسے عالم کبیر کہتے ہیں عرش سے آخر فرش تک اپنی قدرتِ کاملہ سے پیدا کیا پھر ارادہ کیا کہ کسی مخلوق کو اپنی خلافت بخشے لیکن اس عنایت اور کرامت کے لائق مخلوقات میں کوئی نہ نکلا۔ آسمان نے باوجود اس بلندی و مرتبے کے اور زمین نے باوجود اس وسعت و عظمت کے اس خدمت کو بجالانے سے اپنے کو عاجز پاکر معذرت ظاہر کر دی بقولہٖ تعالیٰ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ[1] یعنی ہم نے دکھائی امانت آسمان کو اور زمین کو اور پہاڑوں کو مگر سب نے قبول کیا کہ اس کو اٹھا دیں اور اس سے ڈر گئے اور اٹھا لیا اس کو انسان نے ؎

دستک فرشتوں نے درِ میخانہ پر جی   آدم کی مٹی گوندھی گئی جام کے لئے

پیرِ فلک نہ بارِ امانت اٹھا سکا   مجھ باولے کا نام تھا اس کام کے لئے

چونکہ کوئی مخلوق تن تنہا اس بھاری بوجھ کو اٹھانے کی سکت نہ رکھتی تھی حکیم و دانا پروردگار نے ایک عجیب و غریب نسخہ یعنی انسان کو تمام عالم کے اجزاء سے خواہ عالم علوی ہو اور خواہ عالم سفلی سب سے اس طرح ترتیب دیا کہ وہ بطور خود جام جہاں نما اور عالم صغیر ہو گیا ؎

عالم کو چھان مارا اپنا پتہ نہ پایا   یعنی بغل میں لڑکا اور شہر میں ڈھنڈورا

تعریف جام جم کی میں نے سنی تو سمجھا   جام جہاں نما ہے خود ہی وجود اپنا

اسی انسان کو خلاصۂ ممکنات اور عالم صغیر کہتے ہیں۔ آیتِ کریمہ میں:۔ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ[2] یعنی اب ہم دکھائیں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں۔ اسی معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ بڑے بڑے عالموں نے پوری وضاحت کے ساتھ اس موضوع کو اپنی کتابوں میں بیان کر دیا ہے فقیر (مؤلف) شیخ اسمٰعیل حقی[3] مؤلف روح البیان کے کچھ اقوال اصل و ترجمے کی صورت میں مختصراً

---

[1] احزاب ع ۹ پ ۲۲ [2] حم سجدہ ع ۶ پ ۲۵ [3] شیخ اسماعیل حقی عالم درشاع عثمانی ساکن برسہ، کثیر التصانیف سنہ ۱۰۶۲ھ - سنہ ۱۱۲۵ھ

marfat.com

پیش کر رہا ہے :۔ دلائل قدرت سے جو کچھ بھی عالم کبیر میں ہے اس کا نمونہ عالم صغیر ہے جو کہ انسان کا جسم ہے
اَیُّهَا الْاِنْسَانُ هَلْ تَزْعَمُ اَنَّكَ جِرْمٌ صَغِیْرٌ وَفِیْكَ انْطَوٰی الْعَالَمُ الْاَکْبَرُ یعنی اے انسان تو سمجھتا ہے کہ تو ایک جسم صغیر ہے؟ درانحالیکہ تجھ میں عالم کبیر سمایا ہوا ہے ؎

سمجھتا ہے تو خود کو جسمِ صغیر — سمایا ہے تجھ میں جہانِ کبیر
مجازی ہے تاروں کی ساری نمود — حقیقت ہے عالم میں تیرا وجود

وہ سب کچھ جو مفصل طریقے سے سارے عالم میں ہے بطور مجمل انسان کی سرشت میں موجود ہے ازروئے صورت انسان عالم صغیر ہے؟ مگر ازروئے صنعت وقدرت انسان کا مرتبہ بالاتر ہے اور وہی عالم کبیر ہے ؎

کیوں ہے ناداں طالبِ دنیا
غور کر خود ہے قالبِ دنیا

انسان کا جسم مثل عرش کے ہے اور نفس مثل کرسی کے اور قلب مثل بیت المعمور کے اور لطائف قلبیہ مثل جنتوں کے اور قوائے روحانیہ مثل فرشتوں کے اور دو آنکھیں اور دو کان اور ناک کے دونوں نتھنے اور دونوں چھاتیاں اور دونوں مخرج (پاخانہ وپیشاب کے) اور منہ اور ناف مثل سات تاروں کے ہیں، تاروں کا حاکم آفتاب ہے اور چاند مدد خواہ ہے سورج سے اسی طرح قوتوں کی حاکم عقل ہے اور قوت گویائی مدد خواہ ہے عقل سے۔ اگر ایک سال میں تین سو ساٹھ دن ہیں تو جسم انسان میں اتنے ہی جوڑ بند ہیں اگر مہینے میں تیس دن ہوتے ہیں تو منہ میں اسی قدر دانت ہیں اگر چاند کی اٹھائیس منزلیں ہوتی ہیں تو منھ میں ——— اٹھائیس مخارج ادائے حروف کے ہیں گوشت مثل زمین کے ہڈیاں مثل پہاڑوں کے مغز مثل معدنوں کے پیٹ مثل سمندر کے آنتیں مثل دریا کے نسیں مثل نہروں کے چربی مثل گیلی مٹی یا گارے کے بدن کے رونگٹے مثل سبزے کے سانس مثل ہوا کے کلام مثل گرج کے آواز مثل کڑک کے رونا مثل بارش کے ہنسی مثل روز روشن کے غم مثل رات کی اندھیری کے نیند مثل مرنے کے جاگنا مثل زندگی کے اور پیدائش مثل ابتدائے سفر کے اور بچپن مثل بہار کے اور جوانی مثل موسم گرما کے اور ادھیڑ عمر مثل فصل خزاں کے اور بڑھاپا مثل جاڑوں کے اور موت مثل اتمام سفر کے عمر کے سال مثل شہروں کے اور مہینے مثل منزلوں کے اور ہفتے مثل کوس کے اور دن مثل میلوں کے اور سانس مثل قدموں کے، ہر سانس جو نکلتی ہے ایک قدم موت کی طرف لے جاتی ہے ؎

عمر بے سیج دم بدم گھٹتی رہی — سمجھے ناداں زندگی بڑھتی رہی

لعاب دہن شیریں ہے، آنسو نمکیں ہیں، کان کا میل بدبودار ہے، سارے جانوروں کی خصلتیں اس انسان میں موجود ہیں، فرشتوں کی معرفت اور صفا، شیطان کا مکر وفریب، شیر کی بہادری، بھیڑیے کی بدنفسی، گدھے

marfat.com

کا صبر، لومڑی کی حیلہ بازی، بلی کی چاپلوسی، اونٹ کا بیر، چوہے کا لالچ، چیونٹی کی ذخیرہ اندوزی، کتے کی وفاداری وغیرہ اس انسان میں موجود ہیں اس کے علاوہ نظر و استدلال اور تمیز اور انواع حرف اور صنعت کاری میں ممتاز ہے بقول :- کُلُّھا آیاتُ اللّٰہِ تعالیٰ فِی اَنفُسِنَا فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحسَنُ الخَالِقِین یعنی یہ سب نشانیاں ہیں خود ہماری ذات میں پس کیا ہی برکت والا ہے اللہ جو بہترین خالق ہے ۔

اے خوشا آدمی کہ مشتِ خاک ــ ہے عیاں تجھ پہ رازِ ہفت افلاک
سربسجدہ ہوئے ترے آگے ــ یہ فرشتے بہ علم و با ادراک
سب ہیں تیرے غلام حلقہ بگوش ــ آتش و آب اور باد و خاک

جب یہ عجیب و غریب شان کی تخلیق یعنی انسان اس کمال و خوبی اور اس تمام آراستگی و جمال اور حسن تقویم کے ساتھ کارخانۂ اتقان حضرت مبدع سبحان یعنی اللہ سے بازار امکان میں ظہور پذیر ہوا یعنی پیدا ہوا تو پروردگار جلت قدرتہ نے اس کے سر کو تاج علم سے زینت بخشی اور حکمت کے خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھوں میں دے کر دنیا اور اس کی ہر شئے کے لئے باعث فخر بنا دیا، فرشتوں کو بجز اپنے اظہار تقصیر کے کوئی چارہ نہ رہا تو عرض کیا سُبحٰنَکَ لَا عِلمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمتَنَا، یعنی تو سب سے نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا ۔[۵]

کیا عبادت سے ملک کو فائدہ
فیض عشق آدم پہ جب نازل ہوا

---

۵ البقرہ ۲/۳

marfat.com

حضراتِ عالی قدر (مجددیہ) کا کلامِ جمیل

ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم (خدا کرے دنیا والے ان کے فیوض و برکات اور معارف و انوار سے مستفیض ہوں) کہ ان کی آنکھیں معرفت کے قیمتی سرمہ سے سرگیں اور ان کی بینائی حضرت واجب الوجود کے انوار سے روشن تھیں۔ انھوں نے فرمایا کہ حضرت واجب الوجود کی ذات پاک (جس کے مثل کوئی نہیں) عالم اور اہلِ عالم سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی، کہاں واجب الوجود یعنی خالق مطلق اور کہاں حادث یعنی مخلوق محض ہے

واللہ تیری ذات تو ہے سب سے ماورا — جو کچھ کہا گیا جو سنا ہم نے جو پڑھا
ساری کتاب بھر گئی گزری تمام عمر — اک وصف کا بیان بھی بندہ نہ کر سکا

وہ ذات سبحانہ تعالیٰ بکمال استغنا سے موصوف ہے جیسا کہ خود فرمایا ہے۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ [1] یعنی اللہ کو پرواہ نہیں جہاں والوں کی" اور بندہ عاجز بکمال فقر سے معروف ہے چنانچہ فرمایا ہے وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ [2] یعنی اور تم محتاج ہو"۔ عالم میں جو کچھ بھی ظاہر ہوا اسی کے اسماء و صفات کی تجلیات کا کرشمہ ہے اگر اسماء صفات کی تجلیاں نہ ہوتیں تو عالم کا وجود ہی نہ ہوتا۔ تعین اول جو کہ ذاتِ احدیت جلت عظمتہ میں ہوا ہے وہ تعین حبی ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْلُ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ [3] یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں گنج پنہاں تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں لہٰذا میں نے خلق کو بنایا کہ میری معرفت حاصل کی جائے"۔ اور اس تعلق حبی کا مرکز حقیقت جناب حبیب ربّ العٰلمین سید الانبیاء والمرسلین سیدنا و شفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور کیوں نہ ہو جبکہ روایت کی ابن سعد [4] نے قتادہ [5] سے بطور ارسال کے:۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ کُنْتُ اَوَّلَ النَّبِیِّیْنَ فِی الْخَلْقِ وَاٰخِرَہُمْ فِی الْبَعْثِ یعنی بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سب نبیوں میں اول ہوں تخلیق میں اور آخر میں ہوں ان سے بعثت میں"۔ اور ابو نعیم [6] نے روایت کی اپنی کتاب الحلیہ میں کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ [7] یعنی

---

[1] عنکبوت ۲۹ : ۶ [2] فاطر ۳۵ : ۱۵ [3] الحدیث [4] ابن سعد مصنف الطبقات الکبریٰ متوفی ۲۳۵ھ [5] حضرت قتادہ مشہور راوی و صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم [6] ابو نعیم اصفہانی محدث شافعی ۳۴۰ھ ۔ ۴۳۰ھ

marfat.com

فرمایا کہ میں نبی تھا جس وقت آدم ابھی روح و جسم کے درمیان تھے"۔ اور علامہ قسطلانی [1] اور ملا علی قاری [2] وغیرہ ہم بڑے بڑے علماء نے کہا ہے کہ صحیح حدیثوں سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے محبوب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "اے میرے حبیب اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا [3] اس مفہوم میں خواجہ فریدالدین عطار صاحب پندنامہ کے اشعار کا خلاصہ اور ترجمہ یہ ہے

سرورِ دارین اور گنجِ وفا — ماہِ کامل صدرِ محفل مصطفےٰ
آفتابِ شرع دریائے یقین — نورِ عالم رحمت للعالمین
نور یہ مقصودِ مخلوقات ہے — اصلِ معلومات و موجودات ہے

- آپ کو پیدا کیا اپنے لیے
اور سب تخلیق کی ان کیلئے

اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا محمّدٍ عبدِکَ ورسولِکَ وحبیبِکَ
وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وسلّم

---

[1] علامہ قسطلانی محدث مصر ۸۳۸ھ تا ۹۲۳ھ / ۱۴۳۸ء تا ۱۵۱۰ء [2] ملا علی قاری علامہ ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ / ۱۶۰۵ء

[3] فی معنی ہذہ الروایۃ عن العرباض رواہ فی شرح السنہ ورواہ احمد عن ابی امامہ وعن ابی ہریرۃ ورواہ الترمذی مشکاۃ ربع ۴ باب فضائل سید المرسلین

marfat.com

دائرۂ امکان

ساری کائنات کو عالمِ کبیر یا دائرۂ امکان کہتے ہیں اور دائرہ اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ ہر طرف سے برابر ہے کیونکہ دائرہ ایسا ہی ہوتا ہے جس میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا ایک سرا کہاں ہے؟ اس دائرے کے دو حصے ہیں اور ہر حصہ بجائے خود ایک مستقل عالم ہے اوپر آدھا حصہ جو ہے اس کو عالم امر کہتے ہیں اور نچلا آدھا عالم خلق کہلاتا ہے۔ پہلے کو عالم امر اس لئے کہتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے محض ایک امر یعنی حکم سے ظہور میں آیا اس کے وجود میں آنے کی کوئی وقت اور دیری کی حاجت نہ تھی۔

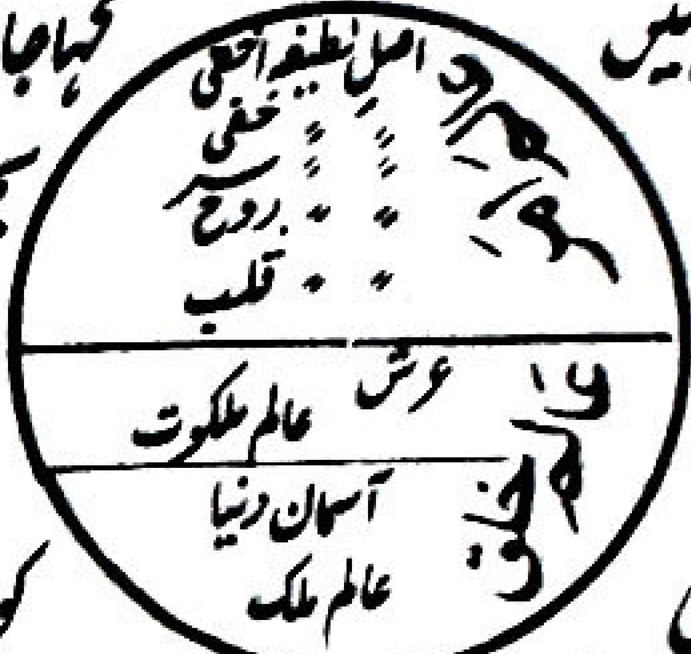

بقولہ تعالیٰ اِنَّمَا اَمْرُہٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ [1] یعنی اس کا حکم یہی ہے کہ جب چاہے کسی چیز کو کہ کہے اس کو ہو جا وہ ہو جاوے۔ یہ آیت اسی بات کی دلیل ہے۔ اصول اور حقائق تمام ممکنات اور سارے جانداروں کی روحیں اسی عالم میں رہتی ہیں اور عالم مثال اور عالم ارواح کا تعلق اسی عالم سے ہے اور یہ عالم نور ہے جو عرشِ مجید کے اوپر واقع ہے لطیفۂ قلب کے اصل مقام سے شروع ہو کر اور لطیفۂ اخفیٰ کے اصل مقام تک پہنچ کر لامکانیت تک تحقیق کیا گیا ہے۔

دوسرے عالم یا عالم خلق کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تخلیق چند اسباب اور علتوں سے وابستہ ہے اور اس کا تعلق مدت اور زمانے سے ہے اور نشو و ارتقا کے قانون کے مطابق ظہور پذیر ہوتا ہے بقولہ تعالیٰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ [2] یعنی بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں۔ یہ ارشادِ ربانی اسی کی طرف اشارہ ہے، اب رہا یہ کہ جن چھ دنوں کا ذکر آیتِ کریمہ میں ہے ان سے کیا مراد ہے؟ آیا اس دنیا کے آباد کی قسم سے یا از قسم: ۔ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّکَ کَاَلْفِ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ [3] یعنی اور ایک دن تیرے رب کے ہاں ہزار برس کے برابر ہے جو تم گنتے ہو۔ یا: ۔ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ [4] یعنی چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں جس کا لمبان پچاس ہزار برس ہے؟ اسے سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا جو بزرگ و برتر ہے۔

---

[1] یٰس ۵ ۳ [2] اعراف ۷ ۸ [3] الحج ۶ ۹

[4] المعارج ۱ ۲

marfat.com

اشخاص اور اجسام تمام ممکنات کے اس عالم میں قرار پاتے ہیں چنانچہ عرش کرسی لوح قلم جنت دوزخ ستارے آسمان زمین فرشتے جنات انسان سارے جاندار پیڑ پودے جمادات ہوا پانی مٹی آگ گرمی سردی وغیرہ سب اسی عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور اس عالم کو عالم اجسام بھی کہتے ہیں یہ عرش سے شروع ہو کر فرش کے آخر تک انتہا کو پہنچتا ہے اور اس عالم کے پھر دو حصے ہیں ایک انتہا نیچے سے لے کر آسمانِ دنیا تک ہے جو عالم ملک (پیش سے) ہے اور دوسرا سمار دنیا سے انتہائے عرش مجید تک یہ عالم ملکوت ہے۔

معلوم رہے کہ عرش مجید عالم خلق میں ہے اور اسی پر عالم خلق کی انتہا ہوتی ہے اور یہ کہ اصل لطیفۂ قلب کا مقام عالم امر سے ہے اور اسی سے عالم امر شروع ہوتا ہے اور وہ خالی جگہ جو اصلِ لطیفۂ قلب کے مقام اور عرش مجید کے درمیان میں ہے وہ برزخ ہے کیونکہ ہر وہ آڑ جو دو چیزوں کے درمیان ہو اسے برزخ کہتے ہیں چنانچہ وہ زمانہ جو موت سے لے کر نشر (قیامت) تک ہے اس کو بھی برزخ اسی لئے کہتے ہیں، کیونکہ وہ دنیاوی زندگی اور اخروی زندگی کے درمیان آڑ ہے۔ اس خلا کے برزخ ہونے میں کلام نہیں، اگرچہ بعض وجوہ سے عرش مجید یا اصل لطیفۂ قلب کا مقام بھی معنوی برزخ ہو سکتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں کے کلام میں برزخ کا اطلاق مذکورہ ہر دو پر کیا گیا ہے (یعنی عرش اور اصل لطیفۂ قلب) حضرت شیخ عبدالاحد قدس سرہ لکھتے ہیں کہ :-

"عرش مجید کے اوپر اور دیگر اصول کے نیچے قلب کی اصل ہے اس لئے قلب کو عالم خلق و عالم امر کے درمیان برزخ کہا ہے کیونکہ خلق کا آخری مقام عرش مجید ہے اور اس وجہ سے کہ عرش عالم خلق کا آخری مقام ہے اور اس کا رُخ امر کی طرف ہے اسے برزخ کہتے ہیں۔"

فقیر مؤلف کہتا ہے کہ ممکن ہے عرش مجید یا اصلِ قلب کے مقام کو برزخ کا نام دینا اس طرح ہو جیسے :- تَسْمِيَةُ الشَّيْءِ بِالْمُتَّصِلِ اَوِ الْمُجَاوِرِ، یعنی کسی چیز کا نام اس کے قریب کی مناسبت پر رکھ دیا جائے اس لئے لِاَنَّهُمَا عَلٰى طَرَفَيِ الْبَرْزَخِ، یعنی وہ دونوں برزخ اِدھر اُدھر واقع ہوئے ہیں۔ بعض لوگ جو کہ ان حضرات کی تحقیقات سے ناواقف ہیں اور ان بزرگوں کے کلام کی حقیقت کو نہیں پا سکے ہیں عالم خلق سے عرش مجید کو خارج کر کے عالم امر میں قرار دیتے ہیں اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بعض بے خبر لوگوں نے عالم خلق کو پورا دائرۂ امکان کہہ دیا ہے اور عالم امر کو دائرۂ ظلال (عکس) قرار دیا ہے اور دائرۂ تجلیات اسمار و صفات کو دائرۂ ظلال کے مقام میں تصور کیا ہے حالانکہ عالم امر دائرۂ امکان میں شامل ہے اور دائرۂ ظلال اس سے مختلف اور ہی شئے ہے جس کی سیر کا تعلق ولایتِ صغریٰ سے ہے اور دائرۂ تجلیات اسمار و صفات

marfat.com

تیسری قسم کا دائرہ ہے جس کی سیر کا تعلق ولایت کبریٰ سے ہے جیسا کہ ان دائروں کے بیان میں آگے آئے گا۔

واضح رہے کہ ہر وہ چیز جو فرش کے نیچے سے لے کر عرش کے اوپر تک عالم خلق میں موجود ہے اس کی ایک حقیقت یا اصل عالم امر میں لازمی طور سے ہوتی ہے چونکہ عالم سارے کا سارا اسماء و صفات اور صفاتِ واجبی کی تجلیات کا مظہر ہے لہٰذا ہر وہ چیز جو عالم میں ظاہر ہوئی ہے یا ہونے والی ہے حضرت واجب الوجود کی بے انتہا صفات میں سے کسی ایک صفت کی تجلی سے وابستہ ہے خواہ یہ وابستگی تجلی صفات کے ساتھ اصالتاً ہو یا بالواسطہ ہو، اس لئے کہ عامہ خلائق کے اصول بہ وجہ فتور و کم ظرفی اور قصور ہمت کے اسماء و صفات کی تجلیات کی تاب نہیں رکھتے بلکہ پہلے تو تجلیات صفاتیہ کے ظلال سے تعلق پیدا کرتے ہیں اور اس ظلال کے انوار سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور قوت پرواز پیدا کر کے خود کو تجلیات کے پردہ سرا تک پہنچاتے ہیں اور جو کچھ کہ اصولِ نفوس ذکیہ و قدسیہ حضراتِ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے پاک و صاف نفسوں کے اصول ہیں، ان کو بہ وجہ اپنی صفائی طبع اور قوتِ جلاء اور استعداد کی بلندی کے ظلال کے واسطے اور مساعدت کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اصالتاً تجلیات سے وابستہ ہوتے ہیں یہ یعنی خواہ تجلی ذاتی کے امتزاج کے بغیر جیسے انبیاء علیہم السلام کے لئے ہے یا امتزاج کے ساتھ جیسے ملائکہ علیہم السلام کے لئے ہے۔

marfat.com

لطائفِ عشرہ

ہمارے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انسان کا خمیر دونوں عالم کے اجزا سے ترکیب پایا ہے اور وہ دس اجزا سے مرکب ہے جن کو لطائف کا نام دیتے ہیں۔ پانچ عالم امر کے ہیں جو کہ قلب و روح و سر و خفی اور اخفیٰ ہیں۔ یہی انسان کا باطن ہے ؎ اور پانچ عالم خلق کے ہیں جو کہ نفس و ہوا و پانی و آگ اور مٹی ہیں۔ یہی انسان کا ظاہر ہے جب حق تعالیٰ جل شانہٗ نے ارادہ فرمایا کہ بارِ امانت و حلہ خلافت انسان ضعیف البنیان کے سپرد کرے تو عالم خلق کے عناصرِ خمسہ کو ان کے اصول کے ساتھ جو کہ عالم امر کے لطائف خمسہ ہیں۔ ان سے معزز و قوی فرمایا۔ ہر اصل کو اپنی فرع کے ساتھ ایک تعلق اور عشق یعنی گہرا لگاؤ بخشا اور بالائے عرش سے اتار کر سینے کے مقام میں جو کہ محل علم و عرفان اور جائے شرح و نور ایمان ہے خاص مقام کے ساتھ کہ اس میں سے ہر ایک کو اس مقام سے نسبت ہوتی ہے متمکن کیا۔

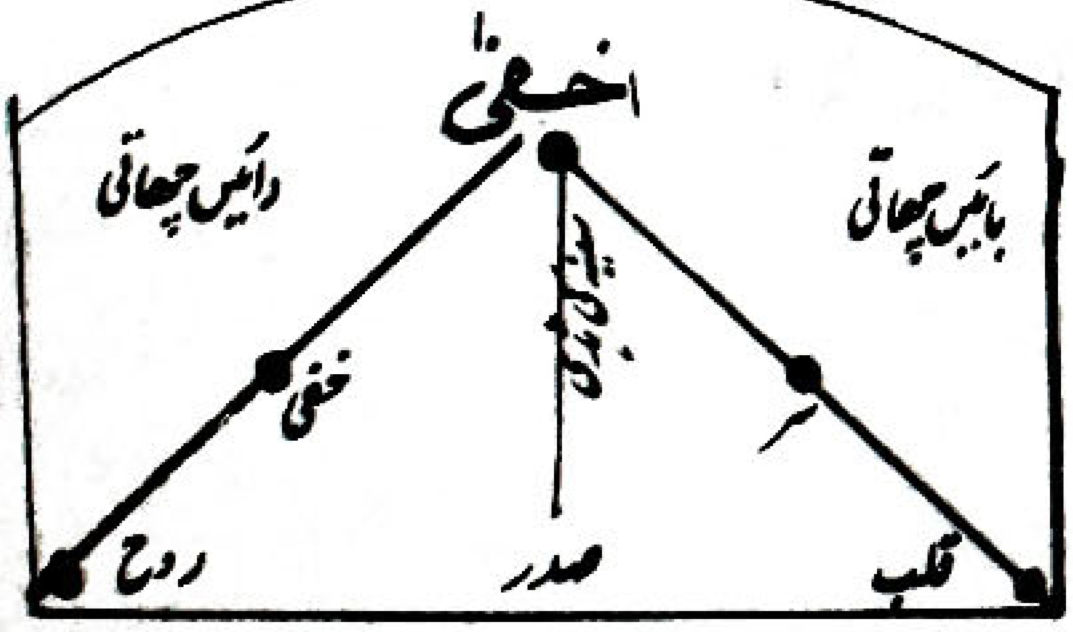

چنانچہ لطیفۂ قلب کو جو کہ لطیفۂ نفس کی اصل ہے بائیں چھاتی کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر مائل بہ پہلو اس گوشت کے لوتھڑے میں جسے قلب صنوبری کہتے ہیں جگہ دی ہے اس کا لقب صنوبری اس لئے دیا گیا ہے کہ صنوبر کے پھل کی طرح دل کی شکل اوندھی ہوتی ہے یعنی چوڑا پیندا اوپر کو اور پتلا سرا یا نوک نیچے کو ہوتی ہے اور قلب کے معنی بھی الٹے کے ہیں) اور لطیفۂ روح جو لطیفۂ باد کی اصل ہے اور اس کا مقام عالم امر میں مقام قلب سے بلند تر ہے اسے اصحاب یمین بنا کر داہنی چھاتی کے نیچے دو انگل کے فاصلہ پر قدرے بہ پہلو جگہ مقرر فرمائی اور لطیفہ سر جس کی اصل لطیفۂ آب ہے اور اس کا مقام عالم امر میں روح سے بلند تر ہے۔ بائیں چھاتی کے برابر میں قلب اور وسط سینہ کے درمیان جگہ دی ہے

؎ القول الجمیل فصل ۶ میں شاہ صاحب نے حضرت مجدد سے منسوب کر کے لکھا ہے کہ محل لطائف میں سے ہر عضو میں نبض کے مانند حرکت ہے جس کو حضرت ممدوح اس حرکت کی محافظت اور اس حرکت کو اسم ذات خیال کرنے کا امر کرتے ہیں اور شفاء العلیل اردو ترجمہ کتاب مذکور کے فائدے میں اس موقع پر وضاحت میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا قول نقل کیا ہے کہ مشائخ مجددیہ جب القائے توجہ کرتے ہیں تو توجہ لینے والا اس حرکت کو محسوس کرتا ہے نیز دیکھئے مکتوب دوم شاہ غلام علی قدس سرہٗ۔

marfat.com

اور لطیفۂ اخفیٰ کو جس کی اصل لطیفۂ خاک ہے اور اس کا مقام عالم امر میں مقام خفی سے بلند تر ہے اور جو لطائف امر میں حسین و جمیل تر ہے اور حضرت اطلاق یعنی اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب ہے وسط سینہ جو کہ مرکز ہے اور حضرت اجمال سے پوری مناسبت رکھتا ہے جگہ دی ہے۔ یہ پانچوں لطیفے چونکہ اپنی فروع کے معین و مددگار ہوئے اور سینہ یعنی مقام صدر میں جگہ پائی لہٰذا انسان کا مرتبہ جمیع مخلوقات سے بلند ہوا اور عالم کبیر میں ایک عالم اکبر ظہور پذیر ہوا۔

دونوں عالم ہیں تری قیمت کہا پھر بھی ارزاں ہے ابھی دام اور بڑھا

حضرات کرام فرماتے ہیں کہ عالم امر کے لطائف خاص انوار ہیں ہر ایک کا نور علاحدہ ہے ۱؎ قلب کا نور زرد ہے روح کا سرخ۔ سر کا نور سفید ہے۔ خفی کا سیاہ اور اخفیٰ کا نور سبز ہے جبکہ انسان مورد انوار و موضع اسرار ہو گیا تو حلۂ خلافت اس کے جسم پر آراستہ فرمایا اور علم و دانش کے تاج سے اس کے سر کو زینت بخشی اور وہ اوصاف خداوندی سے متصف ہو گیا اور بارِ امانت اٹھانے کے لائق ہو کر" زمین پر اللہ کا ظل اور عالموں میں اس کا خلیفہ یعنی نائب قرار پایا"

جب لطائف عشرہ کی ہیئت وحدانی کا مرتبہ علم و فضل اور قوت و کمال میں تمام مخلوقات عالم سے بلند ہوا تو وہ (فرشتے) اپنی بات پر کہ: اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يَّسْفِكُ الدِّمَآءَ ۲؎ یعنی کیا آپ اس زمین میں ایسا انسان بنائیں گے جو خون خرابہ کرے گا" سے شرمندہ ہو کر: سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۳؎ یعنی تو نرالا ہے ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے سکھایا" کہتے ہوئے اس (آدم) کے آگے سر بسجدہ ہو کر اس کے فضل و شرف کا اعتراف کرنے لگے، یہ ہے انسان کی اصل اور یہ ہے حقیقت مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ ۴؎ کی یعنی جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا" اور یہ ہے بیان اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ ۵؎ کا یعنی بے شک اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے" پیر ہرات حضرت عبد اللہ انصاری قدس سرہ ۶؎ فرماتے ہیں کہ " وحدت صفت ہے اس ذات باکمال کی اور قدرت اس کی عظمت و جلال کی دلیل ہے جب اس نے چاہا کہ اپنی قدرت کو دیکھے تو عالم کو پیدا کیا اور جب چاہا کہ خود کو یعنی اپنی صفت کو دیکھے تو آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا۔"

چاہا جب اس نے اپنے تماشے کو بر ملا آدم کی مشتِ خاک میں جلوہ نما ہوا

۱؎ ان لطائف کے رنگ کلی طور پر متحقق نہیں ہیں جیسا کہ مکتوبات شریف میں اشارہ ملتا ہے ۲؎ و ۳؎ البقرہ ۳۰ ۳۲
۴؎ قول منسوب بہ حضرت علی ۵؎ عن ابی ہریرۃ رواہ متفق علیہ مشکوٰۃ ربع ۳ باب ما لا یضمن من الجنایات ۶؎

marfat.com

اور یہ مقام تذکیر و عبرت ہے آیتِ کریمہ میں کہ وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [1] یعنی اور کیا خود تمہارے اندر تم کو سوجھ نہیں؟ یعنی کیا تم نہیں دیکھتے اپنی آنکھوں سے آیاتِ عظیمہ و اسرارِ لطیفہ اور انوارِ عجیبہ اور لطائفِ شریفہ کو جن کی جائے قیام خود تمہارے سینے ہیں جو تمہیں ودیعت فرمائے گئے پس ہے کوئی کان دھرنے والا اور ہے کوئی قلب ذاکر اور روح شائق اور سر تقوی والا اور خفی خضوع والا اور اخفی اخشوع والا۔

جبکہ عالم امر کے لطائف خمسہ اپنے مقام کی اصل سے دور جا پڑے اور انسان کے اندھیرے ڈھانچے میں اپنی فروغ کے ساتھ مل جل گئے اور عشق و محبت کے سلسلہ سے انسانی پیکر میں قید ہو گئے تو اپنی نورانیت اور چمک دمک کھو بیٹھے اور لطائف خلق کی طرح بے نور ہو کر رہ گئے۔

آخری تخلیق آدم کی ہوئی — پھر بھلا بیٹھا مقام بندگی
مرتے دم تک ہو نہ جس کو آگہی — ہو گا کیا محروم تر اس سے کوئی

یہ پانچوں نورانی لطیفے حقیقت میں ولایت کے پانچ درجات ہیں اور ہر درجہ اللہ تعالیٰ کی بے عیب ذات تک پہنچانے کا راستہ ہے چونکہ بندوں کا رشد و ہدایت منحصر ہے حضرات انبیاء و رسل (علیہم السلام) کی ذات پر لہٰذا وہی راستہ راہِ ہدایت ہے جو کہ ان مقدس حضرات کا اختیار کردہ اور طے کردہ ہے اور یہ لطائف خمسہ وہ پانچ مسلک یا طریقے ہیں جن پر چل کر انبیائے اولوالعزم مقام ولایت اور مقصود کو پہنچے ہیں (ان مسلکوں کی تفصیل نیچے آتی ہے)

(۱) **پہلا مسلک** لطیفہ قلب ہے اور وہ عالم امر کا پہلا مقام ہے اور عالم خلق سے قریب ترین ہے، اس لطیفہ کا تعلق و ربط صفتِ تکوین کی تجلی سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفتِ اضافیہ ہے اور وہ صفت ہے فعل و خلق و تخلیق و ایجاد و احداث و اختراع کی۔ تمام ممکنات کا وجود میں آنا اسی صفت سے متعلق ہے یہی وجہ ہے کہ لطیفہ قلب کی اصل کے مقام کو قلب کبیر اور حقیقت جامعہ انسانی کہتے ہیں۔ اس لطیفہ شریفہ کو عالم امر کے دوسرے لطیفوں کے لئے بطور بنیاد اور اصل یعنی جڑ کے قرار دیا ہے اور لطائف امر کے کاموں کا دار و مدار اسی لطیفہ جامعہ کی صفائی اور جلا پر ہے اور اس لطیفہ شریفہ کا مقام انسان کے جسم میں قلب صنوبری میں واقع ہوا ہے اور جسم کی اصلاح و فساد اسی کی صلاح و فساد سے وابستہ ہے جیسا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب روایت ابن ماجہ [2] وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلُحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ اَلَا وَهِیَ الْقَلْبُ یعنی جان رکھو کہ بے شک جسم کے

---

[1] الذاریات ۵۱ آیت ۲۱ [2] ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ قزوینی محدث متوفی ۲۷۳ھ

marfat.com

اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم صالح ہے اور اگر وہ خراب ہوا تو سارا جسم فاسد ہو گیا خبردار ہو، کہ وہ قلب ہے۔ عالم خلق کے لطائف میں لطیفۂ نفس کا تعلق در ربط لطیفۂ قلب کی اصل کے ساتھ ہے جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، لہٰذا لطیفۂ نفس عالم خلق کے دوسرے لطائف کے لئے بمنزلہ خلاصہ و نچوڑ کے ہے اسی وجہ سے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے صاحبزادگان تصفیۂ قلب کے بعد تزکیۂ نفس کی کوشش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دوسرے لطائف کا تصفیہ ان ہی دونوں لطائف رئیسہ کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے مگر حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کا طریقہ تفصیلی ہوا کرتا تھا وہ یہ کہ سارے لطیفوں کے تصفیہ کی فرداً فرداً کوشش کرتے تھے۔ اس لطیفۂ قلب کو حضرت آدم ؑ کے زیر قدم کہتے ہیں کیونکہ اس راہ کے سب سے پہلے سالک وہی ہوئے ہیں لہٰذا وہ شخص جس کا وصول جناب قدس میں اس راہ سے ہوتا ہے وہ آدمیُ المشرب کہلاتا ہے اسے ولایت کے درجاتِ پنجگانہ میں سے ایک درجہ کی سیر کی لیاقت ہو جاتی ہے۔

(۲) مسلکِ دوم یہ لطیفۂ روح ہے جس کا تعلق در ربط صفاتِ ثبوتیۂ الٰہیہ کی تجلی سے ہوتا ہے اور صفتِ تکوین جو کہ صفتِ اضافیہ ہوتی ہے اس کی بہ نسبت یہ درجہ حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس سے بقدر ایک قدم قریب تر ہوتا ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا وصول الی اللہ اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا ہے۔ اس لئے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیر قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اس راہ سے ہوتا ہے اسے ابراہیمیُ المشرب کہتے ہیں۔ اس کو درجات پنجگانہ ولایت میں سے بقدر دو درجہ استعداد حصول ہو جاتی ہے۔

(۳) مسلکِ سوم لطیفۂ سر ہے جس کا تعلق وارتباط شیونات ذاتیۂ الٰہی کی تجلیات سے ہوتا ہے اور جو صفات ثبوتیہ کی بہ نسبت ایک قدم حضرت ذات سے قریب تر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصول اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا ہے اس لئے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیر قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اس راہ سے ہوتا ہے اسے موسویُ المشرب کہتے ہیں اس کی استعداد حصولِ درجات پنجگانہ میں سے تین درجے کی ہوتی ہے۔

(۴) مسلکِ چہارم لطیفۂ خفی ہے جس کا تعلق در ربط صفات سلبیۂ تنزیہیہ کی تجلی سے ہوتا ہے اور شیونات ذاتیہ کی بہ نسبت حضرتِ ذات سے بقدر ایک قدم قریب تر ہو جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصول اس لطیفہ کی راہ سے ہوا تھا اس لئے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیر قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اسی لطیفہ کی راہ سے ہوتا ہے اُسے عیسویُ المشرب کہتے ہیں اور اس کی استعداد حصول درجات پنجگانہ میں سے چار درجے پر ہوتی ہے۔

marfat.com

اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم صالح ہے اور اگر وہ خراب ہوا تو سارا جسم فاسد ہو گیا خبردار ہو، کہ وہ قلب ہے :۔ عالم خلق کے لطائف میں لطیفۂ نفس کا تعلق و ربط لطیفۂ قلب کی اصل کے ساتھ ہے جیساکہ پہلے مذکور ہوا، لہٰذا لطیفۂ نفس عالم خلق کے دوسرے لطائف کے لئے بمنزلہ خلاصہ و نچوڑ کے ہے اسی وجہ سے حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کے صاحبزادگان تصفیۂ قلب کے بعد تزکیۂ نفس کی کوشش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ دوسرے لطائف کا تصفیہ ان ہی دونوں لطائف رئیسہ کے ضمن میں حاصل ہوتا ہے مگر حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کا طریقہ تفصیلی ہوا کرتا تھا وہ یہ کہ سارے لطیفوں کے تصفیہ کی فرداً فرداً کوشش کرتے تھے۔ اس لطیفۂ قلب کو حضرت آدمؑ کے زیر قدم کہتے ہیں کیونکہ اس راہ کے سب سے پہلے سالک وہی ہوئے ہیں لہٰذا وہ شخص جس کا وصول جناب قدس میں اس راہ سے ہوتا ہے وہ آدمیُ المشرب کہلاتا ہے اسے ولایت کے درجاتِ پنجگانہ میں سے ایک درجہ کی سیر کی لیاقت ہو جاتی ہے۔

(۲) مسلکِ دوم یہ لطیفۂ روح ہے جس کا تعلق و ربط صفاتِ ثبوتیۂ الٰہیہ کی تجلی سے ہوتا ہے اور صفتِ تکوین جو کہ صفتِ اضافیہ ہوتی ہے اس کی بہ نسبت یہ درجہ حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس سے بقدر ایک قدم قریب تر ہوتا ہے حضرت نوح اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کا وصول الی اللہ اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا ہے۔ اس لئے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیر قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اس راہ سے ہوتا ہے اسے ابراہیمیُ المشرب کہتے ہیں۔ اس کو درجاتِ پنجگانۂ ولایت میں سے بقدر دو درجہ استعداد حصول ہو جاتی ہے۔

(۳) مسلکِ سوم لطیفۂ سر ہے جس کا تعلق و ارتباط شیونات ذاتیۂ الٰہی کی تجلیات سے ہوتا ہے اور جو صفات ثبوتیہ کی بہ نسبت ایک قدم حضرت ذات سے قریب تر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصول اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا ہے اس لئے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیر قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اس راہ سے ہوتا ہے اسے موسویُ المشرب کہتے ہیں اس کی استعداد حصولِ درجاتِ پنجگانہ میں سے تین درجے کی ہوتی ہے۔

(۴) مسلکِ چہارم لطیفۂ خفی ہے جس کا تعلق و ربط صفات سلبیۂ تنزیہیہ کی تجلی سے ہوتا ہے اور شیوناتِ ذاتیہ کی بہ نسبت حضرتِ ذات سے بقدر ایک قدم قریب تر ہو جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وصول اس لطیفے کی راہ سے ہوا تھا اس لئے اس لطیفہ کو ان ہی کے زیر قدم کہتے ہیں اور جس کا وصول اسی لطیفہ کی راہ سے ہوتا ہے اُسے عیسویُ المشرب کہتے ہیں اور اس کی استعداد حصول درجاتِ پنجگانہ میں سے چار درجے پر ہوتی ہے۔

marfat.com

(۵) مسلک پنجم لطیفۂ اخفٰی ہے جس کا تعلق وارتباط شانِ جامع کی تجلی سے ہوتا ہے جو مثل برزخ کے ہے مرتبۂ تنزیہیہ اور احدیت مجردہ کے درمیان، یہ لطیفۂ شریفہ جو سارے لطیفوں میں حسین وجمیل ترین ہے، حضرت اطلاق سے قریب ترین ہے سینہ کے وسط میں جسے حضرتِ اجمال کے ساتھ پوری مناسبت ہے قائم ہے حضرت خاتم الانبیاء والمرسلین محبوب رب العلمین سیدنا وشفیعنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا وصول اسی لطیفۂ شریفہ کی راہ سے ہوا تھا۔ اسی لئے جس شخص کا وصول اسی راہ سے ہوتا ہے اسے محمدی المشرب کہتے ہیں۔ اس کو تمام مراتب پنجگانۂ ولایت کی استعداد حاصل ہو جاتی ہے ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ یعنی یہ اللہ ہی کا فضل ہے وہ جسے چاہے دے۔

مشربوں کا مختلف ہونا اور مسلکوں کا متعدد ہونا بندوں کی آسانی کے لئے ہے اس وجہ سے کہ بندوں میں قوتیں اور ہمتیں مختلف ہوتی ہیں اور یہ پروردگار کی بے انتہا مہربانی ہے بقولہ تعالیٰ۔ لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَۃً وَّمِنْھَاجًا وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ [۱] یعنی ہر ایک کو تم میں دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کرتا لیکن تم کو آزمایا چاہے اپنے دیے حکم میں سو تم بڑھ کر لو خوبیاں۔"

معلوم ہو کہ مقصود تک وصول کے لئے ان پانچوں طریقوں میں سے ہر ایک کافی وافی ہے اگرچہ یہ سب فضل وشرف اور درجات کے فرق میں مختلف ہیں بقولہ تعالیٰ۔ تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ مِنْھُمْ مَّنْ کَلَّمَ اللّٰہُ وَرَفَعَ بَعْضَھُمْ دَرَجٰتٍ [۲] یعنی وہ سب رسول ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ہم نے فضیلت بخشی ہے وہ کہ جن سے اللہ نے کلام کیا اور بلند کیا ان میں سے بعض کو درجات میں۔" اگرچہ لامکانیت سے قریب تر شرف میں بالاتر ہیں دو مرتبہ پانے والے اور وہ ممتاز ہیں ایک مرتبہ پانے والوں سے اسی طرح تین والے دو والوں سے اور چار والے تین والوں سے اور پانچ والے چار والوں سے اور مراتب کا تعین اور مراتب کی تخصیص وہبی یعنی خدا کی دین ہے۔ کسب وکوشش کو اس میں اختیار نہیں ہے (اللّٰھُمَّ) مگر یہ کہ سخت ریاضت اور پیر کامل کی کشش زائد ہو۔ یہ دولت کا معاملہ ہے اب جسے پہنچ جائے۔

یہ پانچوں طریقے اور مراتب مثل بہشت بریں کے آٹھ دروازوں کے ہیں کہ ہر دروازہ مجلس رضا واوج قبول میں داخلے کے لئے کافی وافی ہے۔ ہر دروازہ ایک خاص گروہ کے لئے مقرر ہے بعض ایسے لوگ ہیں جو دو دروازوں کے حقدار ہیں کچھ تین اور کچھ اس سے بھی زیادہ کا استحقاق رکھتے ہیں یہاں تک کہ

---

[۱] المائدہ ۷ ع ۱۱ [۲] البقرہ ۳۳ ع ۵

marfat.com

بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کے لئے آٹھوں دروازوں پر خوش آمدید کہا جائے گا سردارِ دو جہاں سید الانس وجان صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ من کان من اھل الصلوٰۃ دعی من باب الصلوٰۃ و من کان من اھل الجھاد دعی من باب الجھاد ومن کان من اھل الصدقۃ دُعی من باب الصدقۃ ومن کان من اھل الصیام دعی من باب الریان فقال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ یارسول اللہ ما علی احد یدعی من تلک الابواب من ضرورۃ فھل یدعی احد من تلک الابواب کلھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم وارجو ان تکون منھم یا ابابکر ہ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ یعنی جو نمازی ہوں گے، وہ باب صلاۃ سے مدعو کئے جائیں گے جو مجاہد ہوں گے وہ باب جہاد سے جو اہلِ زکاۃ ہوں گے وہ باب صدقہ سے جو روزہ دار ہوں گے وہ باب الریان (یعنی سیرابی) سے مدعو ہوں گے، پس پوچھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہ یارسول اللہ کسی کے لئے ضروری تو نہیں ہے کہ وہ سب دروازوں سے بلایا جائے لیکن کیا کوئی ایسا بھی ہوگا جو کہ ان سارے دروازوں سے مدعو کیا جائے۔ پس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں ۔ مجھے امید ہے کہ تو ان ہی میں سے ہوگا اے ابوبکر (الحدیث) اللہ جسے چاہے اپنی رحمت اس کے لئے مخصوص کردے۔

معلوم ہو کہ ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من برکاتہم نے جو لطائف خمسہ کی ولایت کو حضرات انبیائے اولوالعزم سے منسوب کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو قربت سالک کو ان لطائفِ خمسہ میں حاصل ہوتی ہے وہ تابع ہے اور ظل ہے اس قرب کا جو انبیاء علیہم السلام کو مقامِ ولایت میں حاصل ہوا ہے۔ ان حضرات انبیا کے مقامِ نبوت کی شان ہی اور ہے کہ اس کے مقابلے میں ولایت کے علوم و معارف کو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے ایک خط میں لکھا ہے کہ کسی لطیفے کا کسی نبی کے زیرِ قدم ہونا اس معنی میں ہے کہ بہتیری صفتوں میں سے کوئی ایک صفت حقیقتاً تربیت یافتہ ہے اس نبی کی (علیہ السلام) اور اس حقیقت کی جزئیات بہت ہوتی ہیں۔ کہ ان میں سے ایک جزئیہ سالک کا مربی ہے الخ۔ اس کلام کی تشریح اس طرح پر ہے کہ حق تعالیٰ جل مجدہٗ کا غنائے ذاتی مسلم ہے۔ اللہ تعالیٰ و تقدس عالم واہلِ عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتا اور جو کچھ بھی ظہور پذیر ہوتا ہے سب اس کے اسماء وصفات کی تجلیات کا کرشمہ ہے کہ جس کے توسط سے ہر وقت اور ہر جگہ نئی فتوحات اور فیوضات تمام کائنات کو پہنچتی ہے چونکہ عالم پورے کا پورا شروع سے آخر تک اسماء، وصفاتِ واجبی کا مظہر ہے لہٰذا افرادِ انسان میں سے ہر فرد لامحالہ حق تعالیٰ و تقدس کی غیر

marfat.com

متناہیہ صفات ہیں سے کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہے اور ہر صفت بطور ایک کلی کے ہے جس کی بہت سی غیر متناہیہ جزئیات ہوتی ہیں کیونکہ ہر صفت کی بے شمار تجلیاں ہیں اور ہر تجلی کے بے حد ظلال ہوتے ہیں اور ہر ظل کے بے حد و پایاں نقاط ہوتے ہیں۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کا تعلق وارتباط کلیات سے ہے اور ان کی تربیت ان ہی کلیات سے ہوتی ہے مگر سارے انسانوں کا ربط و تعلق ظلال اور نقاطِ ظلال سے ہوتا ہے جو کہ بمنزلہ جزئیات ہوتے ہیں، اور ان کی تربیت ان جزئیات سے ہوتی ہے چنانچہ باری تعالیٰ کی صفت تکوین جو کہ منشا و مصدر افعال ہے وہی صفت رب یعنی مربی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی اور ان کی تربیت اسی صفت تکوین سے ہوئی اور جس شخص کی تربیت اس صفت کی جزئیات سے ہوتی ہے وہ جزئی اس شخص کے تعین کا مبداء ہوتا ہے اور اسے آدمی المشرب کہتے ہیں۔ اس کی ولایت حضرت آدم علیہ السلام کے زیر قدم ہوتی ہے اور اس کا وصول الی اللہ لطیفۂ قلب کی راہ سے ہوتا ہے۔ اور حضرت نوح و حضرت ابراھیم علیہما السلام کی تربیت صفاتِ ثبوتیہ سے ہے خاص کر صفتِ علم جو کہ اجمع صفاتِ ذاتیہ ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت شیون ذاتیہ سے ہوئی اور شان کلام ان کی رب ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تربیت صفات سلبیہ سے ہوئی جو موطنِ تقدیس و تنزیہہ ہے۔ اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی تربیت جامع صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات سے ہوئی ہے جو کہ ان کمالات کے دائرے کا مرکز ہے اور مرتبۂ صفات و شیونات کی تعبیر شانِ علم سے یوں مناسب ہے کہ یہ شان عظیم الشان جامع جمیع کمالات ہے جن لوگوں کی تربیت ان مقامات کی جزئیات سے ہوتی ہے وہ جزئیات ان لوگوں کے تعینات کی مبداء ہوتی ہیں

اور ان لوگوں کے مشارب ابراھیمی یا موسوی یا عیسوی یا محمدی ہوتے ہیں، محمدی المشرب کی سیر کی تربیت قلب سے روح اور روح سے سر، اور سر سے خفی اور خفی سے اخفیٰ اور اخفیٰ سے حضرت احدیت تک شاہراہ مستقیم پر واقع ہوتی ہے کہ عالم امر کے پانچوں مراتب کو ترتیب وار طے کیا ہے ان ہی کے اصول اور پھر اصول اصول میں اسی ترتیب کی رعایت رکھتے ہوئے کام سرانجام ہوتا ہے بخلاف دوسری ولایات والوں کے جو کہ گویا ہر درجے میں نقب کر کے خود کو مطلوب تک پہنچاتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ افعال وصفات و شیونات و تنزیہات اس ذاتِ تعالیٰ و تقدست سے جدا نہیں ہیں اگر جدائی ہے تو ظلال میں ہے پس اس موطن میں واصلان افعال و صفات و شیونات و تنزیہات کو بھی ایک حصہ تجلیات ذاتِ بے چون تعالیٰ و تقدس سے حاصل ہو جائے گا۔ اگرچہ صاحب اخفیٰ بلندی و پستی میں ممتاز ہے۔

marfat.com

معلوم ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا تعلق عالمِ خلق سے ہے اور ان کی دعوت عالمِ خلق کے لئے محدود ہے لہٰذا مکلف اجزائے خلق ہیں جو کہ قالب ہے۔ بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کی تکالیف اور دولتِ دیدار اور حرمان کی بے دولتی سب کی سب خلق سے وابستہ ہے عالمِ امر کو اس سے کوئی تعلق نہیں فرائض اور واجبات اور سنتوں کا تعلق قالب اور اجزائے خلق سے ہے اور اعمالِ نافلہ اجزائے عالمِ امر کا حصہ ہے ــــــ واضح ہو کہ دائرۂ امکان اور دائرۂ ظلال کو ولایت صغریٰ کہتے ہیں اور اس کی سیر کو سیر الی اللہ کہتے ہیں اور اصل مبدأ تعین یعنی دائرۂ ولایتِ کبریٰ و تجلیات اسماء صفات سے لے کر تجلیات ذات وحضرت احدیت مجردہ تک سالک کی سیر کو "سیر فی اللہ" کہتے ہیں اور اس مقام سے رجوع کو "سیر عن اللہ" کہتے ہیں۔

اور معلوم ہو کہ لطائف خمسہ میں سے کسی ایک کی راہ سے وصول کے معنی یہ ہیں کہ ورود فیض اس خاص لطیفے پر زیادہ ہوتا ہے اور جیسی لذت وحلاوت اور طمانیت، اس لطیفۂ شریفہ میں محسوس ہوتی ہے اس طرح کے احوال خصوصی دوسرے لطیفوں میں دستیاب نہیں ہوتے۔ لطائف شریفہ کی تہذیب کے معنی یہ ہیں کہ لطائف اپنے سابقہ کیفیات واحوال کو پہنچ جائیں اور اپنی نورانیت حاصل کریں اور کارخانۂ باطن نئے سرے سے تازہ وروشن ہو جائے۔ ابتدا لطیفۂ قلب سے ہوتی ہے جب لطیفہ اپنی اصل سے آگاہ ہو جاتا ہے تو اس میں آتشِ شوق بھڑک اٹھتی ہے اور وہ اپنے اصل مقام کی طرف پرواز کرتا ہے تاکہ اپنی اصل سے جاملے انتہائے شوق سے ایک شعلہ سا نکلتا محسوس ہوتا ہے جس کو ہمارے حضرات فتح باب کہتے ہیں، رفتہ رفتہ یہ شعلہ قوی تر اور بلند تر ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قفس عنصری سے نکل آتا ہے اور یہی معنی مراد ہیں اس سے جو یہ کہتے ہیں کہ لطیفۂ قالب سے باہر نکل آیا۔ اس وقت لطیفے سے لے کر اس کے اصل مقام تک جو عرش بریں کے اوپر ہے نور سے کشادہ راہ دکھائی دیتی ہے اور بعض کو نور کا ایک منارہ سا معلوم ہوتا ہے تاکہ اپنی اصل سے جا ملے۔ نیز یہ معلوم ہو کہ لطائف کے قالب سے نکل آنے کے وقت سے اور اس کے اصول تک واصل ہو جانے تک اور ان کے ان مواطن میں قیام کرنے کے زمانے میں سالک اپنے لطائف کے انوار اپنے سینہ کے باہر مشاہدہ کرتا ہے اس کو ہمارے حضرات سیر آفاقی کہتے ہیں۔ اور جب لطائف اپنے اصول تک پہنچ جاتے ہیں اور وہاں قیام کر لیتے ہیں تو "سیر انفسی" شروع ہوتی ہے اس وقت سالک جو کچھ بھی انوار واسرار دیکھتا ہے اپنے سینہ کے اندر دیکھتا ہے اور آیت کریمہ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ

marfat.com

یعنی اب ان کو دکھائیں گے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان ہیں"۔ لہ کے راز تک پہنچ جاتا ہے۔

حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ قلب عالمِ امر سے ہے اس کو عالمِ خلق کے ساتھ تعلق و عشق عطا کر کے عالم خلق میں اتارا ہے اور اس گوشت کے لوتھڑے یعنی دل کے ساتھ جو بائیں جانب سینے میں ہے خاص لگاؤ بخشا ہے اس طرح پر جیسے کسی بادشاہ کو مہتر سے عشق پیدا ہو جائے اور وہ اس کی وجہ سے مہتر کے گھر میں نزول کرے اور رُوح جو کہ قلب سے لطیف تر ہے وہ اصحاب یمین سے ہے اور بقیہ تینوں لطائف جو لطیفۂ رُوح سے اُوپر ہیں اور خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا کے شرف سے مشرف ہیں جو چیز جس قدر زیادہ لطیف ہے وہ مقام وسط کے زیادہ مناسب ہے۔ اِلَّا اَنَّ السِّرَّ وَالْخَفِیَّ عَلٰی طَرَفِیِ الْاَخْفٰی اَحَدُھُمَا عَلَی الْیَمِیْنِ وَالْاٰخَرُ عَلَی الشِّمَالِ ۲ہ یعنی یہ کہ سِر اور خفی دو طرف ہیں اخفٰی کے، ان میں سے ایک دائیں جانب اور دوسرا بائیں جانب ہے۔ اور نفس جو اس کا مجاور ہے اس کا تعلق دماغ سے ہے اور قلب کی ترقی وابستہ ہے مقام روح میں اس کے وصول سے نیز روح سے بھی اوپر کے مقام سے۔ اسی طرح روح کی ترقی اور اس کے مافوق کی ترقی وابستہ ہے ان لطائف کے وصول سے مقامات فوقانی سے لیکن یہ وصول ابتدا میں بہ طریق احوال ہوتا ہے اور انتہا میں بہ طریق مقام اور نفس کی ترقی یہ ہے کہ مقام قلب میں بہ طریق احوال ابتدا میں اور بہ طریق مقام انتہا میں پہنچ جائے۔ اور آخر کو یہ لطائف ستہ یعنی چھ لطیفے مقام اخفٰی میں پہنچتے ہیں، اور سب ایک ساتھ عالم قدس میں پرواز کا قصد کرتے ہیں اور لطیفۂ قالب کو خالی چھوڑ دیتے ہیں لیکن پرواز بھی شروع میں بہ طریق احوال اور انتہا میں بہ طریق مقام ہوتی ہے۔ وَحِیْنَئِذٍ یَحْصُلُ الْفَنَاءُ یعنی اس وقت فنا حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہ موت جس کو موت سے پہلے یعنی مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" کہتے ہیں وہ لطائف ستہ کی یہی جدائی ہے لطیفۂ قالب سے" اور لکھتے ہیں (حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ) ضروری نہیں کہ سارے لطیفے ایک مقام میں جمع ہو جائیں اور وہاں سے پرواز کریں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قلب و روح ایک ساتھ ہی یہ کام کرتے ہیں کبھی تینوں اور کبھی چاروں مگر جو پہلے مذکور ہوا، وہ اتم و اکمل ہے اور لکھا ہے کہ لطائف ستہ کی جدائی عالم امر میں ان کے عروج کے بعد بہرحال ان کا خلیفہ اس عالم خلق میں یہی بدن یعنی قالب ہی رہ جائے گا اور ان سب کا کام کرے گا۔ اس کے بعد اگر الہام ہے تو اسی گوشت کے لوتھڑے یعنی قلب صنوبری پر جو کہ حقیقت جامعۂ قلبیہ کا خلیفہ ہے

لہ حم سجدہ ۳۷ ع ۹ ۲ہ قول حضرت مجدد قدس سرہ

marfat.com

اور وہ بات جو کہ حدیث نبوی علیہ الصلاۃ والسلام میں آئی ہے کہ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَهَرَتْ يَنَابِيعُ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ۱؎ یعنی جس نے خالص کردیں اللہ کے لئے چالیس صبحیں پھوٹتے ہیں حکمت کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر۔" مراد اس قلب سے قلب صنوبری ہے واللہ اعلم۔ اور دوسری احادیث میں یہ مراد متعین ہے جیساکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے: اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ عُرُوْضُ غَیْنٍ ۲؎ یعنی بے شک چھاجاتا ہے کبھی کبھی دھندلکا بدلی کا سا (جیسے ماند پڑجانا ہوتا ہے) میرے قلب پر" اس میں قلب سے مراد یہی گوشت کا لوتھڑا ہے نہ کہ حقیقت جامعہ کیونکہ وہ تو قطعاً غین یعنی دھندلکے سے نکل چکا ہے اور دوسری احادیث تقلب یعنی الٹ پلٹ یا قلب کے تغیرات کی بات آئی ہے کہ فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے: قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَیْنَ اُصْبُعَیْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ ۳؎ یعنی مومن کا قلب رحمان (اللہ) کی دونوں انگلیوں کے بیچ (چٹکی) میں رہتا ہے الحدیث۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ کَرِیْشَۃٍ فِیْ اَرْضٍ فَلَاۃٍ ۴؎ یعنی مومن کا قلب صحرا کی زمین میں پر کی طرح سے ہے الحدیث۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِکَ ۵؎ یعنی اے اللہ قائم رکھ میرے دل کو اپنی طاعت میں"

(اب یہاں سے پھر حضرت مجدد صاحب سے نقل ہے) وَالتَّقَلُّبُ وَعَدَمُ الثَّبَاتِ ثَابِتَۃٌ لِھٰذِہِ الْمُضْغَۃِ لِاَنَّ الْحَقِیْقَۃَ الْجَامِعَۃَ لَا تَقَلُّبَ لَھَا اَصْلًا بَلْ ھِیَ مُطْمَئِنَّۃٌ رَاسِخَۃٌ عَلَی الْاِطْمِیْنَانِ وَالْخَلِیْلُ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اِنَّمَا طَلَبَ اِطْمِیْنَانَ الْقَلْبِ اَرَادَ بِہِ الْمُضْغَۃَ لَا غَیْرُ لِاَنَّ قَلْبَہُ الْحَقِیْقِیَّ قَدْ کَانَ مُطْمَئِنًّا بِلَا رَیْبٍ بَلْ نَفْسُہٗ اَیْضًا کَانَتْ مُطْمَئِنَّۃً بِسِیَاسَۃِ قَلْبِہِ الْحَقِیْقِیِّ قَالَ صَاحِبُ الْعَوَارِفِ قُدِّسَ سِرُّہٗ اِنَّ الْاِلْھَامَ صِفَۃُ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّۃِ الَّتِیْ عَرَجَتْ فِیْ مَقَامِ الْقَلْبِ وَاِنَّ التَّلْوِیْنَاتِ وَالتَّقَلُّبَاتِ حِیْنَئِذٍ تَکُوْنُ صِفَاتِ النَّفْسِ الْمُطْمَئِنَّۃِ وَھُوَ کَمَا تَرٰی مُخَالِفٌ لِلْاَحَادِیْثِ الْمَذْکُوْرَۃِ وَلَوْ تَیَسَّرَ الْعُرُوْجُ مِنْ ھٰذَا الْمَقَامِ الَّذِیْ اَخْبَرَ الشَّیْخُ عَنْہُ نَعْلَمُ الْاَمْرَ کَمَا ھُوَ عَلَیْہِ وَلَاحَ صِدْقُ مَا اَخْبَرْتُ بِہٖ وَطَابَقَ الْکَشْفُ وَالْاِلْھَامُ بِالْاَخْبَارِ النَّبَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّ مَا اَخْبَرْتُ بِہٖ مِنْ خِلَافَۃِ الْمُضْغَۃِ وَوُرُوْدِ الْاِلْھَامِ عَلَیْھَا وَصَیْرُوْرَتِھَا صَاحِبَ اَحْوَالٍ وَتَلْوِیْنَاتٍ مِمَّا کَبُرَ عَلَی الْمُتَعَصِّبِیْنَ الْجَاھِلِیْنَ الْقَاصِرِیْنَ عَنْ حَقِیْقَۃِ الْاَمْرِ وَثَقُلَ عَلَیْھِمْ فَمَاذَا یَقُوْلُوْنَ فِیْ اَخْبَارِ النَّبِیِّ بِہٖ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ حَیْثُ قَالَ اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ (الحدیث)

۱؎ غالباً صوفیا کے چلہ یعنی چالیس دن کے کورس کا ماخذ یہی ہے۔

۲؎ ر فی معناہ عن اغر المزنی، مشکوٰۃ ربع ۲ باب الاستغفار والتوبہ ص ۳؎

۳؎

۴؎

۵؎

marfat.com

جَعَلَ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْمُضْغَۃَ، ھِیَ الْقَلْبُ عَلٰی سَبِیْلِ الْمُبَالَغَۃِ وَنَاطَ صَلَاحَ الْجَسَدِ وَفَسَادَہٗ بِصَلَاحِھَا وَفَسَادِھَا فَیَجُوْزُ لِھٰذِہِ الْمُضْغَۃِ مَا یَجُوْزُ لِلْقَلْبِ الْحَقِیْقِیِّ وَاِنْ کَانَ عَلٰی سَبِیْلِ النِّیَابَۃِ وَالْخِلَافَۃِ ۔ لہ یعنی تغیر اور بے ثباتی ثابت ہے اس قلب صنوبری کے لئے کیونکہ حقیقت جامعہ کے لئے تغیر از روئے اصل نہیں ہوتا بلکہ وہ مطمئن اور راسخ ہے طمانیت پر، اور حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام نے جبکہ انھوں نے اطمینان قلب کی خواہش کی تھی اللہ سے تو ان کی مراد اسی گوشت کے لوتھڑے سے تھی نہ کہ اس کے ماسوا سے کیونکہ ان کا قلب حقیقی مطمئن تھا بلاشبہ بلکہ ان کا نفس بھی مطمئنہ تھا قلب حقیقی کی تربیت کی وجہ سے (اور یہ جو) کہا صاحب العوارف لہ قدس سرہ نے کہ الہام صفت ہے نفسِ مطمئنہ کی جو عروج پاتا ہے مقام قلب میں اور بے شک تلوینات و تقلیبات ہوتی ہیں صفات نفسِ مطمئنہ کی ۔ اور وہ بات جیساکہ تم نے دیکھا خلاف ہے احادیثِ مذکورہ کے اور اگر اس مقام سے عروج میسّر ہو جس کی خبر دی شیخ صاحب العوارف نے تو تم کو وہ امر معلوم ہے جیساکہ وہ اس پر وارد ہوتا ہے اور اس بات کی صداقت ظاہر ہے جو ہم نے بتائی اور ہمارا یہ کشف والہام احادیثِ نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام والتحیۃ کے باہم مطابق ہیں اور تم نے یہ بھی جان لیا کہ ہم نے جو خلافۃ مضغہ یعنی قلب صنوبری کے بارے میں بتایا اور اس ورود الہام اور اس کے صاحب احوال ہو جانے کو اور اس کی تلوینات یعنی تغیرات و نیرنگیوں کو تو وہ گراں گزری متعصبوں اور جاہلوں کو جو حقیقت امر کو سمجھنے سے قاصر رہے اور وہ ان کو بہت کھلی ۔ اچھا تو پھر کیا کہیں گے یہ لوگ احادیثِ نبویہ کے بارے میں جیساکہ فرمایا علیہ الصلاۃ والسلام نے کہ بے شک بنی آدم کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ درست رہا تو کل بدن درست رہا اور اگر وہ بگڑ گیا تو جسم بھی بگڑ گیا۔ خبردار ہو کہ وہ قلب ہی ہے (اس میں تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوتھڑے کو ہی قلب کے معنی میں لیا ہے بطور مبالغہ یعنی بہ حیثیت محاورت کے اور منحصر ٹھہرایا ہے اس کے صلاح و فساد پر جسم کے صلاح و فساد کو، پس جائز ہے اسی لوتھڑے کے لئے جو کچھ کہ جائز ہے قلب حقیقی کے لئے اگرچہ بطور نیابت و خلافت کے کیوں نہ ہو۔

اور لکھتے ہیں حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ کہ لطائف ستہ قالب سے جدا ہو جانے اور اس کے مقام قدس میں واصل ہو جانے اور اس کے رنگ میں رنگ جانے کے بعد اگر پھر قالب کی

لہ

لہ صاحب العوارف شیخ شہاب الدین عمر ابن محمد سہروردی جن کی نسبت سے سلسلۂ سہروردیہ منسوب ہے، ۵۳۹ھ تا ۶۳۲ھ

marfat.com

طرف رجوع کریں اور تعلق پیدا کرلیں سوائے جسم کے اور قالب کے حکم میں ہو جائیں اور بعد امتزاج کے پھر ایک قسم کی فنا پیدا کریں۔ اور میت کے حکم میں ہو جائیں اس وقت خاص تجلی سے جلوہ گر ہو جاتے ہیں اور نئے سرے سے زندگی پاتے ہیں اور بہ مقام بقا باللہ متحقق ہوتے ہیں اور اخلاق الٰہی سے آراستہ ہو جاتے ہیں اس موقعہ پر اگر اس کو خلعت عطا کر کے عالم میں پھر لوٹا دیں تو مرتبہ دلو یعنی قربت سے تدلی یعنی واپسی تک پہنچے گا اور مقدمہ تکمیل پیدا ہو جائے گا اور اگر عالم میں واپس نہ لوٹائیں دنو یعنی قربت کے بعد تدلی یعنی رجوع حاصل نہ ہو تو وہ شخص اولیائے عزلت میں سے ہو گا اور طالبوں کی تربیت اور ناقصوں کی تکمیل اس کے ہاتھ سے نہ ہو گی یہ ہے حدیث بدایت و نہایت بہ طریق رمز و اشارت، مگر اس کا سمجھنا بغیر قطع منازل کے مشکل ہے۔

اور لکھا ہے (حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے) کہ یہ رجوع واصل جو کلیت سے واقع ہو دعوت کے کامل ترین مقامات سے ہے یہ غفلت حضور جمع کثیر کے سبب سے ہوتی ہے (حقیقت سے) غافل لوگ اس غفلت سے غافل ہیں اور صاحبانِ حضوری اس رجعت سے ناواقف ہیں یہ مقام تعریف بہ الفاظ مذموم کی قسم سے ہے۔ ہر تنگ خیال کی سمجھ بوجھ یہاں تک نہیں پہنچتی۔ اگر اس غفلت کے کمالات کو بیان کروں تو کوئی بھی حضوری کی آرزو نہ کرے۔ یہ وہ غفلت ہے جس نے خواص بشر کو خواص مَلک پر فضیلت بخشی یہ وہ غفلت ہے جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمتِ عالمیاں بنایا۔ یہ وہ غفلت ہے جو ولایت سے نبوت تک پہنچاتی ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جو نبوت سے رسالت تک پہنچاتی ہے یہ وہ غفلت ہے جس نے اولیائے عشرت کو اولیائے عزلت پر برتری دی یہ وہ غفلت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صدیق اکبر پر سبقت دیتی ہے۔ نَعُدَ مَا كَانَا كَاُذُنَی فَرَسِ [۱] یعنی جبکہ دونوں ایک ڈھب پر مل رہے تھے۔" یہ وہ غفلت ہے کہ صحو یعنی رجوع از حال یا ہوش و آگہی کو سکر یعنی حال و مدہوشی پر ترجیح دی۔ یہ وہ غفلت ہے کہ جس نے نبوت کو ولایت پر فضیلت دی ہے (کم فہموں کے ننگ و عار کے برخلاف) یہ وہ غفلت ہے جس کے سبب سے قطب ابدال پر قطب ارشاد کو فضیلت ہے یہ وہ غفلت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس کی آرزو کرتے تھے جبکہ انھوں نے فرمایا۔ یَا لَیْتَنِی صَحْوَ مُحَمَّدٍ [۲] یعنی کاش کہ ہوتا مجھے صحو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا" یہی وہ غفلت ہے کہ حضوری اس کا معمولی خادم ہے، یہ وہ غفلت ہے

---

[۱]

[۲]

marfat.com

کہ وصول اس کے حصول کا مقدمہ ہے۔ یہ وہ غفلت ہے جو صورتاً تنزل ہے اور حقیقتاً رفعت ہے۔ یہ وہ غفلت ہے کہ خواص کو عوام کے ساتھ مشتبہ بنادیتی ہے اور ان کے کمالات کا گنبد ہوجاتی ہے ۔ اگر اس کی تشریح کرنے لگوں تو بے حساب ہوجائے "

اور لکھتے ہیں (حضرت مجدد صاحب قدس سرہ) کہ اولیاء اللہ کی نمایاں صفت قبۂ بشریت ہے یعنی بشریت ان کے حقائق کا پردہ ہے جس چیز کے تمام لوگ محتاج ہیں یہ بزرگوار بھی محتاج ہیں ان کی ولایت ان کو احتیاج بشری سے بری نہیں کرتی ان کا غصہ بھی عام آدمیوں کے غصہ ہی کی طرح ہوتا ہے جبکہ سید انبیاء علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اَغْضَبُ كَمَا يَغْضَبُ الْبَشَرُ [1] یعنی میں غصہ میں ہوجاتا ہوں جیسے اور بشر غصہ ہوتے ہیں" تو اولیاء کا کیا ذکر؟

اسی طرح یہ بزرگوار کھانے پینے اور بال بچوں کے ساتھ رہن سہن اور موانست میں عام انسانوں کے شریک ہیں طرح طرح کے تعلقات بشریت کے لوازمات سے ہیں یہ نہ عوام سے زائل ہوتے ہیں نہ خواص سے حق تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کی شان میں فرماتا ہے وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَّا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ یعنی ہم نے ان کے جسم ایسے نہیں بنائے کہ کھانا نہ کھائیں۔ اور کفار ظاہر بیں کہتے تھے کہ مَالِ هٰذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ [2] یعنی یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں " پس جس شخص کی نظر اولیاء اللہ کے ظاہر پر پڑی وہ محروم رہا اور دنیا و آخرت کی ناکامی ہی اس کے ہاتھ لگی، اسی ظاہر بینی نے ابوجہل و ابوطالب کو دولتِ اسلام سے محروم رکھا اور دائمی خسران میں لے ڈالا۔ خوش نصیب ہے وہ جس کی نظر اہل اللہ کی ظاہر بینی سے کوتاہ رہی اور اس کی تیز نگاہ ان بزرگواروں کے صفات باطنہ میں اتر گئی اور باطن ہی میں منحصر رہی۔ فَهُمْ كَنِيلِ مِصْرَ بَلَاءٌ لِّلْمَحْجُوبِينَ وَمَاءٌ لِّلْمَحْبُوبِينَ یعنی وہ حضرات اولیاء اللہ مثل نیل مصر کے ہیں جو محجوبوں کے لئے بلا ہے اور محبوبوں کے لئے پانی ہے "

عجب معاملہ ہے۔ صفاتِ بشریہ جس قدر اہل اللہ میں ظاہر ہوتی ہیں عام لوگوں میں اتنی ظاہر نہیں ہوتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ظلمت و کدورت ہموار اور صاف جگہ میں اگرچہ قلیل مقدار میں ہو مگر زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور ناہموار و ناصاف مقام میں گندگی و سیاہی اگرچہ زیادہ مقدار میں ہو لیکن کم لگتی ہے۔ صفات بشریت کی تیرگی عوام کی کلیت میں سرایت کرجاتی ہے اور قلب و قالب و روح تک میں دوڑ جاتی ہے اور خواص میں یہ ظلمت صرف نفس اور قالب میں محدود رہتی ہے اور اخص خواص کا تو نفس بھی اس سے بری رہتا ہے

---

[1]

[2] الفرقان ۷

marfat.com

اور اس کا اثر صرف قالب ہی تک رہتا ہے اور بس۔ اسی طرح یہ ظلمت عوام میں نقصان و خسارے کا موجب ہے اور خواص کے حق میں کمال و تازگی کا سبب ہے خواص کی یہی ظلمت ہے جو عوام کی ظلمتوں کو زائل کرتی ہے ان کے دلوں کا تصفیہ کرتی ہے اور ان کے نفوس کو تزکیہ بخشتی ہے اگر یہ ظلمت نہ ہوتی تو خواص کو عوام کے ساتھ کوئی مناسبت نہ رہتی اور راہِ افادہ و استفادہ مسدود ہو جاتی۔ اس پر لفظ ظلمت کا اطلاق:۔ مَدحٌ بِمَا یُشْبِہُ الذَّم کے طور پر ہوتا ہے یعنی ایسی خوبی جس پر برائی کا شبہ ہوتا ہو بیشتر عوام اہل اللہ کی صفت بشری کو اپنی صفاتِ بشریت کے رنگ میں دیکھتے ہیں اور اس طرح محروم و حرماں نصیب رہ جاتے ہیں غائب کو حاضر پر قیاس کرنا غلط ہے ہر مقام کی خصوصیات علاحدہ اور ہر موقع کے لوازم جدا ہوتے ہیں۔

اور لکھتے ہیں (حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ) کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے اولیاء اللہ کو اس طرح پوشیدہ رکھا ہے کہ خود ان کے ظاہر کو ان کے کمالاتِ باطن کی خبر نہیں ہوتی تو دوسروں کا کیا ذکر؟ ان کے باطن کو جو نسبت مرتبہ بے چونی و بے چگونی کے ساتھ حاصل ہوتی ہے وہ بھی بے چون ہے اور ان کا باطن چونکہ عالم امر ہے لہٰذا اسے بھی بے چونی کا کچھ حصہ ملتا ہے اور ان کا ظاہر جو سراسر چون ہے وہ ان کی حقیقت کو کیا پا سکے بلکہ نفس اگر اس نسبت کے حصول سے انکار کر بیٹھے تو کچھ بعید نہیں لِغَایَۃِ الْجَھْلِ وَعَدَمِ الْمُنَاسَبَۃِ یعنی انتہائی نادانی اور مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے"، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نفس حصول نسبت کو تو جان لے مگر یہ نہ سمجھ سکے کہ اس نسبت کا متعلق کون ہے بلکہ اکثر اس کے متعلق حقیقی کی نفی کرے وَکُلُّ ذَالِکَ لِعُلُوِّ تِلْکَ النِّسْبَۃِ۔ یعنی یہ سب اس نسبت کی بلندی کی وجہ سے ہے اور دُنُو یعنی قربت اپنے ظاہر و باطن سمیت اس نسبت سے مغلوب ہوتا ہے اور دیکھنے جاننے سے کیا گزرا ہوتا ہے وہ کیا جانے کہ کیا رکھتا ہے اور کس سے نسبت رکھتا ہے پس عجز معرفت کے سوا چارہ نہیں، اسی لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اَلْعَجْزُ مِنْ دَرْکِ الْاِدْرَاکِ اِدْرَاکٌ، یعنی شعور کے شعور سے عاجز ہو جانا ہی شعور ہے۔ نفسِ ادراک عبارت ہے نسبت خاصہ سے کہ اس کے ادراک سے عجز ہونا لازمی ہے۔ اِنَّ صَاحِبَ الْاِدْرَاکِ مَغْلُوْبٌ لَا یَعْلَمُ اِدْرَاکَہٗ وَغَیْرُہٗ لَا یَعْلَمُ حَالَہٗ کَمَا مَرَّ، یعنی یہ اس لئے ہے کہ صاحب ادراک مغلوب الحال ہوتا ہے اپنے ادراک کو خود نہیں جانتا اور دوسرے اس کا حال نہیں جانتے جیسا کہ گزر چکا۔

اور لکھا ہے (حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے) کہ الٰہی کیا معاملہ ہے جو اپنے اولیاء کے ساتھ کیا ہے کہ ان کا باطن زلالِ خضر یعنی آب حیات ہے کہ جس نے اس کا ایک قطرہ چکھ لیا وہ حیات ابدی پا گیا اور ان کا ظاہر زہرِ قاتل ہے کہ جس نے اس پر نگاہ ڈالی مرگ دائمی میں پھنسا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ

marfat.com

ان کا باطن رحمت ہے اور ان کا ظاہر زحمت ہے ان کے باطن کو دیکھنے والا ان ہی میں سے ہے اور ان کا ظاہر دیکھنے والا بد عقیدہ ہے۔ یہ لوگ بہ ظاہر جو نما ہیں اور حقیقت میں گندم بخش ہیں دیکھنے میں محض عام انسان ہیں اور باطن کے لحاظ سے فرشتے ہیں۔ صورتاً زمین پر ہیں اور معناً آسمان پر ہیں، ان کے پاس بیٹھنے والا شقاوت سے بری ہے اور ان سے النیت رکھنے والا سعادت مند ہے بقولہٖ تعالیٰ اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللّٰہِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [۱] یعنی وہ ہیں جتھا اللہ کا سنتا ہے! جو جتھا ہے اللہ کا وہی مراد کو پہنچے۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ

ان بزرگوں کے کلام و تحقیقات کا مختصر بیان بقول فَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَالْقَطْرَۃُ تُنْبِئُ عَنِ الْغَدِیْرِ، یعنی جو تھوڑا ہے وہ بہت کی دلالت کرتا ہے اور ایک قطرہ پورے کنوئیں کی خبر دیتا ہے۔ حق تعالیٰ ان حضرات کو بکثرت اجر عنایت کرے کہ جنھوں نے ہم کم ہمتوں کے لئے قریب ترین اور سہل ترین طریقے بتائے جو کہ یقیناً مقصود تک پہنچانے والے ہیں۔ اس راہِ ہدیٰ کے خطوط و نشانیاں امام الطریقہ بہار الحق والدین حضرت سید السادات محمد نقشبند مشکل کشا بخاری قدس اللہ سرہٗ کی تجویز کردہ ہیں جنھوں نے برابر بندرہ دنوں تک سر بہ سجدہ رہ کر جناب الٰہی میں گڑگڑا کر عرض کیا کہ مجھے سہل ترین اور واصل ترین طریقے کی نشاندہی فرمایئے چنانچہ ان کی دعا اوجِ قبول تک باریاب ہوئی اور یہ نقشبندیہ طریقہ شریفہ ان کو عنایت ہوا جس کو کہا گیا ہے۔

کہ اس کی ابتدا ہی میں انتہا ہے ؎

وہ سکہ جو بطحا میں ڈھالا گیا — بخارا کی ٹکسال میں پھر ڈھلا
نہ تحریر سکہ کوئی پڑھ سکا، — بجز نقشبند امامِ ھدیٰ
وہ گوہر کہاں ہے بتا دوں پتا — بخارا کہ ہے معدن اصفیا
سلوک طریقت کی ہر انتہا — رہِ نقشبندی کی ہے ابتدا

حضرت نقشبند قدس اللہ اسرارہ نے فرمایا ہے کہ مجھے وہ طریقہ عنایت کیا ہے جو کہ یقیناً موصل ہے اور اس کا حاصل بہت ہے، اس میں نہ محرومی ہے نہ مجاہدہ، نوازا ہوا ہے اور مطلوب ہے اتباعِ سنت پر اور عزیمت پر عمل اور ذکر خفی اپنا طریقہ ہے۔" حضرت کے خلفاء اور جانشینوں نے ان کے طریقہ شریفہ

---

[۱] المجادلۃ ۳ ع ۹

marfat.com

کو واضح تر و روشن تر کیا اور گزرتے گئے یہاں تک کہ آفتاب کمال آسمانِ ہدایت پر ظاہر ہوا۔ حضرت امام ربانی مجدد الفِ ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس اللہ سرہ نے اس راہِ عظیم المرتبت کو شاہراہ کثیر المنفعت بنا دیا اور انتہائے حد کو پہنچا کر ایک عالم کو منور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

ان بزرگوں نے انتہائے مقصود تک وصول کیلئے چند ضابطے اور قاعدے بنائے ہیں تاکہ سالک ان پر عمل کر کے شاہراہِ محبت الٰہی کو طے کر سکے۔ لہٰذا فقیر مولف نے پہلے ان اصول و کلیاتِ مبارکہ کو بیان کیا ہے۔ اس کے بعد کیفیت سلوک اور ان کے مدارج کا بیان کریگا اور توفیق تو صرف اللہ ہی کی بخشی ہوئی ہے۔ مجھے اسی پر توکل ہے ؎

جو محمل تک اس کی نہ پہنچا گیا
تو کیا غم کہ سنتا ہوں بانگِ درا

marfat.com

دس اصولوں کا بیان

جن کو مقاماتِ عشرہ کہتے ہیں

کہتے ہیں کہ منازل سلوک کے قطع کرنے کا مطلب مقاماتِ عشرہ کو طے کرنا ہے کیونکہ سلوک کی بنیاد ان ہی پر قائم کی گئی ہے۔ وہ مقامات یہ ہیں: پہلا مقام توبہ وانابت کا۔ دوسرا عزلت وریاضت، تیسرا ورع وتقویٰ، چوتھا طاعت وملازمتِ ذکر، پانچواں زہد وقناعت، چھٹا توجہ ورجا، ساتواں صبر وتسلیم، آٹھواں توکل اور پروردگار پر بھروسہ، نواں حمد وشکر، دسواں رضا وخوشنودی قضائے پروردگار جل شانہ وعم احسانہ۔

معلوم رہے کہ جو لوگ سیر سلوکی اور عالم خلق کے لطائف کا تصفیہ مقدم رکھتے ہیں وہ مقامات و مراتب عشرہ کو بالذات قطع کرتے ہیں اور جو لوگ سیر جذبی کو مقدم رکھتے ہیں وہ مقامات عشرہ کو عالم امر کے لطائف کے تصفیہ کے ضمن میں قطع کر لیتے ہیں کیونکہ دائرہ امکان کے ساتھ ساتھ یہ مراتب بھی قطع ہو جاتے ہیں جو وابستہ ہے فنائے قلب سے اور فنائے قلب سے سالک زمرۂ اولیاء میں آجاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ اس زمانے میں چونکہ ہمتیں کم اور قاصر ہیں اور مقامات عشرہ کا پہلا مقام توبہ ہے جس کے حصول کے لئے ایک مدت درکار ہے اگر اس کی تحصیل میں تفصیلی کوشش میں لگے اور اس مدت دراز میں کوئی فتور واقع ہو جائے تو طالب مقصود سے باز رہ جائے گا بلکہ خود مقام توبہ کو بھی انجام تک نہ پہنچا سکے گا اس لئے اجمال پر اکتفا کر کے تفصیل کو آئندہ وقت کے حوالے کرے طریق اجمال سے حصول توبہ کے بعد شیخ کو چاہیئے کہ طالب کی استعداد کے مناسب اس کو تعلیم دے اور اس کے کام پر توجہ رکھے اور اس کے حالات پر نگاہِ التفات ڈالتا رہے، شرائط راہ کے آداب کی اس کو نشاندہی کر دے اور کتاب وسنت کی متابعت اور اقوال ائمہ وآثار سلفِ صالحین کی ترغیب دے اور یہ بخوبی سمجھا دے کہ کشف اور واقعات اگر بال برابر بھی کتاب وسنت کے خلاف ہوں تو ان کا اعتبار نہ کرے بلکہ ان سے متنفر رہے اور عقائد کی درستی کی فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی رائے کے مطابق کرنے کی نصیحت کرے اور احکام فقہ کے ضروری مسائل کی تعلیم اور ان کے موجب عمل کرنے کی تاکید کرے کیونکہ اس راہ میں اعتقادی اور عملی بازدوں کے بغیر پرواز ممکن نہیں ہوتی ۔

marfat.com

نہیں کوئی پا سکتا راہِ صفا بجز پیروئ حبیبِ خدا

اور ایک لقمہ کھانے میں بھی احتیاط کا لحاظ رکھے یہ نہ ہو کہ جو بھی اور جس طرح سے بھی ملے کھا جائے جب تک کہ اس معاملہ میں شریعت غرّا کا فتویٰ نہ معلوم کرلے۔ بہرحال سارے معاملات میں۔ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا [1] یعنی۔ اور جو دے تم کو رسول سو لے لو اور جس سے منع کرے سو چھوڑ دو ؎ اس آیۃ شریفہ کو اپنا نصب العین بنائے رکھے۔

جاننا چاہیئے کہ مقاماتِ عشرہ کا حصول تفصیل و ترتیب کے طور پر سالک مجذوب کے لئے مخصوص ہے جو کہ سیر سلوکی اور عالم خلق کے لطائف کے تصفیہ کو مقدم رکھتا ہے اور مجذوب سالک کا نصیبہ خلاصہ اور بہ سبیل اجمال ہے کیونکہ عنایت ازلی نے اس کو گرفتار محبت بنا رکھا ہے اور مقامات عشرہ کی تفصیل میں جانا اس کے گوں کا نہیں ہے۔ اس کو جذبۂ محبت ہی کے ضمن میں خلاصۂ مقامات بخوبی حاصل ہے جو صاحب تفصیل کو میسر نہیں، واضح رہے کہ سالک مجذوب ہو یا مجذوب سالک دونوں طے منازل اور رفع حجاب کے بعد واصل ہو جاتے ہیں، نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی ترجیح نہیں، چنانچہ دو اشخاص دور دراز ملکوں سے کعبۂ معظمہ پہنچتے ہیں جن میں ایک شخص ایسا ہے جو راستوں کے اینچ پینچ اور کیفیات منازل سے اپنی استعداد کے موافق بخوبی سمجھے بوجھے ہوئے ہے اور دوسرا ہے کہ ان راہوں اور گلیوں کے مناظر سے آنکھیں بند کئے شراب محبت میں مدہوش چلا جا رہا ہے کعبہ تک دونوں ہی پہنچ جاتے ہیں اس میں دونوں برابر ہیں۔ اگرچہ راستہ کی معلومات میں دونوں مختلف ہیں اور یہ بھی معلوم رہے کہ مطلوب تک واصل ہو جانے کے بعد دونوں گروہ (سالک مجذوب، مجذوب سالک) کے لئے جہل لازم ہے خواہ وہ سالک مجذوب ہو جو اہل کشف و معرفت ہوتا ہے یا مجذوب سالک جو ارباب جہل و حیرت سے ہوتا ہے۔ لِاَنَّ الْمَعْرِفَۃَ فِیْ ذَاتِ اللّٰہِ تَعَالٰی جَھْلٌ وَّعَجْزٌ عَنِ الْمَعْرِفَۃِ یعنی یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت جہل ہے اور معرفت سے عاجزی۔

قطع مقامات عشرہ تین تجلیات سے وابستہ ہے اول تجلی افعال جسے محاصرہ کہتے ہیں اور یہ صفت تکوین کی تجلیات ہیں۔ دوم تجلی صفات جسے مکاشفہ کہتے ہیں اور سوم تجلی ذات جس کو مشاہدہ کہتے ہیں مقام رضا کے علاوہ باقی تمام مقامات تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہیں اور مقام رضا تجلی ذات تقدس و تعالیٰ اور محبت ذاتیہ سے وابستہ ہے جس میں لازم ہے کہ محب کے لئے محبوب کا بھیجا ہوا دکھ اور اس کا عطا کردہ انعام دونوں برابر ہوں بس ضروری ہے کہ رضا متحقق ہو اور ناگواری باقی نہ رہے

---

[1] الحشر : ۷

marfat.com

اس کے علاوہ دیگر نو مقامات کا حصول اگرچہ تجلی افعال اور تجلی صفات سے وابستہ ہے مگر ان کے کمال کی حد تک پہنچنا اور فنائے کامل کا حصول تجلی ذات سے وابستہ ہے جب سالک حق سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کاملہ کو اپنے اور اور ساری چیزوں پر مشاہدہ کرتا ہے تو بے اختیار توبہ وانابت کی طرف رجوع کرکے اور گریہ وزاری کے ساتھ عزلت در یاضت میں لگ جاتا ہے اور خوف وڈر کی وجہ سے ورع وتقویٰ کو اپنا شیوہ بنالیتا ہے پھر وہ ہر دم اطاعت الٰہی، اور ذکر شریف کو اپنا شغلہ کرلیتا ہے جس وقت اس کی عظمت وکبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے تو دنیائے دنی اس کی نگاہ میں خوار و بے اعتبار لگنے لگتی ہے اور مجبوراً اسے دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے اور وہ زہد وقناعت اختیار کرتا ہے اور جب اس کی مہربانی ورافت متجلی ہوتی ہے تو مقام توجہ ورجا میں آجاتا ہے اور جب اس کو مولائے نعم جان لیتا ہے اور داد ودہش اور عطاو محرومی اسی کی طرف سمجھنے لگتا ہے تو صبر وتسلیم اس کی خو بنجاتی ہے اور وہ توکل واعتماد کی راہ سے چل کر مقام حمد وشکر میں جا پہنچتا ہے اور مقام رضا اس وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ اسے یعنی سالک کو محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی دکھ سکھ ملے سب کو یکساں قبول کرے۔ کسی چیز سے ناگواری نہ رہ جائے (اصغر گونڈوی کا یہ شعر تقریباً اسی معنی میں ہے)ے

آلام روزگار کو آساں بنادیا   جو غم ہوا اسے غم جاناں بنادیا

اس بلند مقام تک وصول قطع سلوک اور جذبہ ومشاہدہ کے بعد ہوتا ہے مگر حد کمال وفنائے کامل تک رسائی جیسی کہ ہونی چاہیئے وہ تو بہشت بریں میں ہوگی جو پروردگار کے دیدار اور اس کی خوشنودی سے وابستہ ہے صحیحین میں حضرت ابوسعید سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِاَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِيْ يَدَيْكَ۔ فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ فَيَقُوْلُوْنَ وَمَالَنَا لَا نَرْضٰى وَقَدْ اَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ فَيَقُوْلُ اَلَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُوْنَ يَارَبِّ وَاَيُّ شَيْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰلِكَ فَيَقُوْلُ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِيْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهٗ اَبَدًاؔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ فرمائے گا اہل جنت سے کہ اے جنت والو تو وہ کہیں گے کہ جی ہاں میرے رب ساری سعادتیں اور بھلائیاں تیرے ہاتھوں میں ہیں پس فرمائے گا کیا تم اب خوش ہو وہ کہیں گے کیوں نہ خوش ہوں جبکہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو کسی مخلوق کو نہیں ملا تو وہ فرمائے گا کیا میں اس سے بھی بڑھ کر اور کچھ عطا نہ کروں تو وہ کہیں گے کہ اے میرے رب اس سے بھی بڑھ کر اور کیا ہوگا تو وہ فرمائے گا کہ نچھاور کرتا ہوں تم پر اپنی رضامندی اور اب تم سے کبھی ناخوش نہ ہوں گا۔"

ےؔ

marfat.com

واضح رہے کہ مقاماتِ تسعہ (نو مقامات) کا آخرت میں کوئی تصور نہیں وہاں توبہ و انابت کیوں ہونے لگی اور عزلت و ریاضت کس لئے اور ورع و تقوی کا کیا کام ہے۔ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۔ [1] یعنی بقول تعالیٰ اور وہاں ہے جو دل چاہے اور جس سے آنکھیں آرام پاویں ، اس لئے وہاں نہ طاعت نہ ذکر ، زہد و قناعت کی کوئی جگہ نہیں ، تو بہ و رجا کی کیا گنجائش ، صبر و تسلیم کس لئے ، توکل و اعتماد کی کیا حاجت ہاں حمد و شکر کا وہاں وجود رہے گا لیکن وہ تو مقام رضا ہی کا ایک حصہ ہے مقام رضا سے الگ نہیں ہے

نہ تو دائمی زندگی چاہتا ہوں ، نہ دنیا کا میں عیش ہی چاہتا ہوں

مرا دل آرامِ جاں کا نہ طالب ، تو ہو جس سے خوش بس وہی چاہتا ہوں

حق تعالیٰ ہم تہی دستوں کو اور گرے پڑے لوگوں کو ان مراتب بلند اور مقاماتِ ارجمند سے بہت کچھ عطا فرمائے اہل کرم کے لئے یہ کام کوئی مشکل نہیں ، بحرمتہ سید البشر صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

مراتب کمال میں مقام رضا سے آگے کوئی مقام نہیں (اللّٰھُمَّ) سوائے مقام محبت ذاتی کے جو مبرّی ہے تمام نسبتوں اور اعتبارات سے اور جو نصیب خاص ہے محبوب رب العالمین کا (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) یہ دولتِ عظمیٰ محبوب کے ساتھ حسن ظن ہے یہاں تک کہ اگر محبوب اپنے محب کے گلے پر چھری بھی پھیر دے اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تو بھی محب کو اس میں لذت محسوس ہو اور اپنی بھلائی اسی میں تصور کرے۔ اس مقام رضا میں ناگواری کا نام و نشان نہیں رہ جاتا اور اس مقام میں لذت ہی لذت ہے شَتَّانَ بَيْنَ رَفْعِ الْكَرَاهَةِ عَنِ الْفِعْلِ وَبَيْنَ الْإِلْتِذَاذِ عَنِ الْفِعْلِ یعنی کسی فعل سے رفع کراہت اور کسی فعل سے لذت یابی میں کتنا فرق ہے ، اور جائز ہے کہ اس موطن یعنی مقام رضا میں اپنے پس خوردہ کھانے والے خداموں میں سے کسی خادم کو تبعیت ، و ضمنیت اور وراثت کے لئے جگہ عنایت کر دیں۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيزٍ۔

جیسا کہ حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کے بیان سے مستفاد ہوتا ہے۔ نیز آپ نے لکھا ہے کہ کراہت ظاہر رضائے باطن کے منافی نہیں اور ظاہری تلخی حقیقی شیرینی کے خلاف نہیں کیونکہ عارف کامل کے ظاہر اور صورت کو صفات بشریت پر چھوڑ رکھا گیا ہے تاکہ اس کے کمالات کا گردپوش یعنی غلاف ہو جائے اور ابتلاء آزمائش پیدا کر دیتے ہیں اور حق کو باطل کے ساتھ ہم آمیز کر دیا ہے۔ عارف کامل کے اس ظاہر و صورت کو اس کے باطن اور حقیقت کے ساتھ جامہ یکتائی میں تصور کرنا چاہیئے اس لباس کے پہننے والے شخص کی نسبت سے اور

---

[1] الزخرف ۷۱ ، ۴۳

marfat.com

کپڑے کو اس شخص سے کس قدر تعلق ہے، یہ ظاہر ہے، اسی طرح اس کی حقیقت و صورت کی قدر و قیمت میں نسبت ہے۔ عارف کی اس صورت یعنی ظاہری حالت کو بے بصر لوگ پہاڑ کی طرح خیال کرتے ہیں، اور اپنی بے حقیقت صورتوں کے مثل سمجھتے ہیں پھر لامحالہ انکار کر بیٹھتے ہیں اور حرمان نصیبی کماتے ہیں والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ۔ یعنی سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کا اتباع کیا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اختیار کر لی۔

marfat.com

یازدہ

یعنی گیارہ کلمات کی اصطلاح اور اُن کی تشریح

طریقہ شریفہ کی بنیاد گیارہ مبارک کلمات پر ہے جن کو یازدہ کلمات کہتے ہیں۔ ان میں سے آٹھ تو خواجہ خواجگان حضرت عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ سے منقول ہیں اور تین امام الطریقہ سید بہاءالدین نقش بند بخاری قدس سرہ سے اور وہ کلمات یہ ہیں۔ ۱۔ ہوش در دم، نظر بر قدم، سفر در وطن، خلوت در انجمن، یاد کرد، باز گشت، نگہداشت، یادداشت، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقوف قلبی۔ سب کی فرداً فرداً تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔ ہوش در دم یہ عبارت ہے سالک کے بیدار و ہوشیار رہنے سے ہر سانس میں تاکہ کوئی سانس خدا کی یاد سے غفلت میں نہ نکلے انسان دن رات میں چوبیس ہزار یا پچیس ہزار سانس لیتا ہے اور کل کو قیامت کے دن اپنی سانسوں کو دیکھے گا کہ کون سی سانس غفلت میں گزری اس وقت پشیمانی اور حسرت ہوگی۔ فیا طولِ الحسرۃِ ولاتَ حینَ مندم۔ یعنی کیا ہی لمبی ہوگی حسرت اور اس وقت ندامت سے کچھ نہ ہوگا۔ حضرت پیر و مرشد برحق شاہ ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ و افاض علینا من برکاتہ، طالبانِ حق کو بڑی تاکید کیا کرتے تھے کہ دن رات میں پچیس ہزار بار ذکر شریف کیا کریں [۱] تاکہ اپنی سانسوں کے برابر توشہ

---

[۱] چوبیس اور پچیس کی تعداد کی حقیقت یہ ہے کہ طبعی طور پر اوسطاً فی منٹ ۱۷ سانسوں کے در سے شب و روز کی ۲۴×۶۰×۱۷ کل ۲۴۴۸۰ سانسیں اور اوسطاً فی منٹ ۱۸ سانس کی در سے کل ۲۴×۶۰×۱۸ = ۲۵۹۲۰ یعنی تقریباً پچیس ہزار سانسیں ہوتی ہیں چونکہ طبعی تنفس اور ضربات قلب میں تناسب فی منٹ (۱:۴) کا ہے لہٰذا ذکر قلبی بہ لحاظِ تعداد فی منٹ تنفس کے مقابلہ میں چار گنا ہوگا اس طرح تقریباً چھ گھنٹوں میں ۲۴-۲۵ ہزار بار بوجہ ذکر شریف کی تعداد پوری ہوسکتی ہے۔

marfat.com

آخرت ہم پہنچ جائے۔ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ وَالْعَاجِزُ مَنْ اَتْبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰی عَلَی اللّٰهِ الْاَمَانِیَّ[1] یعنی ہوشیار وہ ہے جو محاسبہ کرے اپنے نفس کا اور مرنے کے بعد کے لئے کچھ کر رکھا اور عاجز وہ ہے جس نے خواہش نفس کی پیروی کی اور اللہ سے بے بنیاد امیدیں باندھے رہا"

حضرت عبید اللہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ شریفہ میں حفظ نفس کی بڑی اہمیت رکھی گئی ہے حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ اسرارہ نے فرمایا ہے کہ اس راہ میں بنائے کار نفس یعنی سانس پر ہے اسے ضائع نہ ہونے دیں اور کوشش کریں کہ سانس کے آنے جانے میں غفلت راہ نہ پائے۔ سانس نہ غفلت کی حالت میں داخل ہو اور نہ غفلت میں خارج ہو اور دو سانسوں کے درمیان غفلت کو دل میں راہ نہ ملے اس محافظت کی راہ سے سالک دولت حضوری و آگاہی تک پہنچ جاتا ہے۔ حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہ[2] نے کہا ہے کہ وہ ذکر جو کہ حیوانات کی سانسوں پر جاری ہے ان کی ضروری سانسیں ہی ہیں ان کی سانس کی آمد و رفت میں ھا کی آواز پیدا ہوتی ہے جو اشارہ ہے غیب ھویّت حق تعالیٰ پر، کوئی چاہے یا نہ چاہے یہ حرف شریف پیدا ہی ہوتا ہے پس ہوشمند طالب وہ ہے کہ جسے اس حرف کے تلفظ کے وقت ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کی ہویت ملحوظ رہے۔ سانس کے داخل اور خارج ہونے میں واقف و آگاہ رہے تاکہ حضور مع اللہ کی نسبت میں کوئی فتور واقع نہ ہو تاکہ جہاں بھی جائے یہ نسبت شریفہ بے تکلف اس کے دل میں حاضر رہے بلکہ اس کے دور کرنے میں تکلف ہوے۔

آواز ہائے ہوش کو سن اعتبار کر　　　دار و مدار دل ہے دموں کے شمار پر

معلوم رہے کہ غیب ہویت اہل تحقیق کی اصطلاح میں عبارت ہے ذات پاک پروردگار سے بہ اعتبار لاتعین جس کے کنہ یعنی حقیقت کو علم و ادراک نہیں پہنچ سکتے بعض فاضلوں نے کہا ہے جیسا کہ ذکر کیا ابو البقاء نے کہ اسم جلالہ کا اصل لفظ حرف ھا ہے جو کہ ضمیر غائب ہے جیسا کہ کہا کوئی اہل قواعد نے کہ بے شک واؤ پیش کی کشش کے لئے ہے اور وہ زائدہ ہے اس کے ساقط ہو جانے کی وجہ سے ھما اور ھم میں" سے، تو جب اپنی عقلوں سے اس ذات تقدس و تعالیٰ کا اثبات کیا تو ھا سے اشارہ کیا اور جب جان لیا کہ وہی ذات تقدس و تعالیٰ تمام اشیا کی مالک ہے تو لام ملک کو اس پر اضافہ کر کے لہ کہہ دیا یعنی اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور پھر الف لام معرفہ کا اس پر داخل کیا تو لفظ مبارک اللہ ہو گیا اور اسے اس

---

[1] عن شداد بن اوس رواہ الترمذی و ابن ماجہ، مشکوٰۃ ربع ۴ باب استحباب المال ص۶۲
[2] نجم الدین احمد کبریٰ بعہد ۵۴۰ھ تا ۶۱۸ھ مصنف الاقوال العشر فی التصوف۔ بانی طریقہ کبرویہ

marfat.com

ذات سبحانہ وتعالیٰ پر بطور علم استعمال کیا۔ پاک ہے وہ ذات جس کی ذات وصفات میں عقلا حیرت میں سرگرداں ہیں بوجہ اس کے انوارِ عظیمہ کے حجابات اور جبروت کے پردوں میں ہونے کے، اسی طرح وہ لوگ متحیر ہیں، اللہ کے لفظ سے جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ آیا وہ لفظ اسم ہے یا صفت، مشتق ہے یا جامد، علم ہے یا غیر علم وغیرہ گویا کہ وہ عکس ہے اپنے مسمّیٰ کا کہ کرنیں پھوٹی ہیں ان انوار سے پس قاصر رہ گئیں آنکھیں اہل بصیرت کی اس کے ادراک سے"۔

ہے علم شکارِ ایں و آں بیچاری عقل ہے چکر میں
جو بحرِ محبّت میں ہے سکوں آسودہ ساحل کیا جانے

۲۔ نظر بر قدم

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک راستہ چلتے وقت اپنی نگاہ اپنے پاؤں کے نیچے پر جمائے رکھے تاکہ مختلف چیزوں کے مشاہدہ سے پراگندہ خاطر نہ ہو اور نظر بے جگہ نہ پڑے بقولہ تعالیٰ لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا[1] یعنی زمین پر اکڑتے نہ چلو مارے خوشی کے"۔ اس آیت کا اشارہ اسی معنی کی طرف ہے کیونکہ نظر کا ادھر اُدھر ہونا مَرَحْ یعنی تکبّر سے پھولے نہ سمانا ہے جب نظر پشتِ پا پر جمی رہے گی تو کبر و پندار سے دوری رہے گی، نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ نظر بر قدم عبارت ہے اپنے مشرب کی معرفت سے یعنی سالک کو چاہیئے کہ اپنے احوال اور لطائف پر نظر رکھے کہ کس نبی کے قدم پر رواں ہے۔ اور بھی کہا گیا ہے کہ نظر بر قدم سرعتِ سیر کی طرف اشارہ ہے تاکہ سالک کا قدم راہِ سلوک میں اس کی نظر سے پیچھے نہ رہ جائے جب نظر آگے کہیں پڑتی ہے تو اس کے بعد قدم بھی وہیں پڑتے ہیں، مولانا جامی نے امام الطریقہ کی مدح میں کہا ہے جس کا مفہوم یہ ہے ؎

امام ہدیٰ وہ شہ نقشبند — سدا ہوش در دم نظر بر قدم
رہی آنکھ ہی دمبدم سامنے — نظر آگے آگے قدم سامنے

پہلے معنی مبتدیوں کے احوال کے مناسب ہیں، دوسرے متوسط الحال کے اور تیسرے معنی منتہیوں کے حسب حال ہیں۔

۳۔ سفر در وطن

اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک صفاتِ بشریہ سے صفاتِ ملکیہ میں اور صفاتِ ملکیہ سے صفاتِ الٰہیہ میں سفر کرے اخلاقِ ذمیمہ سے نکل کر اخلاقِ قدسیہ سے جا ملے یہی معنی ہیں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ[2] الحدیث یعنی اپنے اخلاق کو اخلاقِ الٰہی میں ڈھال دو،

---

[1] بنی اسرائیل ۳۷ [2]

marfat.com

کے ، ہمارے خواجگان سیر آفاقی میں جو کہ راہ دور دراز ہے اس میں نہیں پڑتے بلکہ سیر انفسی کے ضمن ہی میں اسے بھی طے کر لیتے ہیں اور سیر آنی کے بجائے سیر کیفی کو اختیار فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ سالک بدایت حال یعنی ابتدا میں اتنا سفر کرے کہ کسی عزیز یعنی پیر کامل کی خدمت میں پہنچا دے اور اس کی خدمت میں ملکہ آگاہی کے حصول میں سعی جمیل کرے ۔ مولانا سعد الدین کاشغری ؒ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ خبیث یعنی بُرا جہاں بھی جائے گا بُرا ہی ہے۔ اس کی خباثت زائل نہیں ہوتی۔ جب تک کہ صفات خبیثہ سے منتقل ہو کر صفات قدسیہ میں نہ آجائے حضرت عبید اللہ احرار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ کسی عزیز یعنی پیر و مرشد کی خدمت میں پہنچ کر دل کے آئینہ کو دنیا کی فضولیات کی صورتوں اور نقوش سے پاک و صاف کرے اور ملکہ و وصف تمکین حاصل کرے ، اور خواجگان کی نسبت حاصل کرے پھر اس کے بعد کہیں بھی جائے اور کہیں بھی رہے کوئی حرج نہیں ؎

گھر بیٹھے روح گرم سفر ہو تو بات ہے
سیر جہاں بغیر بصر ہو تو بات ہے

۴۔ خلوت در انجمن

اس کا مطلب یہ ہے کہ محل تفرقہ یا محفل لوگوں کی بھیڑ بھاڑ میں خلوت خانۂ دل میں غفلت و پراگندگی راہ نہ پاسکے بہ ظاہر خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ رہے یہی مضمون ہے :۔ اَلصُّوْفِیُّ ھُوَ الْکَائِنُ الْبَائِنُ ۔ کا یعنی صوفی وہ ہے جو سب میں شامل رہے اور الگ تھلگ بھی ۔ ؎

بیگانہ وش بظاہر و باطن سے آشنا
ایسا جہاں میں ملتا ہے کم مرد با خدا

یہ دولت ابتدا میں کوشش سے حاصل ہوتی ہے اور انتہا میں بے تکلف اور اس طریقے میں یہ بات نصیب مبتد یاں ہے جو کہ دوسرے طریقوں میں منتہیوں کو حاصل ہو پاتی ہے کیونکہ یہ دولت سیر انفسی میں ہاتھ آتی ہے مگر اس طریقہ میں ابتدا ہی میں ہو جاتی ہے اور سیر آفاقی اسی کے ضمن میں طے ہوتی ہے بخلاف دیگر سلسلوں کے جن میں ابتدا سیر آفاقی سے کرتے ہیں اور انتہا سیر انفسی پر اور اس اعتبار سے اس پر اگر اندراج النہایت فی البدایت کا اطلاق کیا جائے تو ہو سکتا ہے جس کو اس کا ملکہ ہو جائے اس کو عین تفرقہ میں جمعیت حاصل رہتی ہے ۔ اسی کے ساتھ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع بھی کر لیں تو زیادہ بہتر ہے اسی کی طرف روئے سخن ہے باری تعالیٰ کا ۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ؎۲ یعنی پڑھ نام اپنے رب کا

ؒ

؎۲ المزمل ۸

marfat.com

اور جھوٹ یا اس کی طرف سب سے الگ ہو کر "

اور ہمارے حضرات مجددیہ قدس اللہ اسرار ہم نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ صحبت یا سنگت ہے [1] کیونکہ خلوت میں شہرت اور شہرت میں آفت ہے اور صحبت میں جمعیت و عافیت ہے۔ حضرت کبیر الاولیا ر قدس سرہ [2] خلوت در انجمن کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ :- ذکر شریف کا مشغلہ اور اس کا غلبہ واستغراق اس مرتبہ کو پہنچ جائے کہ اگر بازار میں جائے تو بھی کسی کی آواز اس ذکر شریف کے آگے سنائی نہ دے" حضرت احرار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اگر پانچ چھ دنوں تک پوری جدوجہد کے ساتھ ذکر شریف کا شغل اختیار کریں تو اس درجے کو پہنچ جائے کہ آوازیں اور لوگوں کی باتیں جو کچھ بھی کان میں پہنچے ذکر معلوم ہو، قاضی محمد [3] نے حضرت احرار سے نقل کیا ہے کہ ابتدائے سلوک میں ذکر شریف کا مجھ پر اتنا غلبہ تھا کہ اگر ہوا چلتی یا درخت کا پتا ہلتا یا کسی شخص کی آواز میرے کانوں میں پہنچتی سب کو میں ذکر شریف سمجھتا تھا جس شخص کا یہ حال ابتدا میں ہو اس کی انتہا کس کمال کی ہو گی۔ ہمارے حضرات رہبے اور چلے کے بجائے اسی طرح کی صحبت و خلوت پر اکتفا کرتے ہیں جس کا حاصل اسی میں داخل ہے اور آفات سے دور بھی ہے

جس کو ملی اک نظر شمس کی تبریز میں چلہ کشی و دھم اس کے لئے مضحکہ

معلوم رہے کہ بعض اوقات حقوق العباد کی وجہ سے غفلت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ علم العلم کے سبب سے ہوتی ہے اس کو غفلت محمودہ کہتے ہیں کیونکہ وہ درحقیقت باطن کی پراگندگی و تفرقے سے نہیں بلکہ حضور جمع کثیر کی وجہ سے ہے جیسا کہ لطائف عشرہ کے بیان کے آخر میں حضرت مجدد قدس سرہ کے اقوال اس بارے میں نقل کئے جا چکے ہیں اور آیۃ کریمہ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ [4] یعنی وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے،، اسی حالت کی طرف اشارہ ہے،

۵۔ یاد کرد

اس کا مطلب ذکر شریف کے ذریعے غفلت دور کرنا ہے۔ ذکر شریف اسم ذات ہو کہ نفی واثبات، قلبی ہو یا لسانی کسی قسم کا ہو حالت خواب ہو یا بیداری، باتوں میں ہو یا خاموش حرکت میں ہو یا سکون میں مگر ذکر کا سلسلہ نہ ٹوٹے ہے

غافل تو اس کی یاد سے اک لمحہ بھر نہ ہو
ہو جائے کب نگاہ عنایت خبر نہ ہو

---

[1] مثل صحابہ کرام کے جن کا تزکیہ زیادہ تر صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا تھا [2]

[3] [4] النور ۵ ۳۷

marfat.com

واضح رہے کہ ذکر لسانی میں سلسلہ ٹوٹنا ضروری ہے اور قلب و لطائف کے ذکر میں عدم تسلسل کی حاجت نہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الذِّکْرِ، اَیْ بِاعْتِبَارِ الْقَلْبِ وَ اللَّطَائِفِ وَالْقَالَبِ [1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ذکر میں رہتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ قلب و لطائف اور قالب کے اعتبار سے دائم الذکر رہتے تھے" کیا حالت بیداری اور سوتے میں ہر وقت ہر حال میں ذاکر تھے چنانچہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ [2] یعنی ہماری آنکھیں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔ نیز ذکر لسانی مورد کے لحاظ سے قلیل ہوتا ہے حالانکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا [3] یعنی اے ایمان والو یاد کرو اللہ کو بہت سی یاد" اور ذکر قلبی اور سارے لطائف اور تمام قالب ذکر کے غلبے میں بطور مورد کے ذکر سلطان الاذکار کثیر ہوتا ہے اور معلوم رہے کہ مقصود ذکر شریف سے توجہ الی اللہ اور دوام آگاہی و حضوری ہے کہ قلب محبت و تعظیم کے دمعت سے آگاہ و باخبر رہے اگر ارباب جمعیت کی صحبت میں یہ دولت ہاتھ آجائے خلاصہ ذکر اور مقصود حاصل رہے مگر ذکر شریف کرنے سے اس دولت کا حصول بے انتہا ہو جاتا ہے اور معلوم ہو کہ جب تک غفلت کا دور کرنا تکلف و کوشش سے ہو اس وقت تک **یاد کرد** ہے اور جب تکلف باقی نہ رہے اسے **یاد داشت** کہتے ہیں جس کا بیان آگے ہے ۔

دل میں خیالِ غیر کو مت اختیار کر

بے چون و بے چگوں کی محبت شعار کر

۶۔ بازگشت اس کا مطلب یہ ہے کہ کچھ دیر ذکر شریف خواہ اسم ذات کا ہو یا نفی و اثبات کا ہو کرنے کے بعد چند بار بکمال عاجزی و نیاز مندی کے ساتھ عرض و التجا کرے کہ خداوندا میرا مقصود تو اور تیری رضا ہی ہے مجھے اپنی محبت و معرفت عطا کر۔ حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ" اگر سالک صوفی منش اور زاہد ہے تو (لفظ اپنی رضا کے بعد یہ بھی) کہے کہ تیرے واسطے میں نے دنیا و آخرت کو ترک کر دیا ۔

تو دو جہاں میں مرا مدعا مرا مقصود

جیوں تو تیرے لئے اور مروں تو تیرے لئے

واضح رہے کہ ذکر اگر زبان سے کرتا ہے تو مناجات بھی زبان سے کرے اور اگر ذکر قلبی ہے تو مناجات بھی زبان قلب سے ہی کرے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ ہمارے مشائخ نے اس زمانے میں نفی و

---

[1] عن [2] عن [3] احزاب ۳۳ ۴۱

marfat.com

اثبات میں اس طرح بازگشت پر اکتفا کی ہے کہ جب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ رہے ہوں تو ملاحظ مقصود کرتے رہیں کہ میرا مقصود معبود کے علاوہ کوئی نہیں ہے کیونکہ معبود وہی ہے جو مقصود ہو لقولہٖ تعالیٰ اَفَرَئَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـهَهٗ هَوٰهُ [1] یعنی بھلا دیکھ تو جس نے ٹھہرا یا اپنا حاکم اپنی چاؤ کو"۔

۷۔ نگاہ داشت اس کا مطلب یہ ہے کہ ذکر شریف سے جو کیفیت آگاہی اور حضوری کی پیدا ہو اس کی حفاظت کرنا اس طرح سے کہ غیر حق کا کوئی خیال دل میں راہ نہ پائے ؎

سوائے ذکر خدا فکر دو سوسہ کب تک
خدا سے شرم کر د لغو مشغلہ کب تک

حضرت سعد الدین کاشغری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ:- ایک گھڑی یا دو گھڑی (۳ یا ۶ گھنٹے) یا زیادہ جتنا بھی موقع ملے اس میں خدا کے سوا کسی کا خیال دل میں نہ آنے پائے۔ حضرت قاسم خلیفہ حضرت احرار قدس سرہما نے فرمایا ہے کہ ملکہ نگاہ داشت اس درجہ کو پہنچ جائے کہ طلوع آفتاب سے وقت چاشت یعنی تقریباً ایک گھڑی یا تین گھنٹے اغیار کے خیال سے اس طرح دل کی نگرانی رکھے کہ قوت خیال تک اپنے تصرف سے باز رہے۔ ہمارے حضرات مجددیہ نے فرمایا ہے کہ قوت خیال کا اپنے عمل سے باز رہنا اگرچہ آدھی ساعت یعنی ڈیڑھ گھنٹہ ہو بہت بڑی بات ہے اور یہ بات کاملوں کو بھی صرف کبھی کبھی حاصل ہوتی ہے۔ فرمایا ہے کہ دولت آگاہی کی محافظت اس طرح کرنا چاہیئے کہ اسماء و صفات سے بھی غافل ہو کر احدیت مجردہ کو منظور نظر بنائے رکھے ؎

فنا بقا کے لئے ہو کمال ہے تو یہی
بقا وفا کے لئے ہو کمال ہے تو یہی

ہمارے حضرات کا مقصد اس نسبت کے ساتھ توجہ سے ہے جو کہ وادی حیرت کی سرحد اور مقام تجلی انوار ذات ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نگاہ داشت کا مطلب ہے کہ دل کو خطرات سے محفوظ رکھا جائے کلمہ طیبہ کے شغل کے وقت،

۸۔ یادداشت اس کا مطلب ہے یاد کرد، اور یادداشت میں راسخ ہو جانا۔ حضرت احرار اس کی شرح میں بتاتے ہیں کہ یاد کرد عبارت ہے تکلف سے ذکر میں اور بازگشت عبارت ہے رفع تکلف حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ رغبت سے اس طور پر کہ ہر بار کلمہ طیبہ کے بعد

---

[1] الجاثیہ ۱۹ ۲۳

marfat.com

دل میں سوچے کہ خداوندا میرا مقصود تو ہی ہے اور نگاہداشت عبارت ہے اس رجوع کی محافظت سے، اور یاد داشت عبارت ہے رسوخ نگاہداشت سے اور اس معنی میں یاد داشت کا تعلق ذکر شریف سے ہوتا ہے اور جو کچھ خواجہ خواجگان نے یاد داشت کا مطلب لیا ہے تو اس کا تعلق ذکر شریف سے نہیں ہے کیونکہ وہ تو عبارت ہے حق سبحانہ وتعالیٰ کے حضور میں دوام آگاہی سے بطور ذوق کے ۔

ہمیشہ ہر جگہ ہر رزم و بزم میں پیہم
نگاہِ دل رہے محبوب کی طرف ہر دم

بعضوں نے اسے حضورِ بے غیبت سے تعبیر کیا ہے اور بعض اہلِ تحقیق کی تعبیر میں وہ شہود حق کا غلبہ ہے دل پر حب ذاتی کے توسط سے جس کو مشاہدہ کہتے ہیں ۔

ہوئے شوق میں آئینہ بام و در دکھائی دیا تو ہی دیکھا جدھر

معلوم ہو کہ اگر دوام آگاہی اس طرح مستولی ہو جائے کہ کثرتِ کونین اس میں رکاوٹ نہ ڈالے اور اپنے وجود کا بھی شعور باقی نہ رہے تو اس حال کو فنا کہتے ہیں اور جب اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہ جائے تو اس حال کو فنائے فنا یا جمع الجمع یا عین الیقین کہتے ہیں گویا حق تعالیٰ کی تجلی کے سبب چیزوں سے بالکل ہی بے سدھ ہو جانے کا نام فنا ہے ۔

کیا یہ سیر اوج و پستی قرب ہے یا نجات از قیدِ ہستی قرب ہے
دینِ مردانِ خدا ہے نیستی صرف معراجِ فنا ہے نیستی

۹۔ وقوفِ زمانی اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ سالک کو اپنے انفاس یعنی سانسوں کا دھیان رہے ہر وقت پاس انفاس ملحوظ رکھے یعنی یہ کہ حضوری میں یہ سانسیں گزر رہی ہیں یا غفلت میں ۔

احتیاطِ نفس رہے ہر دم کیا خبر دم یہ ہو دم آخر

دوسرے معنی یہ ہیں کہ سالک ہر وقت اپنے احوال سے واقف رہے یعنی طاعت میں شکر ادا کرے اور گناہ ہو جائے تو فوراً معذرت کرے، حضرات مشائخ اس کو محاسبہ کہتے ہیں اور حالت بسط میں شکر اور حالتِ قبض میں استغفار کرنا چاہیئے۔ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ وقوف زمانی راہِ سلوک کا گزارا ہے وہ یہ کہ ہر وقت اپنے احوال سے واقف رہے کہ موجب شکر ہے یا لائق عذر گویا ہر گھڑی محاسبہ کرتے رہیں کہ حضور ہے یا غفلت جب دیکھیں کہ اس میں کمی ہے تو باز گشت کریں یعنی پھر سے عمل دہرائیں ۔

کرو وصل اعدام کی سعی بھی یہ ہے کار ہمت یہ مردانگی

marfat.com

اور فرمایا ہے کہ وقوف زمانی محاسبہ سے عبارت ہے اور محاسبے میں اشارہ ہے اللہ کے اس قول میں، وَانِیبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَہٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ[۵] یعنی اور رجوع ہو اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب" اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:- حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا یعنی اپنا حساب کرو قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے ۵

کامراں طوطی شکرستاں میں ہے
پائے مگس شیرۂ حرماں میں ہے

حضرت مجدد قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ سونے سے پہلے چند بار تسبیح و تحمید و تکبیر یعنی سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا کار محاسبہ انجام دیتا ہے۔ اس طرح بندہ گویا کلمہ تسبیح کی تکرار سے گناہوں سے معذرت خواہ ہوتا ہے اور جناب قدس میں جو قصور سرزد ہوا تقدیس کرتا ہے اور گناہوں کا خاتمہ چاہتا ہے اور استغفار میں گناہ کو چھپانے کی طلب ہوتی ہے تو کہاں استیصال اور کہاں استتار یعنی گناہ کے خاتمے اور اس کی پوشیدگی میں فرق ہے اور کلمہ تحمید کی تکرار سے بندہ شکر کرتا ہے اور کلمہ تکبیر کی تکرار اس حقیقت کا اشارہ ہے کہ جناب قدس باری تعالیٰ بالا و برتر ہے اس سے کہ یہ معذرت اور شکر گزاری اس کے شایانِ شان ہو۔

۱۰۔ وقوفِ عددی یہ عبارت ہے نفی و اثبات سے ہر سانس میں طاق عدد کی رعایت کے ساتھ حبس نفس یعنی دم سادھنا یا سانس روکنا شرط تو نہیں ہے مگر مقید اور مفید ہے کیونکہ حرارتِ قلب اور ذوق و شوق و رقت اور خطرات کا نہ ہونا حبس نفس کے فائدوں میں سے ہے کہتے ہیں کہ ذکر شریف کی سند رعایتِ حبس نفس کے ساتھ حضرت خضر علیہ السلام سے ہوتی ہے اور یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے کیونکہ کیفیات کا حصول اور اسرار کا کشود اور اس کی واقفیت سب اسی ذکر شریف سے ہے۔

فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا یعنی زیادہ تعداد میں یہ ذکر کرنا شرط نہیں ہے مگر جتنا بھی ذکر کرے وقوف و حضور کے ساتھ کرے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو اور جب تعداد اکیس سے بڑھ جائے اور اس ذکر کا اثر ظاہر نہ ہو تو یہ بے حاصلی کی دلیل ہے اور اس ذکر کا اثر یہ ہے کہ نفی کے وقت وجود بشریت منفی ہو جائے اور اثبات کے وقت تصرفاتِ جذباتِ الٰہیہ کے آثار دکھائی دیں اور ہو سکتا ہے کہ مبتدی کی نسبت سے ان آثار کا مطالعہ علم لدنی کا پہلا مرتبہ ہو۔ وَھُوَ عِلْمٌ لَا یُکْتَنَہُ کُنْھُہٗ وَلَا یُقْدَرُ قَدْرُہٗ یعنی وہ ایسا علم ہے جس کی اصلیت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا اور نہ اس کی قدر پر قدرت حاصل کی جا سکتی ہے۔" اس علم

---

۵ الزمر ۵۴ ع ۲

marfat.com

سے بولنے والا آمد سے بولتا ہے۔ اسکے سخن میں رونق اور اس کے چہرے سے مانوسیت اور اس کی سیرت میں عبودیت وشانِ بندگی ظاہر ہوتی ہے۔ نورِ اعظم کی ایک تجلی اس کے دل میں چمکتی ہے اور اس کا چراغ معرفت روشن اور اسرارِ غیبی اس پر منکشف ہو جاتے ہیں جیسا کہ حضرت خضر کو تھا اور اہلِ نہایت یعنی منتہیوں میں یہ اثر ہوتا ہے کہ ذاکر مراتب اعداد کونیہ میں احدیت حقیقیہ کی سرایت سے واقف ہو جاتا ہے چنانچہ تمام اعداد حسابیہ میں واحد عددی ملحوظ رہے ہے

اعدادِ کون وکثرت صورت ہے ظاہری ہر حال میں ہے جلوہ نما کل میں ایک ہی

ہاں کلمۂ طیبہ کے معانی ایک اتھاہ سمندر ہے اس کے بعض اسرار علم لدنی کی مبادیات ہیں اور بعض نہایات

عنقا شکار ہو چکا کھینچو بھی جال کو
ممکن نہیں کہ پا سکو امرِ محال کو

حضرت بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نفی واثبات کے ذکر میں طاق عدد کی رعایت لازمی نہیں سمجھتے تھے

۱۱۔ وقوفِ قلبی

اس کو کئی معنوں پر محمول کیا ہے اول یہ کہ عین ذکر شریف میں حضرت تعالیٰ وتقدس سے ارتباط وآگاہی میسر ہو، دل اس سبحانہ وتعالیٰ سے واقف و آگاہ رہے اور اس کو شہود اور وصولِ وجود بھی کہتے ہیں اور یہ معنیٰ مقولہ یادداشت کی قسم سے ہے۔ دوم یہ کہ ذاکر ذکر شریف کے اثنا میں قلب صنوبری پر متوجہ رہے جو حقیقت جامعہ اور لطیفۂ قلب کی جائے قرار ہے تاکہ یہ لوتھڑا ذکر شریف کے مفہوم سے غافل نہ رہ جائے بلکہ اللہ پاک کا نام بولنے لگے اور یہ معنیٰ مقولہ یادداشت سے نہیں ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ وقوفِ قلبی کا اہتمام ان دونوں مذکورہ معانی کی رعایت کے ساتھ اور وقوف عددسے زیادہ فرماتے تھے کیونکہ ذکر کا مقصود دائمی حضور و آگاہی ہے جو وقوف قلبی میں حاصل ہوتا ہے سوم یہ کہ حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ذاکر دل کا نگراں رہے تاکہ تفرقہ، اور نقوش غیر اللہ کا دل میں گزر نہ ہو سکے اور یہ معنیٰ بھی مقولہ یادداشت سے ہو سکتے ہیں چہارم یہ کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا کہ وقوف قلبی عبارت ہے دل کے آگاہ رہنے سے جناب تقدس وتعالیٰ کے ساتھ اس طرح پر کہ غیر حق کوئی بھی موجود باقی نہ رہ جائے، یہ معنیٰ قلب سے خصوصیت نہیں رکھتے اور نہ اس کا تعلق ذکر سے ہے بلکہ اجزائے نفس سے ہے۔ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ نے لکھا ہے کہ:۔ وقوف قلبی نام ہے قلب کی طرف ایسی توجہ کا کہ دل کی شکل صنوبری یعنی دل کی لحمی بناوٹ اسم ذات (اللہ) کے ساتھ تصور میں نہ آئے۔ یہ توجہ ضرب کے قائمقام ہے جو دوسرے طریقوں کے ذکر میں رائج ومشہور ہے اور لکھا ہے کہ ذات الٰہی کے ساتھ توجہ رکھنے میں اوپر کی جانب نگراں رہے کہ ادھر سے

marfat.com

فیض ملنے کی امید ہے اور جانب فوق کی رعایت پاس ادب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر شے سے بالاتر ہے۔ وقوف قلبی اور مبدأ فیاض کی طرف توجہ ارکانِ ذکر اور طریقہ علیا سے ہے کیونکہ حصول نسبت بغیر اس کے محال ہے حضرت مجدد قدس سرہ سے روایت ہے کہ جس کو ذکرِ قلبی اثر نہ کرے اس کو ذکر سے روک کر خالص وقوفِ قلبی کا حکم کریں اور توجہ بھی دیتے رہیں یہاں تک کہ ذکر اثر انداز ہو جائے۔ معلوم رہے کہ اس ارشاد میں وقوفِ قلبی تیسرے معنی میں ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

وصول کے طریقے

دولت آگاہی وحضوری عبودیت کا سرمایہ ہے اس کے حصول کے لئے ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم نے تین طریقے مقرر کئے ہیں۔ اول رابطہ، دوم ذکر شریف، سوم مراقبہ، ہر ایک کا مختصر بیان کیا جاتا ہے اللہ مجھے اور آپ کو اس چیز کی توفیق دے جسے وہ پسند کرے اور اس سے راضی ہو اور ہمیں مقصود کی انتہا تک پہنچائے۔

آزاد قید تن سے ہو اور ہر خیال سے
رل پائے تب نہایت قرب وصال سے

۱۔ رابطہ

لفظ رابطہ ربط سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں باندھنا۔ حضرات مشائخ کی اصطلاح میں پیر و مرشد برحق کا خیال دل میں باندھنے کو کہتے ہیں وہ پیر جو مقام مشاہدہ پر فائز ہو چکا ہو اور تجلیات ذاتیہ کے ساتھ متحقق ہو چکا ہو کیونکہ اس کا دیدار بقولہ علیہ السلام :۔ هُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ [۱] یعنی وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ کی یاد آجائے۔ کے بموجب ذکر کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی صحبت بقولہ علیہ السلام هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ [۲] یعنی وہ اللہ کے پاس بیٹھنے والے ہیں۔ اور ان کی صحبت اللہ کے ہمنشینوں کی صورت کا اثر دکھاتی ہے جب ایسے عزیز کی صحبت دستیاب ہو تو خود کو اس کے سپرد کر دے اور دل کے آئینہ کو صور کونیہ کی فضولیات سے صاف کر کے نسبت خواجگان حاصل کرے اور جس قدر ہو سکے اس کی صحبت حاصل کرے ۔

صحبت اولیا میں اک لمحہ　　　زھد صد سالہ سے ہے بیش بہا

---

[۱] عن اسماء بنت یزید عن ابن ماجہ و عن عبد الرحمن بن غنم و اسماء بنت یزید رواہ احمد و البیہقی مشکاۃ ربع ۳ باب حفظ اللسان ف
[۲] فی معناہ القدسی عن ابی ہریرۃ رواہ البخاری، مشکاۃ ربع ۲ باب ذکر اللہ ف

marfat.com

اس کا طریقہ یہ فرمایا گیا ہے کہ اپنی نظر پیرو مرشد کے دونوں ابروؤں کے درمیان پیشانی پر جمائے اور تصور کرے کہ سوائے وجود مرشد کے کوئی چیز موجود نہیں ہے اور اپنے کو محو کر کے پیر کے وجود سے متصف ہو جائے جب تک کہ اس کی خدمت میں رہے اسی طرح اس کے رابطہ خیال کو بار بار کرے یہاں تک کہ کیفیت معہودہ اس کا ملکہ بن جائے اور پیر کی عدم موجودگی میں اس کی صورت و خیال قوت خیالی میں محفوظ رکھے (۱) یا پیرو مرشد کی صورت اپنے قلب کے روبرو تصور کرے (۲) یا خانۂ دل کے اندر دیکھتا ہے (۳) یا خود کو شیخ کی صورت میں تصور کرے (۴)۔

ظاہر بین و حقیقت ناشناس لوگ رابطہ اور حفظ صورت شیخ کو نگار خانۂ دل میں یعنی تصور کے عمل میں چون و چرا کرتے ہیں اور بعض بے باک اہل جہالت اسے شرک کہتے ہیں اور بعض بدعت سیئہ بتاتے ہیں ؎

آوارگیٔ فکر نے فرقے بنا دئے
حق کو نہ پا سکے تو فسانے ہی گھڑ لئے

حق تعالیٰ ان کی فہم کو درست کرے عقل صحیح اور بصیرت نافعہ عنایت فرمائے۔ یہ فکر کریں اور سوچیں کہ اولیائے حضرت پروردگار پناہ بخدا شرک کی الائش یا بدعت سیئہ کی گندگی سے کیسے ملوث ہو سکیں گے:۔ اَوَلَا یَنْظُرُوْنَ اَنَّ الْکَرَامَۃَ لَا تَظْھَرُ عَلٰی یَدِ الْفَاسِقِ یعنی کیا وہ یہ نہیں دیکھتے کہ فاسق سے کرامت ظاہر نہیں ہوا کرتی ہے۔ اور ان بزرگواروں کے دست حق پرست سے ہزاروں ہزار کرامات کا ظہور ہو چکا ہے اور ان کے پاک طینت پیروؤں سے اس زمانے تک ظاہر ہوا کرتی ہیں اور انشاء اللہ ہوتی رہیں گی ؎

حقارت سے نہ دیکھو ہرگز ان مٹی کے کوزوں کو
انھوں نے کی ہے خدمت مدتوں جام جہاں بیں کی
میسر قدسیوں کو بھی نہیں اک جرعہ جس مے کا
فقط لکھی گئی قسمت میں وہ رندان مسکیں کی

اسی کے ساتھ فقیر مولف ان بزرگوں کے کلام سے کچھ ایراد کرتا ہے تاکہ ناواقف آگاہ ہوں اور جو آگاہ ہیں وہ خوش اور مستقیم رہیں۔

۱۔ عبدالرزاق و ابن جریر و ابن منذر و ابن حاتم و ابوالشیخ و حاکم نے تفسیر آیۂ کریمہ لَوْلَآ اَنْ رَّاٰی بُرْھَانَ رَبِّہٖ ؎ یعنی اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی ، حضرت ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت یوسف علی نبینا و علیہ السلام نے اپنے والد کی صورت دیکھی۔ حاکم نے اس روایت کو صحیح بتایا ہے اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ابن عباس و سعید و مجاہد و سعید ابن جبیر و ابن سیرین و حسن و قتادہ و ابی صالح و ضحاک و محمد بن اسحاق وغیرہم سے

؎ یوسف ۱۲ : ۲۴

marfat.com

روایت کی ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام کو تصور میں دیکھا کہ دانتوں میں انگلی دابے ہیں۔

۲۔ بقولہ تعالیٰ :- کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [۱] یعنی ہو جاؤ سچے لوگوں کے ساتھ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ کینونت یعنی ہونا عام ہے صورتاً ہو یا معناً۔ ان بزرگوں کی صحبت میں کینونت ظاہری ہے اور ان کی عدم موجودگی میں ان کے خیال شریف کی یادداشت کے ساتھ کینونت معنوی حاصل ہے۔

۳۔ امام ترمذی اپنی کتاب الجامع میں آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا رمبارک روایت کرتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یَّنْفَعُنِیْ حُبُّہٗ عِنْدَکَ ، اَللّٰھُمَّ مَا رَزَقْتَنِیْ مِمَّا اُحِبُّ فَاجْعَلْہُ قُوَّۃً لِّیْ فِیْمَا تُحِبُّ (الحدیث) [۲] یعنی اے اللہ دے مجھے اپنی محبت اور اس کی محبت جس سے مجھے نفع پہنچے تیرے نزدیک، اے اللہ تو نے مجھے وہ کچھ دیا جو میں پسند کرتا ہوں پس اسے میرے لئے بنادے قوت جس میں تیری پسند ہو۔" محبت ارتباط قلب کو کہتے ہیں جو کسی کے ساتھ ہو، اگر اللہ تک پہنچانے والی ہے تو مطلوب ہے اور ظاہر ہے کہ جب تک محبوب کی صورت اور خیالی خلوت خانۂ دل میں قرار نہ پکڑے تو محبت کس طرح ہوگی ؎

میں چشم و دل کو بھلا کیسے دے سکوں تسکیں
کہ دل کو تیری طلب آنکھ دید کی شوقیں

آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتبۂ احسان کا بیان اس طرح فرمایا ہے اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ (الحدیث) [۳] یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس طرح گویا کہ تم اسے آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، اس مرتبۂ عالی کو حاصل کرنے کے لئے جس کو حضرات مشائخ فنا فی اللہ کہتے ہیں ہم مامور ہیں کہ کوئی وسیلہ تلاش کریں بقولہ تعالیٰ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ [۴] یعنی ڈھونڈو اس تک وسیلہ " یہ اللہ تعالیٰ و تقدس کا حکم ہے اور وہ وسیلۂ جلیلہ ذات پاک محبوب کبریائی ہے صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ علیہ، اسی لئے تو ارشاد نبوی ہے کہ: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (الحدیث) [۵] یعنی تم میں کوئی بھی مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں اس کے باپ سے اور اس کی اولاد سے اور سارے انسانوں سے " صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم فرط شوق و محبت سے کسی حدیث شریف کی روایت کرتے

---

[۱]   [۲]   [۳]

[۴] المائدہ ۳۵ [۵] عن انس متفق علیہ، مشکٰوۃ ربع اکتاب الایمان ف

marfat.com

وقت کہا کرتے تھے۔ کَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلٰی رَسُوۡلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یعنی گویا کہ میں (بعد وفات شریف) اب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں [1] اور بعض صحابہ بغایتِ محبت سے روایت میں کہتے تھے کہ قَالَ حِبِّیۡ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعنی فرمایا میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حضرت حسن فرزند حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہم جو کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کم سن تھے، جب سنِ تمیز کو پہنچے اور سمجھدار ہوئے تو اپنے ماموں ھند بن ابی ھالہ جو محبوبِ کبریا کے وصّاف تھے ان سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے بارے میں پوچھا کرتے چنانچہ بیان فرماتے ہیں کہ سَاَلۡتُ خَالِیۡ ھِنۡدَ بۡنَ اَبِیۡ ھَالَۃَ وَکَانَ وَصَّافًا عَنۡ حِلۡیَۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا اَشۡتَھِیۡ اَنۡ یَّصِفَ لِیۡ مِنۡھَا شَیۡئًا اَتَعَلَّقُ بِہٖ [2] (الحدیث) وَقَالَ الۡقَارِیۡ فِی الشَّرۡحِ قَوۡلُہٗ اَتَعَلَّقُ بِہٖ اَیۡ اَتَشَبَّثُ بِذٰلِکَ الۡوَصۡفِ وَاَجۡعَلُہٗ مَحۡفُوۡظًا فِیۡ خِزَانَۃِ خَیَالِیۡ یعنی میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصّاف تھے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھا اور میری خواہش ہوتی کہ مجھ سے کچھ وصف بیان کیا جائے تو میں اسے چمٹا لوں۔ اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری نے کہا ہے کہ مضبوط پکڑ لوں اس وصف کو اور اپنے خزانۂ خیال میں محفوظ کر لوں۔

دل سے نکالو دنیا و عقبیٰ کی ہر ہوس،
اس دل میں یا تو وہ رہے یا اس کی یاد بس

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی فدائیت اور محبت کو ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم نے فَنَا فِی الرَّسُوۡل کہا ہے، اس مرتبہ علیا اور اس عظیم فضیلت کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی واسطہ نکالیں کیونکہ نہر میں پانی دریا کے ذریعے آتا ہے حضرت حسن نے اس کے لئے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ کو تلاش کیا، حضرات تابعین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس دولت بے غایت کے حصول کا ذریعہ اختیار کیا کہ جن کے حق میں ارشادِ نبوی ہے کہ مَنۡ اَحَبَّھُمۡ فَبِحُبِّیۡ اَحَبَّھُمۡ وَمَنۡ اَبۡغَضَھُمۡ فَبِبُغۡضِیۡ اَبۡغَضَھُمۡ [3] یعنی جس نے ان صحابہ

---

[1] (مترجم) واضح ہو کہ تصور رابطہ جس کا بیان اوپر ہوا اس کی مثال و ماخذ صحابہ کے علاوہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے چنانچہ حضور پاک ایک بار وادی الازرق سے گزرے تو صحابہ سے فرمایا کانی انظر الی موسیٰ عن ابن عباس رواہ مسلم، مشکوٰۃ ربع ۴ باب الخلق و ذکر الانبیاء۔ اور صحابۂ کرام سے استناد کا ماخذ غالباً یہ حدیث ہے۔ عن ابن مسعود، رواہ متفق علیہ مشکوٰۃ ربع ۴ باب التوکل [2]

[2]

[3] مترجم: طریق نقشبندیہ میں ذکر قلبی کی تعلیم دی جاتی ہے جس کی تائید ابن عباس کی روایت سے ہوتی ہے کما رواہ البخاری تعلیقاً باب ذکر اللہ فی النفس عن ابی ہریرۃ رواہ متفق علیہ باب ذکر اللہ مشکوٰۃ ربع ۲۔

marfat.com

کرام سے محبت کی تو اس نے میری محبت کی وجہ سے کی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا تو اس نے میرے بغض میں ان سے بغض رکھا" ہر خلف نے اپنے سلف صالح کو جو، ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رُءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ کے زمرے سے ہوئے ہیں اپنا ذریعہ بنا کر اپنے دل میں تخم محبت بو کر تعلق کونین سے خود کو خلاصی دی اور دولتِ حضور و آگاہی تک جو کہ ذات تعالیٰ و تقدس کی تجلی کا پَرتو ہے خود کو پہنچایا ہے۔ ان بزرگواروں کی صحبت و خدمت میں اور ان کی محبت اور حفظِ خیال کی برکت سے تھوڑی ہی مدت میں اس دولت بے غایت تک رسائی حاصل کرتے ہیں ؎

رہِ شوق طے کرادے مری جاں قلندرانہ

کہ دراز و دور تر ہے یہ طریق زاہدانہ

یہی حفظ خیال و تربیت محبت، حب خدا و رسول تک پہنچتا ہے۔ حضرات مشائخ اسی کو تصور اور رابطہ کا نام دیتے ہیں جس سے عجیب و غریب باتیں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ فرمایا ہے کہ تنہا ذکر شریف بغیر رابطہ کے موصل نہیں ہے اور تنہا رابطہ آداب صحبت کی رعایت کے ساتھ البتہ کافی و موصل ہے۔

۲۔ ذکرِ شریف

معلوم ہو کہ ہر وہ عمل جو شریعت غرّا کے مطابق ہو ذکر ہے اگرچہ خرید و فروخت ہی کیوں نہ ہو، پس ساری حرکات و سکنات میں احکام شرعیہ کی رعایت رکھنا چاہیئے تاکہ سب ذکر ہو جائے جیسا کہ آقائی المجدد قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ:۔ عرف عام میں ذکر شریف کا اطلاق تلاوت قرآن مجید و اوراد و وظائف اور احزاب و اذکار پر ہوتا ہے لیکن ہمارے مشائخ قدس اسرارہم کی اصطلاح میں ذکر شریف کا اطلاق اسم ذات پر ورد کا (اللہ) اور نفی و اثبات (لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ) پر ہوتا ہے ابتدا اسم ذات پاک سے کرتے ہیں۔

ذکرِ اسمِ ذاتِ پاک

طالب کو چاہیئے کہ جب پیر و مرشد کے پاس طریقہ شریفہ حاصل کرنے کو حاضر ہو تو اپنے دل کو تمام خطرات و خیالات اور حدیث نفس سے خالی کر کے گزشتہ اور آئندہ کے تمام خیالوں کو دور کرے اور خطرات کو رفع کرنے کے لئے جناب الٰہی میں گڑگڑائے پھر اپنے دل کو دھیان میں لگا کر شیخ کے قلب کے روبرو کرے، نظر جھکائے رکھے، منہ ٹھیک سے بند کر لے اور نوکِ زبان کو شروع تالو میں چپکائے دانت دبائے رہے اور پورے ادب و تعظیم کے ساتھ پیر و مرشد کے ارشاد کے مطابق اسم ذاتِ پاک کے ذکر میں مشغول ہو۔

marfat.com

اول لطیفۂ قلب سے مشغول ہو (اس لطیفے کا محل وقوع لطائفِ عشرہ کے بیان میں گزر چکا ہے) طالب کو چاہیئے کہ اسم شریف کے مفہوم کا لحاظ رکھے یعنی یہ کہ ہم ذات پاک جو موصوف ہے صفاتِ کاملہ سے اور منزہ ہے ہر قسم کے نقص و عیب سے اس پر ایمان لائے مفہوم شریف کو اس طرح لحاظ میں رکھنے کو پرداخت کہتے ہیں۔ اثنائے ذکر میں توجہ و جذبۂ خالص حضرت ذات تعالیٰ و تقدست کے ساتھ رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ ذکر بے توجہ کے وسوسے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور ذکر شریف کے دوران میں چند بار کے بعد بازگشت "ضروری ہے یعنی دل ہی میں یوں کہے کہ خدایا میرا مقصود تو ہی ہے اور تیری رضا ہے۔ اپنی محبت و معرفت عطا کر ؎

میں ترے احسان پر قربان جاؤں

یہ ہی کیا، ہر آن پر قربان جاؤں

اثنائے ذکر شریف میں قلب صنوبری جو کہ محل لطیفۂ قلب ہے اس پر بھی توجہ رکھے رہیں تاکہ وہ گوشت کا لوتھڑا بھی ذکر شریف کے مفہوم سے غافل نہ رہ جائے بلکہ وہ بھی لطیفۂ شریفہ کا ہمراز ہو کر اللہ اللہ بولنے لگے اسی کو وقوف قلبی بھی کہتے ہیں کیونکہ لطائف خمسہ بلکہ لطائف ستہ کے عالم امر کی طرف پرواز اور عالم قدس میں ان کے عروج کے بعد ان لطائف کا خلیفہ یعنی قائمقام یہی گوشت کا لوتھڑا یعنی قلب صنوبری ہوتا ہے جس کے صلاح و فساد پر جسم کا صلاح و فساد منحصر ہے حسب حدیث پاک:۔ اِنَّ فِیْ جَسَدِ بَنِیْ اٰدَمَ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ، یعنی بے شک بنی آدم کے جسم میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک رہا تو سارا جسم ٹھیک ہے اور اگر وہ بگڑ گیا تو سارا بدن بگڑ گیا خبردار رہو وہ یہی دل ہے ۔" اس حال میں ان سب لطائف کا کام یہی مضغہ یعنی قلب صنوبری کرے گا اگر الہام ہے تو اسی پر اور اگر عروض غیبی یعنی کیفیت کا طاری ہونا ہے تو اسی پر ؎

رہو ذکر میں جب تلک جان ہے

صفائی دل ذکر سبحان ہے

جب لطیفہ قلب ذاکر ہو جائے تو ذکر شریف اسم ذات کا لطیفہ دوم یعنی روح سے پھر تیسرے یعنی سر سے پھر چوتھے یعنی خفی سے پھر پانچویں یعنی اخفیٰ سے پھر چھٹے یعنی نفس سے کرے جس کا محل وقوع پیشانی میں ہے پھر سب کے بعد لطیفہ قالبیہ سے ذکر شریف کرے جس کا محل وقوع سارا بدن، سر کے بالوں سے لے کر ناخن قدم تک روئیں روئیں سے اور رگ رگ سے اسم مبارک اللہ سمع خیال میں پہنچنے لگے اس ذکر قالبیہ کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

اے طالب صادق جان توڑ کوشش کرنا چاہیئے تاکہ شاہد مقصود جس کو سنا کرتے تھے اب وہ اپنے پاس

marfat.com

آجائے اور شنید سے دید میں آکر وہ شہود جو کہ لطائف خمسہ کو جسم انسانی کی قید سے پہلے تھا پھر حاصل ہو جائے ہر ایک لطیفہ پھڑک اٹھے تاکہ اوپر یعنی مقام بلند تک راستہ کشادہ اور روشن معلوم ہونے لگے، اس وقت عروج ونزول کے احوال ظہور پذیر ہونے لگتے ہیں عروج کی حالت میں لطیفہ اوپر کی جانب کھنچتا چلا جاتا معلوم ہوتا ہے اور نزول میں محسوس ہوتا ہے کہ تختۂ نورانی اوپر سے نیچے کو رواں ہے جیسا کہ پہلے کہیں بیان ہو چکا ہے اس وقت تک جو کچھ بھی از قسم اسرار و عجائبات عالم ملک و ملکوت کے دیکھنے میں آتے ہیں وہ عالم خلق کی سیر ہوتی ہے جسے سیرِ آفاقی کہا گیا ہے اور جب لطائف اپنے اصول میں فانی ہو کر گھل مل جائیں اور لطیفۂ نفس اصل مقام قلب تک پہنچ جائے تو وہاں ایک جذبہ اور عروج پیدا ہوتا ہے اس وقت عالم امر کی سیر شروع ہوتی ہے۔ جسے سیرِ انفسی کہا گیا ہے اس کے بعد سالک جو کچھ بھی دیکھتا ہے اپنے نفس میں دیکھتا ہے تب بقول تعالیٰ: سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ [1] یعنی ہم دکھائیں گے اپنے نمونے دنیا میں اور آپ ان کی جان میں، کی حقیقت کو پہنچ جاتا ہے۔

معلوم ہو کہ لطیفۂ قلب کے نور کا رنگ زرد، لطیفہ روح کا سرخ لطیفہ سر کا سفید لطیفہ خفی کا سیاہ اور لطیفۂ اخفیٰ کا سبز اور لطیفۂ نفس کا بے رنگ و بے کیف معلوم ہوتا ہے بعض لوگوں کو رنگوں کا فرق نہیں بھی محسوس ہوتا اور اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا [2] حضرت عبدالاحد حضرت مجدد صاحب قدس اللہ اسرارہما سے نقل فرماتے ہیں کہ فجر کی نماز غلس میں یعنی منہ اندھیرے ادا کرنے سے فنائے اخفیٰ کا فائدہ پہنچتا ہے لطائف کے انوار و برکات سے سینہ مَطلعِ انوار و مصدر اسرار ہو جاتا ہے ؎

اٹھیں اس بحرِ بے رنگی سے زنگار رنگ جب موجیں	لباسِ قیس میں ٹھہریں کبھی لیلیٰ کی صورت میں
وہ کیا نکلا حریم ناز سے عالم ہوا درہم	کہ باہر آگیا ہر نقش جو تھا دل کی خلوت میں

سیرِ لطائفِ عالمِ ظلال میں جسے دائرۂ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں

معلوم ہو کہ حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم نے کام کی بنیاد جمعیت و حضور پر رکھی ہے۔ وہ لوگ غیبی اشکال اور صورتوں پر متوجہ نہیں ہوتے کشف و انوار کی زیادہ پروا نہیں کرتے طالب کو چار چیزوں کے حاصل

---

[1] حم سجدہ ۵۳

[2] مترجم: لطائف کے رنگوں میں بعض حضرات مشائخ کے مختلف اقوال بھی ملتے ہیں۔

marfat.com

کرنے کی رغبت دلاتے ہیں۔

جمعیت، حضور، جذبات، واردات

۱۔ جمعیت یہ ہے کہ حریم دل میں فضول خیالات اور وسوسوں کے لئے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ اور ماسوی (اللہ) کا خیال بالکل ہی دور ہو جائے بقول جگر مرادآبادی ؎

آئی جو اس کی یاد تو آتی چلی گئی
ہر نقش ماسوا کو مٹاتی چلی گئی

۲۔ حضور یہ ہے کہ دل ہر وقت اور ہر حال میں مبدأ فیاض کی طرف متوجہ رہے۔ سوتے جاگتے خاموش میں بابات چیت کے دوران غصہ میں یا نرمی میں کَاَنَّہٗ یَرَی اللّٰہَ یعنی گویا کہ وہ اللہ کو دیکھ رہا ہے" کا مصداق ہو جائے ؎

ہر ایک حال میں لو دوست سے لگائے رہو
نگاہِ دل رخِ محبوب پر جمائے رہو

۳۔ جذبات، اس سے عبارت ہے کہ لطائف کی کشش اپنے اصول کی طرف ہو اور وہاں سے دوسرے اصولوں کی طرف:۔ وَھَلُمَّ جَرًّا مِنَ الْاُصُوْلِ اِلٰی اُصُوْلِھَا اِلٰی اَنْ یَّبْلُغَ الْکِتَابُ اَجَلَہٗ یعنی اسی طرح ایک اصول سے دوسرے اصولوں کی طرف بڑھتا جائے مرتے دم تک ؎

آ کر ہماری خاک پہ گیت عشق کے جو گائے
نالے بلند شوق میں ہوں گے مزار کے
صدیوں کے بعد ہو جو گزر میری قبر پر
جاں آئے جسم میں اٹھے خوشبو غبار کے

۴۔ واردات، ان احوال سے عبارت ہے کہ اوپر کی جانب سے قلب پر ایک فیضان ایسا ہوتا ہے جس کی تاب لانا اور برداشت کرنا مشکل ہوتا ہے ؎

تم دل میں ہو تو کون غم دو جہاں کرے
تم جانِ جاں ہو کیا کوئی پروائے جاں کرے
مجھ کو نیاز سے تمھیں فرصت نہ ناز سے
بتلاؤ کون فکر دلِ ناتواں کرے

معلوم رہے کہ جہت فوق کی رعایت شرف کی وجہ سے اور اس جانب میں توجہ کی عادت کی وجہ سے ہے ورنہ حق سبحانہ وتعالیٰ کو دائرہ جہات سے باہر تلاش کرنا چاہیئے اور طریقت میں اس واردات کو عدم اور وجود و عدم کہتے ہیں شروع میں دلِ سالک پر کبھی مہینے میں بہ ورود ہوتا ہے پھر ہفتے عشرے میں رفتہ رفتہ روز و شب میں ایک آدھ بار پھر کچھ دن گزرنے کے بعد متواتر ہوتا رہتا ہے یہاں تک، اتصال تک

marfat.com

پہونچ جاتا ہے۔

لطائف خمسہ کا فنا اور سیرِ انفسی کا کمال دائرۂ ولایت صغریٰ میں جو کہ دائرۂ ظلال اور محلِ ظہور توحید و اسرار معیت ہے حاصل ہوتا ہے۔ امام الطریقہ حضرت نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ بھی دیکھتے ہیں اپنے اندر ہی میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ بھی پہچانتے ہیں اپنے ہی میں پہچانتے ہیں ان کی حیرت ان کے اپنے نفس کے اندر ہی ہوتی ہے بقول تعالیٰ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ[1] یعنی اور خود تمہارے اندر کیا تم کو سوجھ نہیں۔" حضرت مجدد صاحب قدس سرہ اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں[2] "پوچھا تھا کہ ہم نے جس سیر کو نفس سے باہر لکھا ہے وہ کون سی ہے، مراتب عشرہ کی سیر عالم خلق و عالم امر میں، اور ہیئت وحدانی کی سیر انفس میں داخل معلوم ہوتی ہے تو پھر انفس سے ماوراء کی سیر کیا ہے؟ (ان صاحب استفسار کو) معلوم ہو کہ انفس آفاق کی شکل میں ظلال اسماء الٰہی جل سلطانہ ہے جب ظلِ خداوند جل شانہ کے فضل سے خود کو فراموش کر کے اپنی اصل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسے اپنی اصل سے محبت پیدا ہو جاتی ہے تو لامحالہ بحکم اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اسے محبت ہے"۔ خود کو وہی اپنی اصل پائے گا اور اپنی اَنَا یعنی خودی کو اپنی اسی اصل میں ڈال دے گا۔ اور اسی طرح سے چونکہ اس اصل کی بھی دوسری اصلیں ہیں تو اس اصل سے اس اصل میں جاتا جائے گا بلکہ خود کو عین اصل پائے گا اور اسی طرح مسلسل تا آخر یہ سیر ماورائے آفاق و انفس ہے مگر معلوم رہے کہ کچھ لوگوں نے سیر انفسی کو سیر فی اللہ کہا ہے وہ سیر جس کا بیان ہوا اس سیر سے ماوراء ہے جو انھوں نے کہا ہے چونکہ یہ حصولی ہے اور وہ سیر وصولی ہے اور حصول و وصول کا فرق اکثر مکاتیب میں تحریر کیا گیا ہے وہاں سے معلوم کریں" الخ۔

قلب کے دائرہ ولایتِ صغریٰ میں پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ توجہ فوق مضمحل ہو کر شش جہت کا احاطہ کر لیتی ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی معیت بے چونی کو اپنے اور سارے عالم کو محیط کئے ہوئے ادراک بے چون کیساتھ دیکھتا ہے، دوام ذکر و فکر اور غلبۂ شوق و محبت محبوب حقیقی کے لئے پیدا ہو جاتی ہے حضرت قدس کے ساتھ جذب و توجہ کا اظہار ہوتا ہے دل کا آئینہ غفلت کے زنگ اور وسوسوں کے غبار سے صاف ہو کر بمنزلہ جام جہاں نما ہوتا ہے۔

تو ہے کتاب جس میں لکھا دو جہاں کا حال
روشن ہے لوح دل پہ یہاں کا وہاں کا حال

---

[1] الذاریات ۲۱ [2] مکتوبات شریف دفتر دوم مکتوب ۹۹

marfat.com

اور اب ظلال اسماء صفاتِ واجبی میں سیر شروع ہوتی ہے۔ بیچارہ سالک اور عاشق دلدادہ جو کہ بن دیکھے محبوب سے عشق رکھتا تھا جب اپنے دل کے آئینہ میں اسماء صفاتِ واجبی کے ظلال یعنی عکس کو ملاحظہ کرتا ہے تو ناسمجھی سے خود اسی کو عینِ محبوب تصوّر کر کے شطحیات یعنی مجذوب کی بڑ میں بولنے لگتا ہے اپنے باطن کے نگارخانے میں محبوب کی صورت دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتا اور خیالِ وصال کرنے لگتا ہے۔

عکس رخ اس کا آئینہ جام میں پڑا
سرمستِ عاشقی طمع خام میں پڑا

زیرِ نقاب حسنِ ازل جلوہ بار تھا
پرتو اسی کا کچھ رخ اصنام میں پڑا

نقش وجود کوئی تو سمجھا کوئی شراب
عکس جمال ساقی تھا جو جام میں پڑا

جبکہ غایت وارفتگی و درماندگی اور نہایت مدہوشی و سرشاری کی وجہ سے ظل اور اصل میں تمیز نہ کر سکا تو لامحالہ اتحاد اور عینیت کا نعرہ لگا بیٹھا ؎

آئینہ دل میں ہے رخ زیبا تو دیکھئے
محوِ جمالِ خود ہے تماشا تو دیکھئے

اس نظارے کا غلبہ یہاں تک پہنچا دیتا ہے کہ خود اپنا تعین اور تشخص اٹھ جاتا ہے کوئی سُبحانی مَا اَعظَم شانی [1] یعنی میں سبحان ہوں میری شان کیسی بڑی ہے؛ کا دم بھرنے لگتا ہے اور کوئی مَا فِی جُبَّتِی اِلَّا اللہ [2] یعنی میرے جبے کے اندر اللہ کے سوا کچھ نہیں؛ کہکر پکار اٹھتا ہے اور کسی کو اَنَا الْحَقّ [3] یعنی میں ہی حق ہوں کا نعرہ سولی تک پہنچاتا ہے ؎

مردانِ حق جو بولیں گے حق بولیں گے سدا
اُن کے یہاں تو کچھ بھی نہیں حق کے ما سوا

سولی چڑھاؤ ان کو کہ ٹکڑے کرو بدن،،
نکلے گی ریشے ریشے سے اَلْحَقّ کی صدا

ہاں ہاں اے پاک سیرت بھائی دھیان سے سنو، حدیثِ قدسی میں آیا ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اِنْ خَیْراً فَخَیْرٌ وَاِنْ شَرّاً فَشَرٌّ [4] یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہی ہوں جو اسے میرے ساتھ ہے اگر وہ گمان اچھا ہے تو اچھا اور برا ہے تو برا ؎

---

[1] قول حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ متوفی ۲۶۲ھ

[2] قول حضرت جنید بغدادی قدس سرہ متوفی ۲۹۹ھ یا ۳۰۲ھ

[3] قول حضرت منصور حلاج قدس سرہ، ابو المغیث الحسین بیضاوی ۸۵۸ء ۹۲۲ء

[4] وفی معناہ ما روی عن ابی ہریرۃ رواہ متفق علیہ، مشکاۃ ربع ۲ باب ذکر اللہ

marfat.com

تیرا وجود خیالی ہے میرے دوست فقط ‏ ‏ سوائے اس کے اگر ہے تو گوشت پوست فقط

خیال تیرا جو گل ہے بہار گلشن ہے ‏ ‏ خیالِ خار اگر ہے تو نار گلخن ہے

ہوش سے کام لو تاکہ ان کشتگان پاک نہاد کے بارے میں بُرے خیال کو اپنے دل میں جگہ نہ دو بھیدوں کا جاننے والا خدائے جل شانہ جانتا ہے کہ یہ صدا کہاں سے اٹھی اور یہ شور کیوں پیدا ہوا یعنی کیا اس میں نفسانیت کو دخل ہے یا فنائیت کو ؎

یوں تو مطرب بھی ہے دیکھو ساز بھی
سب وہی ہے ساز بھی آواز بھی

یہ نعرہ اس سے ہے کہ ذات و صفات واجبی کے انوار کی جگمگاہٹ میں ذرّات ممکنات سالک کی نظر سے اوجھل ہو گئے اس لیے اپنی اصل میں خود کو فراموش کر کے اپنی اَنا یعنی خودی کو اپنی اصل سمجھ لیا اور یہ وہ صدا ہے۔ کہ عقل دل ربا کے جام کو اور خرد بے چارۂ و بسمل کو اپنے ساتھ لے اڑی اور اس کو مصروف آہ و فغاں کر دیا ؎

عشق آیا خرد روانہ ہوئی ‏ ‏ گل ہوئی شمع صبح ہوتے ہی
عقل سایہ ہے اور حق ہے آفتاب ‏ ‏ سائے کو ماہتاب کی کیا تاب

اس کیفیت والا خود سے اور اپنی لوازمات سے فانی ہو جاتا ہے اس کا دامن طعن و ملامت سے دور ہے وہ پاک پروردگار کے زمرۂ اولیاء سے ہے اور وہ حضرت کردگار کے مجذوبوں اور عاشقوں کے گروہ سے ہے۔ اس کے وجود کو آتش شوق نے بھسم کر دیا ہے اور اس کے خرمن ہستی کو شعلۂ محبت نے جلا کر راکھ کر ڈالا ہے وہ اپنے سے غائب ہے اسے اپنے کلام کے معنی و مفہوم کی کیا خبر ؎

کیا آگ جس کے شعلے پہ خود شمع بھی ہنسے
ہے آگ وہ جو خرمن پروانہ پھونک دے

ہاں ہاں جس نے ولایت صغریٰ کے دائرہ میں قدم نہیں رکھا ہے اور اسماء و صفاتِ واجبی کے ظلال میں سیر نہیں کی ہے اس سے توحید کی باتیں کرنا اور وحدتِ وجود کے اعتقاد کا اظہار کرنا حرام قطعی ہے ان کو سوچنا چاہیے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہے جو کثرت پر موقوف ہے کیونکہ باطل خداؤں کی نفی اور خاص کر خدا کی وحدانیت کا اثبات کثرت کے اثبات میں واقع ہو سکتی ہے اگر کثرت نہ ہوتی تو وحدت کا اثبات کہاں سے ہوتا اور کس لئے ہوتا مشائخ وقت کو حق تعالیٰ انصاف دے جو کہ اپنے پیروؤں کو ملحدانہ عقائد تلقین کرتے ہیں عوام کالانعام کو توحید وجودی کے مراقبے کے تخیل میں ڈالنا خسارت دنیا و آخرت کے سوا کیا ہے ؟ ؎

marfat.com

ہیں بے وقوف کہ جن کو نہیں خود اپنی خبر
پسند عیب کو کرتے ہیں جو بزعمِ ہنر
ہوا کا کام کریں گرد ماغ میں پہنچیں
دھواں ہی دیں وہ فقط گر چراغ میں پہنچیں

البتہ سالکوں کو دائرہ امکان قطع کرنے سے قبل بلکہ لطیفے کے قالب سے باہر نکلنے سے بھی پہلے ایک حالت توحید وجودی اور ہمہ اوست کی سی پیدا ہو جاتی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ مراقبہ توحید کے تخیل کے وقت صورت توحید ان کے متخیلہ میں متصور ہو جاتی ہے جب یہ تخیل غلبہ کرتا ہے تو بے تحاشا وہ توحیدی باتیں کہنے لگتے ہیں خاص کر سماع کے اوقات میں اور اچھی آواز اور تار و نغمہ جو کہ قلب میں ایک حرارت اور ذوق پیدا کرتا ہے اس سے وہ بیباک ہو جاتے ہیں اور توحید کے اشعار سن کر اشعار کہنے والے کے ہم حال خود کو سمجھنے لگتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ اس حال والے لوگوں کے آداب و شرائط ہیں جو ان میں پائے نہیں جاتے اور بعض کو عنصر ہوا کی شامل جاتی ہے چونکہ اس عنصر میں ایک لطافت ہوتی ہے جو ذراتِ ممکنات میں ساری ہے وہ لوگ اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس کو وجودِ حق تصوّر کر کے توحیدی الفاظ زبان پر لے آتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ یہ سیر داخل دائرۂ امکان ہے اور مقام توحید اس دائرے کو قطع کرنے کے بعد آتا ہے اور کچھ لوگوں کو عالم اجسام کی بہ نسبت عالم ارواح کی بے چونی کے انکشاف کے سبب نیز عالم اجسام پر عالم ارواح کے احاطہ کی وجہ سے وہ اس کو قیوم عالم تصور کر کے خدائی میں پرستش کرنے لگتے ہیں اس مقام میں بعض اکابر کو بھی اشتباہ واقع ہوا چونکہ عنایت پروردگار ان بزرگواروں کے شاملِ حال ہو گئی لہٰذا انھیں اس مقام سے عروج واقع ہو گیا تب ان پر اشتباہ کی حقیقت واضح ہوئی ہے

ہزار نکتے ہیں باریک کیا ضرور مگر
جو سر منڈائے وہ راز قلندری جانے

جب لطائف خمسہ کو سیر تفصیلی واقع ہوتی ہے تو پہلے پہل ان کا گزر دائرۂ امکان میں واقع ہوتا ہے جو کہ عالم ملک و ملکوت ہے جسے عالم اجسام کہتے ہیں اور عالم ارواح و عالم مثال جو کہ دیکھنے کے لئے ہے نہ ٹھہرنے کے لئے اور عالم امر سب اس دائرے میں داخل ہیں جب اس دائرے سے عروج ہوتا ہے تو دائرہ ولایت صغریٰ میں قدم رکھتے ہیں اس جگہ سیر ظلال اسماء و صفات واجبی میں واقع ہوتی ہے۔ اس دائرے کا ہر نقطہ دوسری اصل سے پیدا ہوتا ہے اور اس اصل کی بھی دوسری اصل ہے اسی طرح مسلسل، یہاں تک کہ سیر تفصیلی قطع کرنے کے بعد سیر نقطۂ اجمالی پر پہنچتی ہے جو کہ تعیّن اول اور حقیقت محمدی ہے جس کا نشو و نما ذات بحت اور احدیت مجردہ سے ہے۔ اس کا بیان آگے آئے گا۔ انشاء اللہ ہے

کچھ اس کے حدود و نہایات بھی ہیں
بہت اور آگے مقامات بھی ہیں

marfat.com

معلوم ہے کہ دائرۂ ظلال ساری ممکنات کا مبدأ تعین ہے علاوہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے جیسا کہ گزر چکا، افراد عالم میں ہر فرد کو متواتر جناب الٰہی سے مظاہرِ اسماء و صفات غیر متناہیہ کے توسط اور ان کے ظل سے تازہ فیوضات پہنچا کرتے ہیں اور وہ جو حضرات صوفیا نے کہا ہے کہ اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی وَتَقَدَّسَ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف راستے و طریقے خلائق کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں۔" اس کا اشارہ ان ہی نقطہ ہائے ظلال کے لئے ہے جو کہ افراد کے تعین کے مبادی ہوتے ہیں۔ دائرہ ظلال میں لطائف خمسہ کو فنا و بقا حاصل ہوتی ہے چنانچہ لطیفۂ قلب کی فنا و بقا افعالِ الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں جو کہ صفت تکوین ہے ہوتی ہے وقت فنا میں ماسویٰ کا تعلق حبی و علمی سینے کے اندر نہیں رہ جاتا اور کسی غیر کا خیال دل میں راہ نہیں پاتا اور وقت بقا میں سالک اپنے افعال اور جمیع ممکنات کے افعال کو حق سبحانہ و تعالیٰ کے افعال کے آثار دیکھتا ہے جب یہ نظارہ غالب ہو جاتا ہے تو ممکنات کی صفات و ذات کو پروردگار کی ذات و صفات کا مظہر دیکھتا ہے تو توحید وجودی میں زبان کھولنے لگتا ہے ؎

غیرت نے تری غیر کو چھوڑا نہ جہاں میں
ہر شئے کا بنا عین حقیقت کی زباں میں

لطیفۂ روح کی فنا و بقا صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں ہوتی ہے وقت فنا میں سالک اپنی صفات اور ساری ممکنات کی صفات کو معدوم دیکھتا ہے۔ مثل سمع و بصر و قدرت و ارادہ و کلام وغیرہ کے اور بقا کی حالت میں جمیع صفات کا اثبات حق سبحانہ و تعالیٰ کے لئے کرتا ہے اور کہنے لگتا ہے ؎

ہوں عشق دو جہاں میں کہیں آشیاں نہیں — عنقائے غرب ہوں مرا ظاہر نشاں نہیں
دو عالم اپنے غمزہ و ابرو کے ہیں شکار — مت دیکھیو کہ ہاتھ میں تیر و کماں نہیں
سن لوں ہر ایک کان سے بولوں ہر اک زباں — اور طرفہ تر تو یہ ہے کہ گوش و زباں نہیں

لطیفۂ سر کی فنا و بقا شیونات الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں ہوتی ہے وقت فنا میں سالک اپنی ذات اور جمیع ممکنات کی ذات کو وحدہ لاشریک کی ذاتِ پاک میں مضمحل و گم پاتا ہے اور وقت بقا میں ذات پاک ذوالجلال کو جمیع ذوات کے بجائے دیکھتا ہے ؎

دیکھا جب اپنے شیشۂ عکس جمال میں — سمجھا جہاں سارا معمور مرا ہی ہے
چرخ ظہور کا ہوں میں خورشید کیا عجب — ہر ذرہ کائنات کا مظہر مرا ہی ہے

اور لطیفۂ خفی کی فنا و بقا صفاتِ سلبیۂ الٰہیہ کی تجلیات کے ظلال میں ہوتی ہے وقت فنا میں سالک صفات سلبیہ میں فانی ہوتا ہے اور وقت بقا میں جناب کبریا کی تفرید سارے مظاہر میں دکھائی دیتی ہے ؎

marfat.com

میں آشنا کروں کیا یہ عیش جان لے کر | اہل و عیال لے کر مال و مکان لے کر
دیوانہ اپنا کر کے دونوں جہان بخشے | دیوانہ کیا کرے گا دونوں جہان لے کر

اور لطیفۂ اخفیٰ کی فنا و بقا شانِ جامع الٰہی کی تجلیات کے ظلال میں ہے وقت فنا میں سالک اپنے اخلاق سے گزر جاتا ہے اور وقت بقا میں متخلق باخلاق اللہ تعالیٰ ہو جاتا ہے۔

منبع آداب و اخلاق حسن
مجمع اوصاف ربّ ذوالمنن

اگرچہ لطائف خمسہ کی فنا و بقا دائرۂ ظلال میں حاصل ہوتی ہے لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ سیر و عروج ان لطائف کا انتہا کو پہنچ گیا۔ ابھی تو ان لطائف کو دائرہ ظلال سے دائرۂ تجلیاتِ اسماء و صفات میں پہنچنا ہے جو کہ ولایت کبریٰ کا پہلا دائرہ متحقق ہوتا ہے اور اس وقت ان لطائف کی سیر و عروج کمال کو پہنچیں گے۔

یہ وہ مقام ہے جس میں بلند و پست نہیں | خودی کا نام نہیں کوئی خود پرست نہیں
ہر ایک گام پہ دیکھو گے نیستی کا اثر | یہاں پہنچ کے کھلے گا کہ کچھ بھی ہست نہیں

فائدہ یہ جو حضرات صوفیا نے فرمایا ہے کہ وہ طریقہ جس کے قطع کرنے کی کوشش میں ہم رہتے ہیں سات قدم ہے "، تو مراد اس سے لطائف سبعہ یعنی سات لطیفے ہیں پانچ عالم امر کے اور دو عالم خلق میں کے یعنی ایک تو نفس دوسرا قالب ، اور جس کو یہ حضرات دو قدم کہتے ہیں پس بہ اعتبار عالم امر، اور عالم خلق کے دو کہا ہے کیونکہ لطیفہ قلب امر سے اور لطیفہ نفس عالم خلق سے بمنزلہ اصل و برزخ کے ہے دیگر لطائف کے لئے جیسا کہ گزر چکا ہے۔

ذکرِ نفی و اثبات

طالب کو چاہیئے کہ باوضو قبلہ رو ہو کر پالتی مار کر یا دوزانو ہو کر بیٹھے اور ہاتھوں کو رانوں کے اوپر رکھ لے اور قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو کر حواس کو جمع کر کے آنکھیں بند کر کے اور سانس کو زیر ناف [۱] روک کر پورے ادب و تعظیم کے ساتھ کلمۂ (لا) کو ناف سے اوپر کھینچتا ہوا پیشانی و دماغ تک پہنچائے اور سوچے کہ دماغ سے اُڑ گیا

---

[۱] حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے مکتوبات دفتر اول مکتوب ۳۱۳ کے سوال ہفتم میں وضاحت فرمائی ہے کہ قلب اگر تمام ذکر کہے تو کیا نقصان ہے کہ لا کو اوپر کی طرف لے جائے اور الٰہ کو دائیں طرف پھیرے اور الا اللہ کو اپنی طرف کھینچے کیونکہ اس طریق میں نفی و اثبات کو تخیل میں ادا کرتے ہیں اور تالو و زبان سے کچھ تعلق نہیں رکھتے تاکہ جو کچھ کہیں دل اس کے موافق ہو جائے اور اس کو بخوبی قبول کر لے

marfat.com

اور کلمۂ (الا) کو دائیں جانب کندھے کے برابر اتار کر (اِلَّا اللّٰہ) کو زور سے قلب صنوبری پر مارے [1] یعنی ضرب لگائے اس طرح پر کہ اس کا گزر اور اثر لطائف خمسہ [2] پر ہو اور حرارت سارے اعضا میں پہنچے۔ طاق عدد کی رعایت کے ساتھ یہ ذکر شریف کرے اس رعایت کو وقوف عددی کہتے ہیں اور جہاں تک چاہے گنتی پہنچائے لیکن آواز نہ نکلے اور اخفا میں پوری کوشش کرے یہاں تک کہ پاس بیٹھے ہوئے آدمی کو معلوم نہ ہو کہ تم کس چیز میں مشغول ہو یہاں تک کوشش کرے کہ سر و گردن کو بھی حرکت نہ ہو اور جب سانس چھوڑے تو مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہے، چندبار اس طرح کرنے کے بعد بازگشت کرے کہ خداوندا میرا مقصود تو اور تیری رضا ہے اپنی محبت و معرفت عطا کر، اگر حبس نفس یعنی سانس روکنے یا دم سادھنے میں تنگی یا نقصان محسوس ہو تو بغیر حبس نفس کے شغل کرے کیونکہ اس ذکرِ شریف میں حبس دم بمنزلہ قید ہے شرط نہیں، البتہ معنی کو اچھی طرح ملحوظ رکھے نفی میں (لا) کہتے وقت ساری ممکنات اور محدثات کو بہ نظر نیستی دیکھنا اور وقتِ اثبات یعنی (الا) کے کہنے کے ساتھ وجود پروردگار کو مقصود سمجھنا اور بہ نظر بقا و دوام ملاحظہ کرنا ہے۔ یہاں تک کہ کلمہ طیبہ مبارکہ توحید قلب میں متمکن ہوجائے اور ذکر کا اثر ظاہر ہونے لگے۔ نفی سے وجودِ بشریت منتفی ہوتا ہے اور اثبات میں جذبات الٰہی کے آثار میں سے کوئی اثر مطالعے میں آتا ہے کیونکہ اس ذکر کا مرتبہ کمال یہ ہے کہ مذکور یعنی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اس طور سے دل پر چھا جائے کہ اس کا نام بھی دل سے فراموش ہوجائے ؎

شراب شوق کی بجلی سی اک جو کوند گئی، تو جسم در وح ہوئے مست ساقی گلفام
بدن شراب سے اور روح مست ساقی سے اسے فنا ہے مگر اس کو ہے بقائے دوام

حضرت علاء الدین عطار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ زیادہ کہنا مفید نہیں ہے بلکہ جو کچھ کہے سمجھ بوجھ کے کہے اور جب تعداد اکیس سے بڑھ جائے اور جذبات الٰہیہ کے آثار میں سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو تو یہ بے حاصلی کی دلیل ہے اور عمل ضائع ہے پھر سے شروع کرے۔ یہ ذکر اس قدر کرے کہ ایک ہزار ضرب حساب میں آئے یہ ذکر شریف اس طرح سے کرنا کہ ناف سے ابتدا کریں اور دماغ تک پہنچائیں پھر اپنے کندھے تک لاکر دل پر ضرب لگائیں اس لئے ہے کہ حرارت و فیض تمام لطائف عشرہ تک پہنچ جائے اور سب کو عروج حاصل ہو، یہ نہ کہیں کہ عروج و نزول لطائف خمسہ امر اور لطیفۂ نفس ہی کا متصور ہے نہیں بلکہ باقی چاروں لطیفے جن کو عناصر اربعہ کہتے ہیں وہ بھی، کیونکہ عروج قلب سے مراد ہر عنصر کی طہارت ہے اوج برتری و تکبر و خود سری اور پستی و دنائت و رذالت

---

[1] اس ادائیگی سے لائے معکوس (لا) کی شکل بنتی ہے [2] حضرت مرشدی نے وضاحت فرمائی کہ گزر اخفیٰ و سر و قلب پر پہنچے اور اثر خفی و روح پر پڑے گا۔

marfat.com

سب عناصر افراط و تفریط سے پاک ہو کر معتدل ہو جائیں البتہ عروج و نزول لطائف خمسہ کی شان دوسری ہے جیسا کہ گزر چکا۔

حضرت مجدد قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ :- اگر کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ نہ ہوتا تو جناب قدس خداوند جل سلطانہ کی طرف راستہ کیسے دکھائی دیتا اور چہرہ توحید کیسے بے نقاب ہوتا اور جنت کے دروازے کیونکر کھلتے ؛ صفات بشریہ کے پہاڑ کلمہ لا کی کدال سے کھد جاتے ہیں اور تعلقات کی دنیا ئیں اس نفی کی تکرار کی برکت سے مٹ جاتی ہیں اور وہ نفی باطل انھوں کو منتفی کرتی ہے اور الا کا اثبات معبود برحق جل شانہ کو مثبت کرتا ہے سالک مدارج امکانی کو اس کی مدد سے قطع کرتا ہے اور عارف اس کی برکت سے معارف وجوبی تک ارتقا پاتا ہے یہی ہے جو کہ تجلیات افعال سے تجلیات صفات تک لے جاتا ہے اور تجلیات صفات سے تجلیات ذات تک پہنچاتا ہے ؎

جو ہو لَا کی جاروب سے راہ صاف
رسائی ہو اِلَّا کے ایوان تک

اور لکھا ہے حضرت مجدد قدس سرہ نے کہ تمام عالم اس کلام معظم کے مقابلے میں کاش قطرہ اور سمندر کا حکم رکھتا (یعنی اتنی بھی مناسبت نہیں ہے) یہ کلمہ طیبہ ولایت و نبوت کے کمالات کا جامع ہے لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ اس کلمے کو ایک بار کہنے سے کس طرح جنت میں داخلہ ہو جاتا ہے اور اس فقیر کا محسوس و مشہود یہ ہے کہ اگر تمام عالم کو یہ کلمہ ایک بار کہنے سے بخش دیں اور بہشت میں لے جائیں تو بجا ہے اور اگر اس کلمے کی برکات بانٹیں تو تمام عالموں کو ہمیشہ ہمیشہ معمور و سیراب کر دے اور یہ بھی لکھا ہے کہ اس کلمے کا حصولِ برکت اور ظہور عظمت قائل یعنی ذاکر کے درجات کے اعتبار سے ہوتا ہے ذاکر جتنا عظیم تر ہوگا، ظہور برکت اتنا ہی بیشتر ہوگا۔ اور عربی کا مصرع پڑھا کرتے تھے جس کا مفہوم یہ ہے ؎

جب دیکھو اسے اور حسیں اور حسیں ہے

فائدہ ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم نے فرمایا ہے کہ رذائل کے داغ دھبے اور ذمائم کی گندگیاں دور کرنے کے لئے جو باطن میں رسوخ پا گئی ہیں اور جم گئی ہیں جیسے حسد کینہ و خست و دناءت و عجب و نخوت و غرور و ریا و کبر و غیظ و غضب و بے صبری و بے قناعتی وغیرہ کو دفع کرنے کے لئے یہ کلمہ طیبہ بہت مفید ہے وہ اس طرح پر کہ (لَا اِلٰہَ) کہتے وقت اپنی ان خراب خصلتوں کی نفی کرے اور ان سے رہائی طلب کرے اور (اِلَّا اللہ) کہتے وقت پروردگار کی محبت کا اظہار ہو مثلاً زوالِ حسد کے لئے کہے لا الٰہ یعنی حسد مجھ میں نہیں ہے اور بوقت اِلَّا اللہ کہے بجز پروردگار کی محبت کے، کلمہ طیبہ کو زبان سے کہے یا دل سے، اختیار ہے البتہ عاجزی اور حضوری کے ساتھ کہے یہاں تک کہ

marfat.com

وہ خرابی زائل ہو جائے، اسی طرح ایک ایک کر کے تمام رذائل کو باطن سے دور کرے تاکہ باطن کا تصفیہ ہو جائے

تنبیہ

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جب تک سالک دولت حضوری و آگاہی اور فنائے نفس و تہذیب اخلاق سے مشرف نہ ہو نماز فرض و واجب و سنتِ موکدہ کے علاوہ شغلِ نوافل اور تلاوت قرآن مجید اور اوراد و اذکار و ادعیہ صحیح نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے لکھا ہے:۔ آدمی جب تک مرض قلب میں مبتلا ہے، کوئی عبادت اس کو نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے لہٰذا پہلے سینے کو رذائل کے داغ دھبوں سے صاف کرے، اور دولتِ حضور و آگاہی حاصل کرے جو اعلیٰ ترین اذکار میں سے ہے بلکہ اذکار سے مقصود یہی کار ہے۔ اور معلوم ہو کہ حضرات مجددیہ نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم دولت آگاہی اور دوام حضور کے بعد امور یقینیہ و علوم دینیہ کے لئے حکم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذکر شریف و تلاوت قرآن مجید و مطالعۂ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا السلام والتحیہ و درود شریف و نماز بانیاز و استغفار و تسبیح و تحمید و تکبیر سے اپنے اوقات شریفہ کو معمور رکھیں اور اوراد و احزاب و عملیات میں نہ پڑیں۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے لکھا ہے کہ " ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریقہ نہیں ہے (الخ) جو لوگ اس قسم کے امور کے اشتغال میں رہتے ہیں جمعیت خاطر سے محروم رہ جاتے ہیں ؎

دل نے یہ کہا علم لدنی کی ہوس ہے | حاصل ہے اگر تم کو ذرا مجھ کو بتا دو
ہے گھر میں اگر آدمی اک حرف بھی بس ہے | میں بولا الف کہہ تو کہا اور کہا ذر نہار

ایک روز ایک نیک آدمی نے جو کہ طریقہ شریفہ حضرات قادریہ میں بیعت تھا جناب پیر و مرشد برحق حضرت شاہ ابو الخیر فاروقی قدس سرہ سے حزب البحر کی اجازت طلب کی۔ آنجناب نے اجازت مرحمت فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہ دعا حضرت ابوالحسن علی شاذلی لہ قدس سرہ کی بڑی بابرکت ہے جو آیاتِ شریفہ و ادعیۂ ماثورہ و کلماتِ الٰہیہ پر مشتمل ہے اگر تم یہ دعا خالصاً للہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے پڑھو اور ضمناً فتوحات دنیویہ بھی تمہیں حاصل ہو جائے بہتر ہے تاکہ ثواب سے محرومی نہ ہو اور اگر تم نے اغراض دنیویہ کے حصول کے لئے پڑھا تو ثواب سے محرومی یقینی ہے اگر دنیوی مقصد ہو گیا تو نتیجہ بخش ہوا اور نہیں تو نہ فائدہ دین نہ فائدہ دنیا۔ فقیر مولف کہتا ہے:۔ ذَکَرَ الشَّعْرَانِی فِی لَوَاقِحِ الْاَنْوَارِ الْقُدْسِیَّۃِ اَنَّ الْاِمَامَ اَحْمَدَ رَوٰی فِی مُسْنَدِہٖ مَنْ عَمِلَ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَمَلَ الْاٰخِرَۃِ لِلدُّنْیَا فَلَیْسَ لَہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ نَصِیْبٍ۔ وَ

لہ

marfat.com

رُوَی البُخَارِی وَمُسْلِمٍ عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیٍٔ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِمْرَاَۃٍ یَتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ ۔ یعنی امام شعرانی نے اپنی کتاب لواقح الانوار القدسیہ میں ذکر کیا ہے کہ امام احمد نے اپنی کتاب مسند میں روایت کیا ہے کہ جس نے اس امت میں سے آخرت کا کوئی عمل دنیا کے لئے کیا تو آخرۃ میں اس کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ یہ تو ہوا، اور بخاری ومسلم نے حضرت عمر سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام اعمال نیتوں پر منحصر ہیں اور آدمی کو وہی ملے گا جس کی نیت کی ہو پس جس نے اللہ ورسول کے لئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ ورسول ہی کی طرف ہے اور جس نے دنیا کے لئے ہجرت کی اسے دنیا کا نصیبہ ملے گا یا اس لئے ہجرت کی کہ کسی عورت سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی طرف ہوئی جس کے لئے ہجرت کی ہے۔"
پس ہوشیار وہ ہے جس کو فردا کی فکر دامن گیر رہے۔ بقول:۔ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَہٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ۔

وہی ہے درد مرا اور وہی دوا بھی ہے
وہی ہے جانستاں اس پہ دل فدا بھی ہے

---

marfat.com

مُراقبہ

لفظ مراقبہ ماخوذ ہے رقوبت اور رقابت سے جس کے معنی ہیں حفاظت کرنا اور انتظار کرنا، اور مشائخ کی اصطلاح میں آنکھ بند کر کے حضرت مبدأ فیاض یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی لطیفے پر ورود فیض کا انتظار کرنا ہوتا ہے۔ صفات میں سے کسی صفت یا وجوہ میں سے کسی وجہ کے اعتبار سے یا بغیر کسی صفت یا وجہ کے اعتبار کے ذات بحت کی طرف سے انتظار فیض کرنا ہے۔ کسی ایک لطیفے پر یا ہیئت وحدانی پر اس طرح سے کہ ماسوا کا خیال حریم دل میں جگہ نہ پا سکے اور اگر کوئی خیال سرایت ہی کر جائے تو فوراً اسے دفع کرے۔ خواجہ خورد[1] اپنی کتاب فوائد میں لکھتے ہیں اَلْمُرَاقَبَةُ هِيَ الْخُرُوْجُ عَنِ الْحَوْلِ وَالْقُوَّةِ وَالْاِعْرَاضُ عَنْ جَمِيْعِ الْاَحْوَالِ وَالْاَوْصَافِ مُنْتَظِرًا لِلِقَائِهٖ وَمُشْتَاقًا اِلٰى جَمَالِهٖ وَمُسْتَغْرِقًا اِلٰى هَوَاهُ وَمَحَبَّتِهٖ قَالَ اِمَامُنَا نَقْشْبَنْد قُدِّسَ سِرُّهٗ اَلْمُرَاقَبَةُ اَقْرَبُ الطُّرُقِ۔ یعنی مراقبہ نکلنا ہے اپنی توانائی و طاقت سے اور منہ موڑ لینا سارے احوال و اوصاف سے انتظار کرتے ہوئے اس کے لقاء کا اور اشتیاق رکھتے ہوئے اس کے جمال کا اور استغراق رکھتے ہوئے اس کی خواہش و محبت کی طرف، اور ہمارے امام نقشبند قدس سرہ نے فرمایا کہ مراقبہ سب طریقوں سے قریب تر ہے۔

دل لگائے ہی رہو محبوب دل آرام سے ۔۔۔ موڑ لو منہ سب سے رکھو کام اپنے کام سے

حضرت سعدالدین کاشغری سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس اللہ اسرارہما سے حکایت کرتے ہیں کہ مراقبے کی میری استاد ایک بلی تھی۔ ایک روز میں نے اسے چوہے کے بل پر بیٹھے دیکھا وہ اس طرح اس کی طرف متوجہ تھی کہ اس کے جسم کا ایک رونگٹا بھی نہ ہلتا تھا میں اسے بڑے تعجب سے دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک غیبی آواز میرے کانوں میں آئی کہ اے پست ہمت تیرے مقصود میں میں ایک چوہے سے کم نہیں ہوں جو بلی کا مقصود ہوتا ہے تو میری طلب میں بلی سے کم نہ رہ، اس کے بعد میں مراقبے میں لگ گیا۔

---

[1] پورا نام خواجہ محمد عبداللہ ہے آپ حضرت باقی باللہ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں۔

marfat.com

جو کہا آج مرے دوست نے مجھ سے کہہ دوں
اک نظر بھی نہ پڑے غیر پہ آنکھیں سی لوں

حضرت علاء الدین عطّار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ:۔ مراقبے کا طریقہ نفی و اثبات کے طریقے سے اعلا تر ہے اور قریب تر بھی، مراقبے کے طریقے سے عالم ملک و ملکوت میں نیابت و خلافت الٰہی کے مرتبے پر پہنچا جا سکتا ہے دلوں پر رسائی والقائے سکینہ اور ایک نظر میں عطائے کبریا اور ایک توجہ سے باطن کو منوّر بنا دینا دوام مراقبہ سے ہوتا ہے مراقبے کے ملکے سے اطمینان قلب و جمعیت خاطر اور دلوں کا دوام قبول حاصل ہوتا ہے اور اس معنی کو جمع و قبول کہتے ہیں۔ حضرت مجدد صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جس سالک کی سیر تفصیل اسماء و صفات میں پڑ کر رہ گئی حضرت ذات جل سلطانہ تک اس کی رسائی کا راستہ مسدود ہوا کیونکہ اسماء و صفات کی انتہا نہیں ان کی سیر کو قطع کرنے کے بعد اصل مقصود تک پہنچ ہو سکتی ہے۔ مشائخ نے اس مقام کی خبر دی ہے کہ مراتب وصول کی انتہا نہیں ہے کیونکہ کمالات محبوب بر حق بے نہایت ہیں یہاں وصول سے مراد وصل اسمائی و صفاتی ہے سعادت مند وہ ہے جس کی سیر اسماء و صفات میں اجمالی واقع ہو اور پھر جلدی سے حضرت ذات تعالیٰ و تقدس تک واصل ہو جائے ہ

خود اس کا جلوۂ رُخ ہے نہ نقاب نقاب — جو اک حجاب اٹھا بھی تو دوسرا تھا حجاب

حضرت مجدد صاحب قدس سرہ کا یہ عمل اس دور دراز راستے کو شریعت غرّا اور قواعد ملت بیضا کی بنیاد پر ہے۔ شَفَقَةً عَلَى الْعِبَادِ وَعَمَلًا بِمَا جَاءَ فِي الْخَبَرِ يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا یعنی بندوں پر شفقت اور حدیث پاک پر عمل کرتے ہوئے کہ آسانی کرو مشکل نہ کرو، آپ نے اسی طرح پر راہ سلوک کو سمجھنے میں واضح اور رسائی میں آسان بنا دیا ہے جس کی نظیر تصور میں نہیں آتی۔ اس سے زیادہ کا ذکر ہی کیا؟ لاکھوں آدمی جو توحید کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگانے والے تھے اس راہ سے ساحل شہود تک پہنچ گئے ہیں:۔ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا وَعَنِ الْاِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِيْنَ خَيْرَ الْجَزَاءِ یعنی اللہ انھیں ہماری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے ۔ع

ترے راستے کا نشاں چاہتا ہوں — مئے آب و گِل کی میں جاں چاہتا ہوں
کیا بہرہ مندِ عنایات بے حد — ترے شکرئیے کو زباں چاہتا ہوں

اے صاف طبیعت بھائی اور اے پاک روشن سالک، اللہ تعالیٰ مجھے اور تم کو دل کی روشنی دے تاکہ ہم لوگ اللہ کی نشانیاں دیکھ سکیں آفاق میں اور اپنے نفسوں میں اور احسان کے اعلا درجے کو پہنچ سکیں جس میں ہم اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بقولہ علیہ السلام گویا اسے دیکھ رہے ہیں ہ

marfat.com

بچشم سر رُخ محبوب گر نہ دیکھ سکوں | تو کیا میں بیٹھ رہوں پاؤں توڑ کے تھک کر
نہ دیکھ پاؤ گے کہتے ہیں حسن بے چوں کو | بجا سہی، وہ ہیں انساں میں چشم ہوں یکسر

کوشش اور استقلال کے ساتھ محنت کرنا چاہیئے تاکہ خیابانِ ایمان افزا سے دامنِ مراد بھر لیں۔ پیر ہرات حضرت عبداللہ انصاری قدس سرہ فرماتے ہیں کہ درویش تو وہ لوگ ہیں جو پورے کے پورے ہوشیار ہیں اور بیدارِ الست نہ شادمانی میں دل لگاتے ہیں نہ تو ناکامی پر غمگین ہوتے ہیں یہ دل کے غنی ہیں اگرچہ تنگ دست ہیں گھومتے گھامتے ہوئے ہوا پرست لگتے ہیں وہ پاک لوگ ہیں کہ ہستی و نیستی سے رہائی پائے ہوئے ہیں اور ما و من کے قفس سے نکل بھاگے ہیں حب جاہ کا شیشہ توڑ کر حرم لِی مَعَ اللہ میں بیٹھے ہوئے ہیں حضرت انصاری قدس سرہ نے سچے درویش کے بارے میں فارسی کے شعر کہے ہیں جن کا مفہوم یہ ہے لہ

خوشا وہ لوگ جو لیتے ہیں بندگی کی داد | وہ کر کے ترک جہاں سر بسر ہوئے آزاد
ہے دن تو گوشۂ خلوت فقط ہے ان کا مقام | اگر ہے رات تو ہیں بندگی میں محو قیام
وہ لمحہ بھر نہیں غافل، حضور ہے ہر دم | بہاتی اشک کے دریا ہے ان کی چشم نم
وہ ذوق یاب مصیبت میں اور راحت میں | ہیں سر بسجدہ مگر گوشۂ ریاضت میں
ہیں کون لوگ خیالی، بقولِ پیرِ ہرات | ولی خدا کے ہیں یہ پاک ذات پاک صفات

حضرت مجدد قدس سرہ نے راہِ سلوک کو سات حصوں میں بانٹا ہے جن کو فقیر مولف نے ہفت مدارج سے تعبیر کیا ہے۔ مدرج اول دائرہ امکان ہے۔ جس کے دو جز و ہیں۔ ایک عالم خلق، دوسرا عالم امر، اور اس میں ایک مراقبہ ہے۔

۲۔ دوسرا مدرج تجلیاتِ اسماء و صفات کے دائرۂ ظلال کا ہے جس کو دائرۂ ولایتِ صغریٰ کہتے ہیں اس میں ایک مراقبہ ہے۔

۳۔ مدرج سوم تجلیات اسماء و صفات کے دائرے کا ہے جس کو دائرۂ ولایتِ کبریٰ کہتے ہیں جو تین دائروں اور ایک قوس یعنی چار مراقبوں پر مشتمل ہے، معلوم رہے کہ ابتدائے ولایتِ صغریٰ سے لے کر انتہائے ولایتِ کبریٰ تک سالک کی سیر کا تعلق اسماء و صفاتِ الٰہیہ جل شانہ سے ہوتا ہے۔" اور اللہ تعالیٰ اپنے اسماء و صفات اور آیات کے ذریعے ظاہر ہے لہ

زمیں کی نباتات میں غور کر | خدا کی ان آیات میں غور کر

لہ یہ شعری مفہوم عربی اشعار کا ہے جو غالباً عہد ہارون عباسی کے مشہور شاعر ابو نواس کے ہیں۔

marfat.com

زر و سیم کے چشمے بہتے ہوئے
چکا چوند آنکھوں میں کرتے ہوئے
زمرد کی شاخوں پہ بیٹھے طیور
شہادت کا کلمہ پڑھیں باسرور

اسی وجہ سے ان ہر دو ولایات یعنی صغریٰ و کبریٰ کی سیر کو اسم مبارک ھُوَ الظَّاھِرُ کی سیر کہا جاتا ہے اور اس اسم شریف کے مظاہر کی وضاحت آگے بخوبی آئے گی۔

۴۔ مدرج چہارم اسماء و صفات کی تجلیات کا دائرہ ہے جس میں تجلیات ذاتیہ الٰہیہ بھی شامل ہے اور اس کو ولایتِ علیا کہتے ہیں اس میں ایک دائرہ ہے اس دائرے میں سالک کی سیر تجلیات ذاتیہ میں ہوتی ہے جو کہ تجلیات اسماء و صفات میں ملی جلی اور پوشیدہ ہے اسی لئے اس سیر کو اسم مبارک ھُوَ الْبَاطِنُ کی سیر کہا جاتا ہے۔

۵۔ پانچواں مدرج دائرہ تجلیات ذاتیہ الٰہیہ ہے جس کو دائرہ کمالاتِ ثلاثہ بھی کہتے ہیں جو تین دائروں پر مشتمل ہے اس کے بعد سلوک کے راستے دو ہو جاتے ہیں۔ ایک راستہ عابدیت و معبودیت کے طریقے سے سرادقاتِ عظمت معبودیت صرفہ جل مجدہ تک پہنچاتا ہے جس کو حقائق الٰہیہ کی سیر کہتے ہیں اور یہ مدرج چار دائروں پر مشتمل ہے دوسرا راستہ خلت، و محبیت و محبوبیت و حب صرفہ سے گزرتا ہے اور بارگاہِ کبریا و لاتعین تک پہنچاتا ہے جس کو سیر حقائق انبیا علیہم السلام کہتے ہیں اور یہ مدرج پانچ دائروں پر مشتمل ہے مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین میں سے بعض اول اول حقائق الٰہیہ کا سلوک طے کرنے کو کہتے ہیں بعدہ حقائق انبیا علیہم السلام میں لے جاتے ہیں اور بعض اس کا الٹا عمل کراتے ہیں بقولہ تعالیٰ وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا یعنی ہر شخص کے لئے ایک وجہ ہے جس کو اس نے نظر میں رکھ چھوڑا ہے دونوں طریقے حضرات نقشبندیہ مجددیہ کے معمول ہیں البتہ حضرت مرزا جان جاناں شہید مظہر اور حضرت شاہ غلام علی قدس اللہ اسرارہما کا معمول پہلا طریقہ تھا یعنی پہلے سیر حقائق الٰہیہ بعدہ سیر حقائق انبیا سے راہِ سلوک طے کراتے تھے اور ان کے خلفاء نامدار نے اپنی تالیفات میں اسی طریقے کو مقدم رکھا ہے اسی وجہ سے فقیر مؤلف نے بھی ان ہی کا مسلک اختیار کیا ہے ؎

مضائقہ نہیں گر تم بزرگوار نہ ہو
مشابہت ہی بزرگوں کی اختیار کرو

لیل اللہ الصمد حضرت عبدالاحد وحدت قدس سرہ لکھتے ہیں کہ عالم امر کے لطائف خمسہ کا عروج ولایتِ برٰی کے پہلے دائرے میں ہوگا جس میں تین دائرے اور ایک قوس ہوتی ہے جب اس دائرہ سے معاملہ را اوپر چلتا ہے تو اصلِ اصلُ الاصل کے دائرے میں سیر پہنچتی ہے اور معاملہ اپنے نفس کے ساتھ پڑتا ہے اور فس فنائے اتم و بقائے اکمل اور شرح صدر و اسلام حقیقی اور حصولِ اطمنیان و مقام رضا میں ارتقا سے

marfat.com

مشرف ہوگا، اس کے بعد اگر سیر ولایتِ علیا میں ہوئی تو معاملہ تین عناصر یعنی ناری و ہوائی و آبی سے پڑے گا اور اگر اس جگہ سے بفضلِ الٰہی ترقی واقع ہوئی اور کمالات نبوت میں سیر واقع ہوئی تو معاملہ اجزائے خاکی سے پڑے گا اور اگر وہاں سے بھی ترقی پائی تو پھر کمالاتِ رسالت میں خواہ حقائق ثلاثہ یعنی حقیقت کعبہ و حقیقت قرآن و حقیقت صلاۃ ہیئت وحدانی کے ساتھ ساتھ جو کہ اجزائے عشرہ کا مجموعہ ہے یعنی پانچ اجزا عالمِ خلق کے اور پانچ عالم امر کے ان سب سے فرداً فرداً حصول کمالات کے بعد معاملہ پڑے گا اور پھر اس کے بعد معاملہ ہماری تمہاری عقل و فہم سے بالاتر ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ محض اپنی بے حد مہربانی سے کمالات میں سے پورا پورا حصہ عطا کرے، بے شک وہ نزدیک اور قبول کرنے والا ہے۔

حضرت مولوی غلام یحیٰ خلیفہ حضرت شمس الدین حبیب اللہ مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس اللہ اسرارہما نے لکھا ہے وہ لطیفہ جس پر درود فیض کا انتظار کرنا چاہیے دائرۂ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں لطیفۂ قلب ہے اور وہ نور مجرد ہے جس کا تعلق اس گوشت کے لوتھڑے کے ساتھ ہوتا ہے جس کا نام قلب صنوبری ہے اور یہ اس قلب کلی کی اصل ہے۔ جو عالم امر سے عرش مجید کے اوپر ہے لیکن معلوم رہے کہ قلب کی طرف لحاظ رکھنے میں قلب کی نورانیت کی شکل اور رنگ کو ہرگز ملحوظ نہ رکھنا چاہیے بلکہ فقط توجہ باطنی اس کی بطور توجہ بسوئے مبدأ فیاض رہنا چاہیے جو کہ ان صفات سے منزہ و مبرا ہے اور وہ وجہ صفت جس سے شروع میں مبدأ فیاض کو اس کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہیے دائرہ امکان میں ہے اس کی جامعیت جمیع صفات کمالات کو، اور ولایتِ صغریٰ میں ہمارے ساتھ اس کی معیت ہے جو کہ مستفاد ہے اس آیۃ کریمہ سے: وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ [1] یعنی وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔ اور ولایت کبریٰ میں آخر قوس تک وہ لطیفۂ مذکورہ لطیفہ نفس ہے جس کا مقام دماغ ہے اور وہ وجہ جو مذکور ہے دائرہ اولیٰ میں اقربیت ہے اس تعالیٰ شانہ کی ہمارے ساتھ جو مفہوم ہے اس آیۃ کریمہ سے کہ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ [2] یعنی اور ہم اس سے نزدیک تر ہیں دھڑکن کی رگ سے زیادہ۔ اور باقی دائروں میں اسی طرح قوس میں اور اسی طرح ولایتِ علیا میں محبت کا تعلق ہمارے اور اس سبحانہ وتعالیٰ کے درمیان ہے اس محبت سے ہے جس کا شعور اس آیۃ کریمہ سے ہوتا ہے کہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ [3] یعنی وہ ان کو چاہتا ہے اور وہ اس کو چاہتے ہیں۔

---

[1] الحدید ۵۷:۴

[2] ق ۵۰:۱۶

[3] المائدہ ۵:۵۴

marfat.com

اور ولایتِ علیا میں لطیفہ مذکورہ عناصر ثلاثہ یعنی آب وہوا وآتش ہے اور کمالات نبوت میں لطیفۂ خاک اور اس سے مقامات مافوق میں اجزائے عشرہ کی ہیئت وحدانی اور کمالاتِ نبوت سے آخر سلوک تک مبدأ فیاض کو مراقبے کے وقت صفات میں سے کسی صفت سے ملاحظہ نہ کرنا چاہیئے بلکہ توجہ ذات بحت کی طرف رکھنا چاہیئے اور اس کی طرف آس لگانا چاہیئے یہی معمول خانقاہ شمسیہ حضرت مرزا صاحب میں مولف (غلام یحییٰ) نے پایا ہے اور اپنے پیر ومرشد کی زبان شریف سے بارہا سنا ہے "۔

معلوم ہو کہ حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم نے مقامات قرب الٰہی کو دائروں سے تعبیر کیا ہے۔ کیونکہ دائرہ ایسی چیز ہے کہ جس میں سمتیں نہیں ہوتی ہیں اس کا ہر مقام نیچے اوپر دائیں بائیں ہو سکتا ہے۔ اس کی نہ ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا۔ اور نہیں تو جیسا کہ شاہ غلام علی قدس سرّہ نے فرمایا کہ جہاں خدا ہے وہاں دائرہ کہاں؟

کمال حسن سراپا میں دیکھیئے جو کہیں
کرشمہ دامن دل کھینچ کر کہے کہ یہیں

معلوم ہو کہ مراقبات کو ذکر شریف کے ساتھ بھی کرتے ہیں اور بغیر ذکر شریف کے بھی۔ ہر حال میں نیاز مندی وعاجزی کے ساتھ مبدأ فیاض کی طرف متوجہ رہے تو انشاء اللہ فیض کا دروازہ اس ذاکر ومراقب سالک پر کھل جائے گا ؎

جنسِ گراں ہے زخم دل اور تن کی لاغری
ملتی نہیں ہے قوتِ بازو سے عاشقی

مراقبے میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے اول یہ کہ فیض کہاں سے اور کس طور سے آتا ہے یعنی منشاء فیض پر نظر رہے۔ اور دوسرے یہ کہ کس لطیفہ شریفہ پر فیض کا ورود ہوتا ہے یعنی مورد فیض کا دھیان رکھے۔ مراقبات کا بیان آگے ہے ؎

روح القدس کا فیض اگر رہبری کرے
کرتے تھے جو مسیح ہر اک بھی وہی کرے

marfat.com

مدرج اوّل —— دائرہ اِمکان

اس مدرج میں ایک مراقبہ ہے ۔جس کو مراقبہ احدیت صرفہ کہتے ہیں مبدا فیاض ذات پاک احد بے چون و بے چگون ہے جو کہ جمیع کمالات سے متصف اور جمیع سمات نقائص سے منزہ ہے یعنی اس میں شمہ بھر بھی عیب و نقص نہیں ہے اور اس کا نام مبارک (اللہ) ہے ۔اس کا مورد فیض

لطیفہ قلب ہے یعنی فیض ذاتِ پاک احد سے لطیفہ قلب پر وارد ہوتا ہے مراقبے میں قلب کو خیالات اور وسوسوں سے محفوظ کر کے ہر وقت پوری نیاز مندی کے ساتھ ذاتِ الٰہی کی طرف متوجہ ہو اور اس تعالیٰ و تقدس کے فیض کا منتظر رہے یہاں تک کہ توجہ الی اللہ کا ملکہ و مشق بے خیالات کی مزاحمت کے ہو جائے ، جب چار گھڑی یعنی بارہ گھنٹے تک کوئی خیال دل میں پیدا نہ ہونے پائے اور توجہ اوپر کی طرف محسوس ہو تو دائرہ امکان طے ہو جانے کی علامت ہے اور بعض حضرات انوار کے دیکھنے کو قطع دائرہ کہتے ہیں ، جذب و حضور و جمعیت و واردات و کشف اس دائرے میں واقع ہوتے ہیں ۔

مدرج دوم —— دائرہ ولایتِ صُغریٰ

مدرج دوم میں ایک مراقبہ ہے یہاں سالک کی سیر اسماء و صفات کے دائرہ ظلال میں ہوتی ہے جو کہ تعینات عامۂ خلائق کا مبادی ہے اور یہاں سے مظاہر اسم (الظاھر) کی سیر شروع ہوتی ہے اس کا نام مراقبہ معیت ہے جو اس آیۂ کریمہ سے مفہوم ہوتا ہے ۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ ۔ یعنی وہ اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو ۔ منشاء فیض ذات پاک پروردگار ہے اس لحاظ سے کہ وہ

marfat.com

دائرہ
ولایت صغریٰ
جو کہ
دائرۂ ظلال اسماء و صفات ہے
مراقبۂ معیت

سبحانہ و تعالیٰ ہمارے ساتھ میں ہے[1] ہمارے اجزاء کے ہر جزو کے ساتھ اور ذراتِ ممکنات کے ہر ذرّے کے ساتھ ہے۔ اس کا بھی مورد فیض لطیفہ قلب ہے لیکن جذبات و حالات سارے لطیفوں کو پہنچتے ہیں اور اس کی تحصیل ضروری ہے اس مقام میں ذکر اسم ذات اور نفی و اثبات معنیٰ کا لحاظ کرتے ہوئے قلب کی طرف توجہ کے ساتھ کرنا بہت مفید ہے اور ذکر بے توجہ کے وسوسے سے زیادہ نہیں اس جگہ حضور و توجہ اوپر کی جانب میں حاصل ہوتی ہے اور توحید وجودی و ذوق و شوق و نعرہ و آہ و نالہ و استغراق و بے خودی و فراموشی ماسوا سے جو کہ عبارت ہے فنائے قلب سے، متحقق ہوتی ہے واضح رہے کہ اس سبحانہ و تعالیٰ کی معیت کا تخیل اس لئے ہے کہ قلب جہات ستّہ کا احاطہ کرے اور اوپر کی طرف توجہ مائل بہ اضمحلال ہو جائے اور مدارج سوم کے لئے فتح یاب ہو۔

مراقبات لطائف خمسہ

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ اس مقام میں عالم امر کے لطائف خمسہ کے مراقبات کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ سالک اپنے لطیفہ قلب کو قلب مبارک جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آمنے سامنے رکھکر جناب الٰہی جل شانہٗ سے عرض کرے کہ الٰہی جو تجلی افعالی کا فیض آں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لطیفہ مبارکہ سے ابو البشر صفی اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے لطیفۂ مبارکہ کو پہنچا ہے میرے لطیفۂ قلب میں پہنچاوے۔ اور چاہیئے کہ قلب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرات پیران سلسلۂ مبارکہ اوّل سے آخر تک جو کہ فیض کے توسط ہیں، سب کے لطیفہ ہائے قلب کو عینک کے شیشہ کے مانند ملحوظ خاطر رکھے تاکہ قوت بصر بڑھنے کا باعث ہو۔ اسی طرح لطیفہ روح کا مراقبہ کرے اور تجلی صفاتِ ثبوتیہ الٰہیہ کا فیض پروردگار سے طلب کرے (بہ توسط نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت نوح و حضرت ابراہیم علیہما السلام اور پیران سلسلہ کے توسط سے) کہ آں سرور دین و دنیا رحمۃ للعالمین کے لطیفہ مبارک سے میری روح کو پہنچائے۔

پھر اسی طرح مراقبہ سر میں تجلیات ذاتیہ الٰہیہ کی تجلیات کے فیض کو طلب کرے بہ توسط نبی صلی اللہ علیہ وسلم و حضرت موسیٰ علیہ السلام و پیران سلسلہ،

پھر اسی طرح مراقبہ خفی میں صفاتِ سلبیۃ الٰہیہ کی تجلیات کے فیض کو طلب کرے بہ توسط نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] مترجم۔ وقال علیہ السلام:۔ اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ یَقُوْلُ اَنَا مَعَ عَبْدِیْ اِذَا ذَکَرَنِیْ (الحدیث) عن ابی ہریرۃ رواہ البخاری مشکاۃ ربع ثانی باب ذکر اللہ ۱۹۳

marfat.com

وحضرت عیسیٰ علیہ السلام و پیران سلسلہ۔

اور آخر میں مراقبۂ اخفیٰ میں شان جامع کی تجلیات کے فیض کو طلب کرے براہِ راست بتوسط حضرت سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہر لطیفے کے مراقبے میں توجہ حضرت رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رکھے تاکہ مناسبت اور التفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہو (حضرت شاہ صاحب کی عبارت خاتمہ پر نقل کی جائے گی)

اگرچہ اس دائرے میں جو کہ دائرۂ ظلال ہے ولایاتِ لطائف خمسہ کمال کو پہنچ جاتی ہیں۔ کیونکہ لطائف خمسہ کے اصول عالم امر سے پرواز کر کے اپنے اصول میں دائرۂ ظلال کے اندر فانی مستہلک ہو جاتے ہیں لیکن انتہائے کمال کو اس وقت پہنچتے ہیں جبکہ اصولِ اصول سے جو کہ تجلیات اسماء و صفات واجبی کا دائرہ ہے اس سے جا ملیں اور وہاں مستہلک و فانی ہو جائیں اور وہ ولایتِ کبریٰ کے دائروں میں سے دائرۂ اولیٰ میں نصیب ہوگا۔

میں گدائے میکدہ ہی سہی پر بوقتِ مستی
چلیں حکم پر ستارے ہو فلک پہ حکمرانی

تذئیل یعنی رفعِ شکوک

عارف پاک طبیعت حضرت محمد نعیم معروف بہ مسکین شاہ حیدر آبادی جو خلیفہ ہیں حضرت شاہ سعد اللہ حیدر آبادی کے اور وہ خلیفہ تھے مرشد عالم حضرت شاہ غلام علی دہلوی و حضرت شاہ ابو سعید فاروقی قدس اللہ اسرارہم کے انھوں نے اپنی کتاب مجموعۂ رسائل جس کا نام لذاتِ مسکین ہے ۱۳۱۱ھ میں لکھی اور جو ۱۳۱۲ھ میں حیدر آباد میں طبع ہوئی اس میں مراقبہ معیت میں مورد فیض کی نسبت لکھتے ہیں (یعنی اس کے جزو رسالہ ارشادیہ میں)

"مورد فیضان اس مراقبۂ معیت میں لطیفۂ قالب ہے"

فقیر مؤلف کے جد امجد کے برادرِ کلاں حضرت شاہ عبدالرشید[1] قدس اللہ اسرارہما نے مدینہ طیبہ

---

[1] شاہ عبدالرشید قدس سرہ فرزند اکبر شاہ احمد سعید فاروقی از زوجہ اولیٰ متولد لکھنؤ ۱۲۳۷ھ متوفی و مدفون ۱۲۸۷ھ مدینہ منورہ۔

marfat.com

سے (علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ) جناب مسکین کو تحریر فرمایا کہ آپ نے اپنے رسالے میں مورد فیض مراقبۂ معیت میں قالب کو لکھا ہے اور لطیفہ نفس کا رنگ سفیدی مائل تحریر کیا ہے۔" مگر حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر اب تک اس طریقہ کے سب بزرگوں سے ایک دوسرے کو جو درس سلوک پہنچا ہے اس کی رو سے مورد فیض مراقبہ معیت میں قلب یعنی دل معلوم ہوتا ہے اور لطیفہ نفس کا نور بے کیف، اسی طرح دست بدست ارشاد ہوتا چلا آیا ہے اور طریقت میں حضرت مجدد کے خلاف کرنا تبدیلِ طریقہ کا باعث ہے اور اکابر کی نامرضی کا۔ لہٰذا التماس ہے کہ اگر اپنے رسالے کو فقیر (شاہ عبدالرشید قدس سرہ) کے جد امجد کے رسالے اور شاہ رؤف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما جو کہ آپ کے پاس ہونگے مقابلہ کر کے جو بات اپنے اس رسالہ میں خلاف اور احوال حضرت مجدد کے موافق ہو مطابق کرلیں نور علیٰ نور اور استقامت طریقہ کا باعث ہوگا۔" (انتہیٰ کلامہ)

اس پر حضرت مسکین نے جواب میں لکھا کہ: "خادم نے مکتوبات شریف کو جسے حرز جان بنا رکھا ہے بغور مطالعہ کیا ہے کہیں بھی مورد فیض مراقبۂ معیت میں قلب کو نہیں پایا اور حضرت ابوسعید صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کی عبارت بھی یہی ہے اور علامت قلب کے دائرہ ولایت صغریٰ میں ہونے کی یہ ہے کہ توجہ فوق مضمحل ہو کر شش جہت کا احاطہ کرلیتی ہے اور معیت بے چون حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ کو ادراک بے چون کے ساتھ اپنے اور تمام عالم کے محیط دیکھتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مراقبۂ احدیت میں قلب اصل اور قالب فرع یعنی شاخ ہے اور مراقبۂ معیت میں اس کے برعکس ہے جو کچھ قلب کو پہنچتا ہے قالب کے طفیل سے پہنچتا ہے، پس قالب کی خوبی کی کیا تشریح کی جائے کہ تقریر وتحریر سے باہر ہے یہ قالب کی خوبی ہے کہ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے" کا تاج سر پر رکھا اور شرف بصیرت بنا کر رؤیت اخروی کا خلعت بدن میں پہنایا۔ اصل عالم کبیر یہی ہے جس نے منصہ خلافت پر ظہور فرمایا ہے اور حضرت رؤف احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رسالے کی عبارت بھی یہی ہے۔ معلوم ہو کہ اس مقام میں مراقبہ معیت کرتے ہیں وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ یعنی اس کا مفہوم ملحوظ رکھیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کی معیت ہمارے ہر لطیفے کے ساتھ ہے اور ہمارے جسم کے بال بال کے ساتھ بلکہ ذرات جہاں کے ہر ذرے کے ساتھ ہے (اس طرح) متوجہ ہوں اور ذکر اسم ذات ونفی واثبات معیت کے لحاظ کے ساتھ کرتے ہیں حق کی معیت خلق کے ساتھ نص سے ثابت ہے مگر علما علمی معیت کہتے ہیں اور صوفیا معیتِ ذاتی، اس میں شک وتردد نہ کرنا چاہیے اور یہی لحاظ رکھنا چاہیے کہ حق تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے وہ معیت جو اس کے سزاوار ہے اور نص قرآنی اس پر ناطق ہے۔" اس عبارت سے مورد فیض مراقبۂ معیت

marfat.com

کا قالب ہے بلکہ تمام ممکنات مفہوم ہوتا ہے اس لئے کہ معیت عام اور مورد فیض خاص مقصود نہ ہو بلکہ اس معانی کے ضمن میں نص قرآنی کے خلاف ظاہر ہوتا ہے اور خادم نے لطیفہ نفس کے نور کو جو سفیدی مائل لکھا ہے وہ لطیفہ نفس اجزائے قالب سے ہے کہ منشار فیض اس کا بھی مراقبۂ معیت ہے تزکیہ وتصفیہ کے بعد ایسی قابلیت پیدا کرلیتا ہے کہ مراقبہ اقربیت کا مورد فیض ہوجاتا ہے اور اس وقت میں بے کیفی سے تعلق رکھتا ہے اور ابتدار سے مائل بہ وسط ہوجاتا ہے۔ خادم نے جو رسالہ لکھا ہے اس طریقے کے مبتدیوں کے خیال سے لکھا ہے پس جو تحریر وتقریر اس میں واقع ہوئی ہے وہ مبتدیوں کے احوال کے مناسب سمجھی ہے علاوہ اس کے خادم نے پیر دستگیر حضرت شاہ سعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وقدس سرہ العزیز جو کہ قطب الاقطاب وفرد الافراد حضرت شاہ غلام علی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بیعت وارادت کے باوجود آپ کے جد امجد عالی جناب کے تربیت یافتہ تھے۔ ان سے فیض مراقبۂ معیت قالب پر سیکھا ہے اس کے بعد بھی جناب عالی کا جیسا حکم ہو بسر وچشم اس پر عمل کیا جائے گا۔ بندے کو کیا عذر ہوسکتا ہے۔ سوائے بندگی کے چارہ نہیں ہے

غلام کیا کرے گر حکم پر نہ سر کو جھکائے
نہیں ہے گیند کو بلے سے عاجزی کے سوائے

(یہ ہے جو حضرت مسکین نے لکھا ہے اس کو ان کے مجموعۂ رسائل کے تیسرے جزو میں بہ سلسلۂ مکتوبات دیکھ سکتے ہیں)

اس رسالہ (مدارج الخیر) کا فقیر مولف عفی اللہ عنہ واصلح احوالہ کہتا ہے کہ جناب مسکین نے حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ کے رسالے کا مطالعہ کیا ہے اور اپنی فکر وتوجہ تمام تر حضرت کے قول: ششش جہت کا احاطہ کرتا ہے اور اپنے اوپر اور تمام عالم پر محیط دیکھتا ہے: پر مصروف رکھ کر استدلال کیا ہے کہ: جب معیت عام ہوتی ہے تو اس کے مورد خاص متصور نہیں ہوتا: اگر وہ حضرت شاہ ابوسعید قدس سرہ کی پوری عبارت کا بغور مطالعہ کرلیتے تو حضرت شاہ عبد الرشید قدس سرہ کی نصیحت قبول کرلیتے اور استدلال کی زحمت نہ اٹھاتے حالانکہ اس میں بھی بات پوری وموافق نہیں ٹھہرتی۔ یہ علم شریف استدلالی نہیں ہے اگر اس میں دلیل کو دخل ہوتا تو انوار ولطائف کے رنگوں پر کیا دلیل ہوگی۔ بلکہ خود لطائف اور ان کے محل وقوع میں کیا کہا جائے گا۔؟ یہ علم شریف وہبی اور عطائی ہے جس کے بیان پر حضرت مجدد قدس سرہ مامور ہوئے جو کچھ ان سے ثابت ہے سچ تو یہ ہے کہ وہی درست ہے

حرام کی ہے اگر بات تو بجا سمجھو — جو قول کا ہو دھنی اس کا سچ کہا مانو

marfat.com

جو عبارت حضرت مسکین نے نقل کی ہے اس عبارت سے پہلے یوں تحریر ہے :- اور علامت دائرہ ولایت صغریٰ میں قلب کے پہنچنے کی یہ ہے۔ حضرت نے یہاں پر قلب کی صراحت فرمائی ہے اور انھوں نے معیت اس سبحانہ وتعالیٰ کی اپنے اور تمام لطائف اور ذرات ممکنات کے ہر ذرّے کے ساتھ ملاحظہ کی وجہ بیان کی ہے کہ دائرہ امکان میں قلب کی توجہ اوپر کو ہے، جب قلب پروردگار کی معیت کا ادراک تمام اشیا کے ساتھ کرتا ہے تو توجہ فوق مضمحل ہو کر شش جہات کا احاطہ کرے گی اور سرِ معیت وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کو پہنچ جائیگا کہاں ادراک کرنا قلب کا شش جہات کو اور کہاں قالب کو مورد فیض بنانا ؟ روز روشن میں آفتاب کی روشنی سے تمام عالم منور رہتا ہے اور بند کمرے میں جس میں کوئی جھروکہ بھی نہ ہو روز روشن میں اندھیرا ہوتا ہے۔ اس کمرے کی چھت میں اگر کوئی سوراخ پیدا ہو جائے تو البتہ آفتاب عالمتاب کی روشنی اس سوراخ سے داخل ہو گی اور کمرے کے ظلمت کدہ میں وہ روشنی مثل ایک مینار یا ستون کے نظر آئے گی۔ اگر دیکھنے والا کسی طرح اس سوراخ تک خود کو پہنچا لے اور اس کی نگاہ عالم نورانی پر پڑے اس وقت وہ مینارۂ نور یا ستون اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جائے گا اور وہ بخوبی پہچان جائے گا کہ آفتاب کے نور نے تمام اشیا کو روشن کر دیا ہے کمرے کا اندھیرا اس میں کھڑکی دروازہ نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہی حال جسم خاکی میں انسان کے قلب کا ہے کہ غفلتوں کی کدورت اور گناہوں کی تاریکیوں سے اپنی نورانیت اور صفائی قلب کو کھو بیٹھا ہے اور اس مثال مذکورہ بالا کے بند کمرے کی طرح گھپ اندھیرا ہو گیا ہے جس میں کوئی جھروکہ تک نہ ہو، احمد و ترمذی و حاکم (بعد کے بردو) نے اسے صحیح کہا ہے اور نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا اَذْنَبَ ذَنْبًا نُكِتَتْ فِي قَلْبِهٖ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فَاِنْ تَابَ وَنَزَعَ وَاسْتَغْفَرَ صُقِلَ قَلْبُهٗ وَاِنْ عَادَ زَادَتْ حَتّٰى تَعْلُوَ قَلْبَهٗ فَذَالِكَ الرَّانُ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِي الْقُرْاٰنِ كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ [1] یعنی بے شک بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب میں ایک سیاہ نشان پڑ جاتا ہے پس اگر اس نے توبہ کر لی اور چھوڑ دیا گناہ کو اور معافی چاہی تو اس کا قلب صاف ہو جاتا ہے اور اگر گناہ کا عادی ہو گیا تو وہ سیاہ نشان بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے قلب پر چھا جاتا ہے پس یہی وہ ران ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیۃ میں فرمایا ہے کہ کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ان کے دلوں پر وہ جو کچھ کماتے تھے [2]

---

[1] عن ابی ہریرۃ رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وقال الترمذی ہذا حدیث صحیح، مشکوٰۃ ربع ۲ کتاب اسماء اللہ باب الاستغفار مگر اس میں لفظ زادت سے پہلے زاد آیا ہے عاد نہیں ہے اور تعلو قلبہ کے بعد منہ الکم آیا ہے بصیغۂ جمع، واللہ اعلم۔

[2] التطفیف ۸۳: ۱۴۔

marfat.com

جب طالب حق پیرو مرشد کے دست حق پرست پر صدق دل سے توبہ و استغفار کرتا ہے اور وہ اپنے قلب کو پاک پروردگار جل شانہ و عم احسانہ کے ذکر شریف میں مصروف رکھتا ہے تو وہ رحیم مطلق غفلت اور ظلمت کے پردوں کو ایک ایک کر کے دور کر دیتا ہے اور دل کے خلوت خانہ میں نور کا ایک روشندان کھول دیتا ہے اس وقت سالک نور کا مینارہ یا ستون سا دیکھتا ہے جس کو ہمارے حضرات قدس اللہ اسرارہم فتح یاب کہتے ہیں۔ جب لطیفہ شریفہ اپنی اصل سے جا ملتا ہے جو کہ عالم امر میں عرش کے اوپر ہے دیکھتا ہے کہ یہ نور نہ صرف اس کے خلوت خانہ دل کو ہی اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے بلکہ تمام عالم کو محیط ہے ؎

دیکھیو جمالِ دوست کھلے چشم دل اگر

ہر وقت ہر جگہ وہی ہر سو ہے جلوہ گر

مدار کار قلب پر ہے جو کہ اصل حقیقت ہے قلب کلی کا جس کو قلب کبیر اور حقیقت جامعہ انسانی کہتے ہیں جیسا کہ اس کا بیان لطائف عشرہ میں گزر چکا ہے لہٰذا اگر ابتدائے ذکر ہے تو لطیفہ قلب سے اگر نفی و اثبات میں ضرب ہے تو قلب پر اگر یاز وہ اصول کی وضع ہیں تو استقامت قلب کے لئے ہیں۔ اسی وجہ سے حضرت مجدد کے فرزندان گرامی قدس اللہ اسرارہم عالم امر کے لطائف خمسہ میں سے قلب پر اکتفا کرتے تھے ؎

رہ خدا کی ہیں دو منزلیں وہی قبلہ ہے ایک کعبہ صورت تو دل ہے اک کعبہ

اگر ہو تم کو میسر کرو زیارتِ دل ہزار کعبوں کا کعبہ ہے ایک دل قبلہ

حضرات کرام نے صاف صاف لکھا ہے کہ کارخانہ قلب دائرۂ ولایتِ صغریٰ میں تکمیل پاتا ہے۔ چنانچہ شاہ ابوسعید قدس سرہ نے لکھا ہے کہ دائرہ ولایتِ صغریٰ میں قلب کے پہنچنے کی علامت یہ ہے۔" اور حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نویں مکتوب میں لکھتے ہیں۔ اول اسم ذات پھر نفی و اثبات مذکورہ لحاظ کے ساتھ پھر محض وقوف قلبی اور کبھی صورت مرشد پیش نگاہ رکھنا اور ہر ذکر میں یہ صورت نظر میں رکھنا مفید تر ہوتا ہے اور قلب کی توجہ کے ساتھ کبھی کبھی مراقبہ احدیت و مراقبہ معیت اور کبھی لطیفہ فوقانی سے مراقبۂ اقربیت اور کبھی مراقبۂ محبت یہ ہے اس خاندان کا طریقہ (الخ) اور ان ہی حضرت شاہ غلام علی صاحب علیہ الرحمہ نے رسالہ ایضاح الطریقہ میں تحریر فرمایا ہے کہ قلب کا معاملہ پورا ہو چکنے کے بعد لطیفہ نفس کی تہذیب جس کا مقام حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے نزدیک پیشانی ہے کی جاتی ہے اور علم تمامی مقام قلب کا جو کہ ولایتِ صغریٰ ہے ارباب کشف و معرفت کو آسان ہے :۔ اور حضرت غلام یحییٰ خلیفہ اجل حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید قدس اللہ اسرارہما جنہوں نے اپنے پیرو مرشد کی زندگی میں وفات پائی ہے اس سے بھی زیادہ واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ لطیفہ جس پر وارد فیض کا انتظار کرنا چاہیئے دائرہ امکان اور ولایتِ صغریٰ میں لطیفۂ قلب ہے (الخ)

marfat.com

اس لئے تصریحات کو چھوڑ کر مستفادات کے پیچھے پڑنا یقیناً اشتباہ کا باعث ہوگا اور یہ جو حضرت مسکین نے عموم معیت اور خصوص مورد کی بحث فرمائی ہے تو غالباً انھوں نے اصول فقہ کا مراجعہ نہیں کیا ہے۔ اصول میں اَلعَامُ الَّذِیْ اُرِیْدُ بِهٖ الخُصُوْصُ، یعنی عام وہ ہے جس سے خاص مراد ہو" کی مستقل بحث آتی ہے جیسے قال اللہ تعالیٰ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ لہ یعنی اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ کہا ان سے لوگوں نے (اور) مراد ہے نعیم ابن مسعود سے۔ یا۔ وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ لہ یعنی یا حسد کرتے ہیں وہ لوگوں پر یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

اسی کے ساتھ فقیر مولف کہتا ہے کہ پروردگار جل شانہٗ کا وہ کونسا وصف ہے جس میں عمومیت نہ ہو مثلاً بندہ دعا میں کہتا ہے:۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِرْحَمْنِیْ یعنی اے بڑے رحم کرنے والے مجھ پر رحم فرما۔ یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَةِ اِغْفِرْلِیْ یعنی اے بہت معاف کرنے والے مجھے معاف کردے یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ اِقْضِ حَاجَتِیْ یعنی اے ضرورتیں پوری کرنے والے میری ضرورت پوری کردے یَا مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قَلْبِیْ عَلٰی طَاعَتِكَ یعنی اے دلوں پر تصرف رکھنے والے میرے دل کو اپنی طاعت پر پھیر دے ؎

کریما کہ خوانِ کرم سے ترے | مجوس و مسیحی کو روزی ملے
ہو کیوں دوست محروم شاہِ کرم | ہے جب دشمنوں پر نگاہِ کرم

اور یہ جو حضرت مسکین نے اپنے ارشاد مرشد کے بارے میں لکھا ہے تو معلوم رہے شاہ غلام علی قدس سرّہ بیاسی سال کی عمر میں رحلت فرمائے خلدبریں ہوئے، بڑھاپے اور ذکر و فکر و مراقبے کی کثرت کی وجہ سے آخری چند سالوں میں کمزوری بہت ہوگئی تھی چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ:۔ اب میں ضعیف ہوگیا ہوں۔ پہلے مسجد جامع شاہ جہاں آباد میں حوض کا آب تلخ پیتا تھا۔ دس پارے کلام مجید کے پڑھتا تھا۔ دس ہزار نفی و اثبات کرتا تھا۔ نسبت باطن اتنی قوی تھی کہ تمام مسجد پر نور ہو جاتی تھی اور اسی طرح جس گلی سے بھی گزرتا تھا ہوا کرتا تھا۔ اگر کسی بزرگ کے مزار پر جاتا تو اس کی نسبت پست ہو جاتی تھی تو میں خود اپنے کو پست کر کے ان بزرگ کی تواضع کرتا تھا اور فرماتے تھے ؎

میں گرچہ برجستہ ہوا ناتواں ہوا
جب گلعذار دوست کو دیکھا جواں ہوا

لہ | لہ النساء ۵۴

marfat.com

اور پھر پوری قوت کے ساتھ توجہ دیتے تھے وہ لوگ جو کہ ان آخری چند برسوں میں ان کی خدمت میں پہنچے ہیں اگرچہ بیعت ان ہی سے ہوئے اور ان کے حلقہ توجہ میں شریک رہے ہیں اور انھوں نے بھی ان لوگوں پر توجہ مبذول رکھی ہے لیکن وہ یعنی حضرت شاہ صاحب موصوف قدس سرہ ان لوگوں کو اپنے خلفائے گرامی کے سپرد کر دیتے تھے ۔ جیسے حضرت شاہ ابو سعید دہلوی، حضرت شاہ روف احمد بھوپالی، حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلوی حضرت شاہ بشارت اللہ صاحب بہرائچی [1] حضرت عبد الغفور صاحب خورجوی [2] قدس اللہ اسرارہم ۔ وغیرہ

چنانچہ جناب مسکین کے پیر و مرشد نے شاہ ابو سعید قدس اللہ اسرارہما سے تربیت پائی ہے ۔ ان حضرات کی حاضری حلقہ درس میں کمتر رہی ہے اس لئے اگر ان لوگوں سے کسی حکم کے استنباط میں کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو کوئی عجیب بات نہیں ہے اگر جناب مسکین نے یہ قول حضرت سعد اللہ صاحب قدس سرہ سے نقل کیا ہے تو بعض دیگر سے جو کہ شاہ غلام علی قدس سرہ کے دورِ آخر کے خلفا میں سے ہوئے ہیں ان کے خلفا نے بعض ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن کی وجہ صحت حضرات کے کلام سے نہیں ملتی، واللہ اعلم

مدرج سوم ـــــــ دائرہ ولایتِ کبریٰ

اس مدرج میں اسماء و صفات و شیونات الٰہیہ کی تجلیات میں سیر حاصل ہوتی ہے ۔ ولایتِ صغریٰ، ولایتِ اولیا اور دائرہ ظلال تھا جو سکر و توحید وجودی کا مقام تھا وہاں مراقبۂ معیت کرتے تھے کیونکہ غایت معیت مشعر اتحاد ہوتا ہے ۔

اور یہ مدرج ولایتِ کبریٰ، ولایتِ انبیا کا ہے یعنی وہ سروران علیہم السلام جب اس مقام پر پہنچے تھے تو ان کی نبوت ظاہر ہوتی تھی [3] اور یہ ولایت حضرات انبیا کے تعینات کی مبادی ہے

---

[1] شاہ بشارت اللہ بہرائچی متوفی ۱۲۵۴ھ داماد حضرت شاہ نعیم اللہ بہرائچی خلیفہ حضرت مرزا صاحب قدس اللہ اسرارہم ۔ [2] شاہ عبد الغفور خورجوی خلیفہ شاہ غلام علی صاحب قدس اللہ اسرارہم متوفی سنہ ھ

[3] حضرت مرشدی شاہ زید دام فیوضہم نے فرمایا کہ یہ نکتہ حضرت شاہ ابو الخیر قدس سرہ نے اپنے ایک خلیفہ سے بیان فرمایا تھا جو افغانستان کے جید عالم تھے ۔

marfat.com

یہاں نہ ظل کا اثر ہے نہ سُکر کا، اس مقام پر توحید شہودی منکشف ہوتی ہے۔ یہاں ابتداء مراقبۂ اقربیت سے ہوتی ہے جو دوئی کو مشعر ہوتی ہے۔ اقربیت کا کمال دوئی میں ہے جب سالک مقام اقربیت پر فائز ہو گیا تو شاہراہِ محبت میں قدم رکھتا ہے اور اس محبت سے جس میں اسماء و صفات و شیونات کا دخل ہوتا ہے اس سے گزر کر خود کو محبت ذاتیہ تک پہنچاتا ہے اس وقت نفس امارہ ولوامہ راضیہ و مطمئنہ ہو کر تختِ صدر پر ارتقاء کر جاتا ہے۔

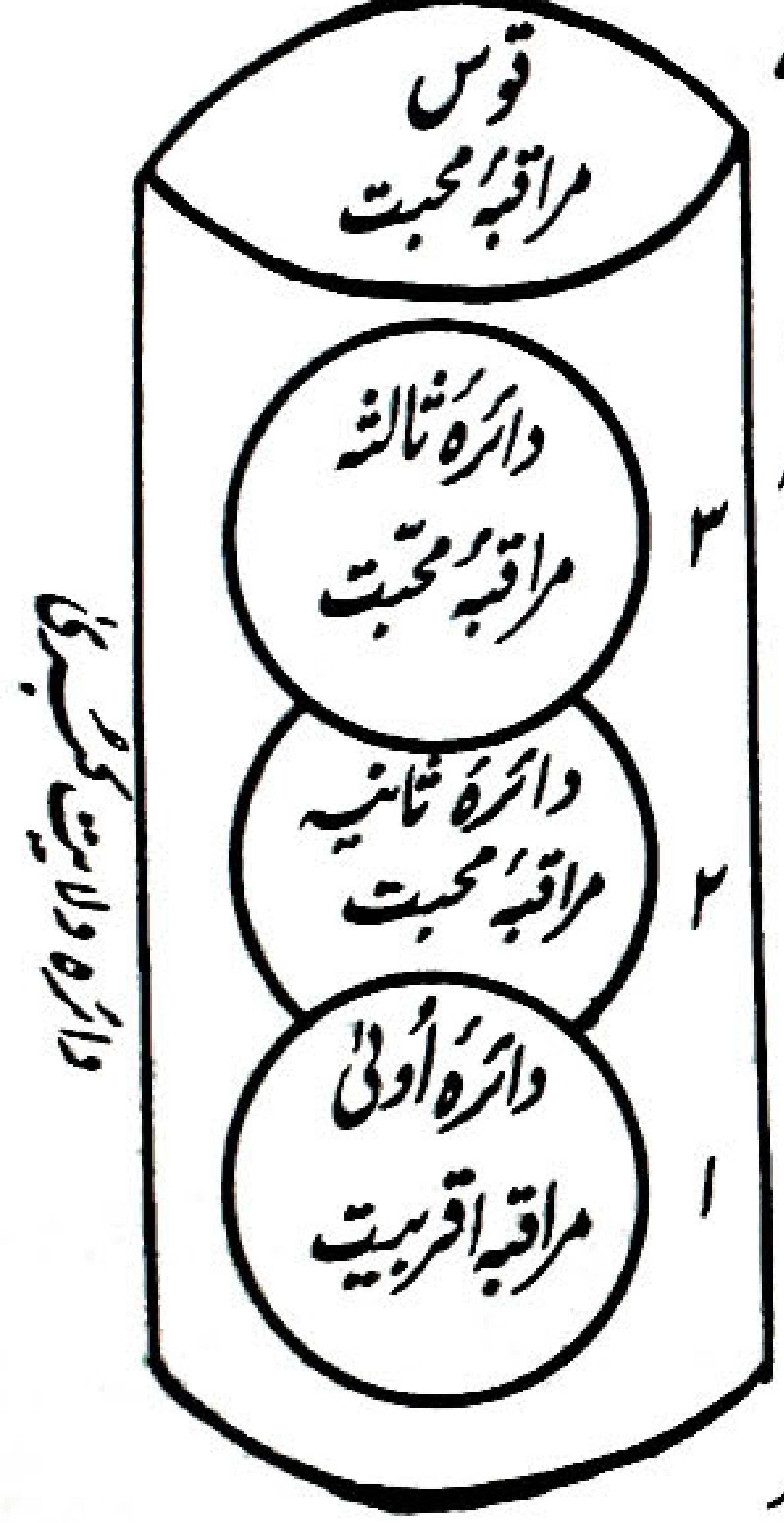

معلوم ہو کہ ولایت علیا میں تین دائرے اور ایک قوس ہے۔

دائرۂ اولیٰ میں مراقبۂ اقربیت ہوتا ہے یعنی مفہوم آیۂ کریمہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ یعنی ہم اس کی طرف شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں اس میں فیض وارد ہوتا ہے اس ذات پاک سے جو ہم سے رگِ جان سے قریب تر ہے۔

ہے مجھ سے تو محبوب نزدیک تر تعجب ہے اس سے رہوں بے خبر
کروں کیا، کہوں کس سے، رنجور ہوں ہے آغوش میں یار مہجور ہوں

اور مورد فیض اصالتاً لطیفۂ نفس ہے اور لطائف خمسہ اس کی تابعیت میں مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ اس جگہ لطائف خمسہ کو عروج تام حاصل ہوتا ہے۔ اس دائرے کے نچلے آدھے میں سیر تجلیات اسماء و صفات میں زیادہ نصیب ہوتی ہے اور اوپری آدھے میں سیر تجلیات شیونات و اعتبارات کی ہوتی ہے دوسرے دائرے میں نیز تیسرے دائرے اور قوس میں مراقبۂ محبت کرتے ہیں اور مفہوم آیۂ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ کو ملحوظ رکھتے ہیں یعنی فیض وارد ہوتا ہے اس ذات پاک سے جو مجھے دوست رکھتی ہے اور میں اسے چاہتا ہوں یعنی میرے اور اس کے درمیان محبت کا تعلق ہے میرے لطیفۂ نفس پر مورد فیض ان دو دائروں اور قوس میں لطیفۂ نفس ہے جو کہ پیشانی میں قرار پایا ہے۔

معلوم رہے کہ دوسرا دائرہ پہلے دائرے کی اصل ہے اور تیسرا دائرہ دوسرے کی اصل ہے اور قوس تیسرے دائرے کی اصل ہے لہٰذا مراقبہ کرنے میں اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے دوسرے دائرے میں یہ لحاظ کرے کہ میرے لطیفہ انا پر فیض وارد ہوتا ہے اس ذات پاک سے کہ میرے اس کے درمیان محبت کا تعلق ہے وہ مجھے چاہتا ہے اور میں اس کو چاہتا ہوں اس دائرے سے جو اصل ہے پہلے دائرے کی یعنی اسماء و صفات کی تجلیات کا دائرہ۔ اور تیسرے دائرے میں لحاظ کرے کہ ورود فیض ہے

marfat.com

اس دائرے سے جو اصل ہے جو اصل الاصل ہے دائرہ تجلیات اسمار و صفات کا۔ اور قوس میں لحاظ کرے کہ قوس سے ورود فیض ہے جو تیسرے دائرے کی اصل ہے۔

اور مراقبے کا طریقہ دائرہ دوم و سوم اور قوس میں یہ ہے کہ خود کو اپنے خیال میں دائرہ یا قوس میں داخل کرے وہ دائرہ بمنزلہ قرص آفتاب کے اور قوس بمنزلہ نیم قرص کے سالک پر منکشف ہوتا ہے جتنے حصے کی سیر طے ہو جاتی ہے اتنا حصہ دائرہ یا قرص آفتابی کا نورانی ظاہر ہوتا ہے باقی حصہ گہن لگے ہوئے حصہ آفتاب کی طرح بے نور رہتا ہے۔ چونکہ ولایت کبریٰ کی ابتدا سے مورد فیض لطیفہ نفس پر ہوتا ہے لہٰذا فیض باطن کا معاملہ دماغ سے تعلق رکھتا ہے اور جب تک معاملۂ فیض دماغ سے تعلق رکھے تو جاننا چاہئے کہ ولایت کبریٰ کا معاملہ ابھی انجام کو نہیں پہنچا ہے۔ جب نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے اور چون و چرا قضا کے احکام سے ختم ہو جاتا ہے تو مقام رضا پر ارتقا کر کے سالک ایوان صدر میں بیٹھتا ہے، تب جاننا چاہیئے کہ ولایت کبریٰ کی سیر پوری ہو گئی، اس وقت میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سینہ اس قدر کشادہ ہو جاتا ہے کہ بیان نہیں کیا جا سکتا، البتہ اتنا جانے رہنا چاہیئے کہ اگرچہ قطع ولایت کبریٰ سے لطیفہ نفس کا تزکیہ حاصل ہوتا ہے اور رزیل خصلتیں حسنات سے بدل جاتی ہیں لیکن دنارت و تلون و کبر و رعونت جو کہ عناصر اربعہ سے پیدا ہیں ابھی ان کا پورا پورا دفعیہ مشکل ہے جب تک کہ عناصر اربعہ کا تزکیہ حاصل نہ ہو چنانچہ عناصر باد و آب و آتش تینوں کا تزکیہ ولایت کبریٰ میں جو کہ ولایت ملار اعلیٰ ہے ہوگا، اور عنصر خاکی کا تزکیہ دائرہ تجلیات ذاتیہ اور دائرہ کمالات نبوت میں ہوتا ہے کیونکہ لطیفہ نفس بمنزلہ خلاصہ اور نچوڑ کے ہے عناصر اربعہ کا جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، پس تزکیہ نفس پورے طور پر دائرہ کمالات نبوت کے قطع ہونے کے بعد حاصل ہوگا۔ حضرت عبید اللہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا اَنَا الْحَقّ کہنا آسان ہے اور اَنَا کو دور کرنا مشکل ہے یہ قول لطیفہ نفس کے فنائے کامل کو ظاہر کرتا ہے۔ اس ولایت میں سیر پوری کر لینے کے بعد مظاہر اسم ھُوَ الظَّاھِرُ کی سیر انتہا کو پہنچتی ہے۔ حضرت شاہ غلام علی نے اس مقام پر اسم ھُوَ الظَّاھِرُ کے مراقبے کو فرمایا ہے تاکہ سالک اس اسم شریف کے مظاہر سے بہ تمام و کمال مستفید ہو سکے۔ اور معلوم رہے کہ اس ولایت میں تہلیل لسانی یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ زبانی کہنا معنی کے لحاظ کے ساتھ اور توجہ قلب بطرف اس سبحانہ و تعالیٰ کے بہت مفید ہے۔

مُراقبہ اسم الظَّاھِر

اس میں منشار فیض وہ ذات پاک ہے جس کے اسمار مبارکہ میں سے ایک نام مبارک اَلظَّاھِرُ ہے

marfat.com

اور اس کا مورد فیض لطیفۂ نفس مع لطائف خمسہ کے ہے اس مراقبے میں سیر اسمار و صفات کی تجلیات میں ہوتی ہے بغیر بلاحظہ ذات تعالت وتقدست کے، اس مراقبے کے بعد بعض حضرات مراقبۂ شرح صدر کو فرماتے ہیں بغرض استفادہ اس کا بیان حسب ذیل ہے۔

مراقبۂ شرحِ صدر

طالب اپنے سینے کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک کے آمنے سامنے (تصور و خیال میں) رکھ کر جناب الٰہی میں عرض کرے کہ الٰہی فیض انشراح صدر مبارک آں سرورؐ کا میرے سینے میں پہنچاوے اور سورہ الم نشرح پوری پڑھے۔

مدارج چہارم ——— دائرہ ولایتِ علیا

دائرہ
ولایتِ علیا
مراقبۂ محبت

ولایتِ علیا کا دوسرا نام ولایت ملا اعلیٰ ہے اور اس ولایت میں ایک دائرہ ہے اور وہ دائرہ مبادی تعینات ہے ملائکہ کرام کا (علیہم السلام)۔ اس مقام میں سیر اسمار و صفات الٰہیہ جل مجدہ کی تجلیات کی ہوتی ہے جو کہ کبھی تجلیات ذاتیۂ الٰہیہ میں بھی مشہود ہوتی ہے۔ جب سالک اس دائرے میں قدم رکھتا ہے تو یہ دائرہ سورج کی کرنوں کی دھاریوں کے مثل ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت واجبی کے اسمار و صفات اس دائرے کو گھیرے ہوئے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی اس دائرے کی دھاریاں بھی مشاہدہ ہوتی ہیں اور کمال بے رنگی میں ظاہر ہوتی ہیں، رفتہ رفتہ وہ شعاعی دھاریاں غائب ہوتی جاتی ہیں پھر وہی رشتہ محبت جس نے کہ ولایتِ کبریٰ کے دو نیم دائروں میں سالک کو اوج رضا تک پہنچایا تھا یہاں بھی سالک کو تجلیات اسمار و صفات کے پردوں سے تجلیات ذات کے نگار خانے تک کشاں کشاں پہنچا دیتا ہے ؎

مجھ سے جھٹک جھٹک کر جلوے لٹا رہے ہو
لو شمع دل کی بھاؤ اپنا بڑھا رہے ہو

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ نے اپنے نوّیں ۹۰ مکتوب میں لکھا ہے۔ دائرہ دوم وغیرہ (ولایت کبریٰ کے) جو گرانی توجہ جانب فوق متوہم ہوتی تھی اب یہاں اس کا ادراک نہیں ہوتا کیونکہ صاحب

marfat.com

توجہ کا نفس فنا ہو چکا تو نگراں کون ہو، یہاں پر سلطنت تخت صدر پر ارتقا پاتا ہے اور صدر کو ادراک انجذاب کا ہوتا ہے اس مقام میں مراقبہ حضرت ذاتیہ من حیث المحبت: یُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ولایتِ علیا تک کرتے ہیں جو مقامات قرب سے تعبیر ہے اور جسے مرتبہ بے چونی و تنزیہ حاصل اور جس کا مشاہدہ عالم مثال میں ہوتا ہے اور جسے دائرہ مناسب کے ساتھ دیکھتے ہیں ورنہ جہاں خدا ہے وہاں دائرہ کہاں؟ ولایت کبریٰ اور اسم هُوَ الظَّاهِرُ کی سیر پوری کرنے کے بعد سیر و سلوک ولایتِ علیا میں ہے جو کہ ولایتِ ملاء اعلا علیہم الصلاۃ ہے اور اس ولایت میں عنصر خاک کو چھوڑ کر باقی تینوں عناصر سے کام پڑتا ہے یہاں اس ذات کا مراقبہ ہوتا ہے جس کا مسمّٰی هُوَ الْبَاطِنُ ہے۔ تہلیل یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا اور نفل نماز ترقی بخشتی ہے (الخ) اور حضرت مولوی غلام یحییٰ قدس سرہٗ نے لکھا ہے، اور باقی دائروں میں اور اسی طرح قوس میں اور اسی طرح ولایتِ علیا میں علاقہٴ محبت ہمارے اور اس سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان ہے کہ آیۂ کریمہ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اسی کا اشارہ ہے (الخ) اور اس دائرے میں مورد فیض عناصر ثلاثہ آب و ہوا و آتش ہیں، تمام بدن میں اس وقت وسعت پیدا ہوتی ہے اور لطائف کے احوال سارے قالب پر وارد ہوتے ہیں۔ اس مقام میں تہلیل لسانی اور فہم معنی اور نفل نماز طول قنوت کے ساتھ ترقی بخش ہوتی ہے اس مقام میں ارتکاب رخصت شرعی بھی ٹھیک نہیں ہوتی، کیونکہ رخصت پر عمل آدمی کو بشریت کی طرف کھینچتا ہے اور عزیمت پر عمل ملکیت سے مناسبت پیدا کرتا ہے، پس جتنی زیادہ مناسبت ملکیت سے حاصل ہوگی اس ولایت میں اتنی ہی زیادہ ترقی میسر آئے گی، جب سالک پر وردگار کی عنایت سے اس دائرے کے آخر تک سیر و سلوک پہنچا لیتا ہے تو اس کو عالم قدس تک اڑان کے لئے دو پر پرواز دو قوی بازوؤں کے ساتھ حاصل ہو جاتے ہیں۔ ایک تو مظاہر اسم هُوَ الظَّاهِرُ اور دوسرا مظاہر اسم هُوَ الْبَاطِنُ کا کہ ان دونوں کے زور قوت کے ذریعے سالک اسماء و صفات کی تجلیات کے پردوں سے گزر کر تجلیات ذات کے خلوت خانے میں خود کو پہنچا لیتا ہے۔

معلوم رہے کہ صفاتِ واجبی میں اس تعالیٰ و تقدس کی ذات ملحوظ نہیں ہے مثلاً سمع و بصر و قدرت و ارادہ وغیرہ میں صفات کا لحاظ ہوتا ہے اور اسماء صفاتیہ مثلاً سمیع و بصیر قدیر و مرید وغیرہ دیگر اسماء صفاتیہ اس ذات تعالیٰ و تقدس کی صفت کے ساتھ ملحوظ ہوتے ہیں یعنی وہ ذات پاک کہ سمع کا اس سے تعلق ہے یا بصر یا قدرت یا ارادہ یا کوئی اور صفت اس ذات پاک کے ساتھ قائم ہے، پس سالک کی سیر تجلیاتِ صفات میں سیر ہے مظاہر اسم هُوَ الظَّاهِرُ کی کیونکہ وہ تعالیٰ و تقدس ظاہر اسماء و صفات، اور آیات سے اور سالک کی سیر اسماء صفاتیہ مظاہر اسم الْبَاطِنُ کی تجلیات کی سیر ہے، حضرت مجدد قدس سرہ نے لکھا ہے۔ ان اسماء میں سیر شروع کرنا ولایت علیا میں قدم رکھنا ہے (الخ) کیونکہ اس

marfat.com

تعالیٰ کی ذات اسماء و صفات کے پردے میں باطن کے توہمات و تخیلات اور معقولات و محسوسات کی مشابہت سے ہے :۔ فَهُوَ جَلَّ مَجْدُهٗ الَّذِیْ لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْئٌ ظَاهِرٌ بِالْاَحَدِیَّةِ وَالتَّصْرِیْفِ وَبَاطِنٌ بِالصَّمَدِیَّةِ وَالتَّعْرِیْفِ، یعنی وہ ذات جل مجدہ ایسی ہے کہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے ظاہر ہے احدیت اور تصریف کے ساتھ اور باطن ہے بے نیازی و تعریف کے ساتھ۔

مُراقبہ اسم اَلبَاطِن

اس دائرے میں اسم هُوَالبَاطِنُ کا مراقبہ کرتے ہیں۔ منشاء فیض اس میں ذات بحت ہے کہ جس کے ناموں میں سے ایک نام اس کا الباطن ہے اور مورد فیض عناصر ثلاثہ آب و ہوا و آتش ہیں۔ ان تینوں عناصر کی ترقیات اصالتً ہوتی ہیں جبکہ ملائکہ علیہم السلام کو بھی اگرچہ ان عناصر سے ترقی نصیب ہے لیکن ان کو تابعیت میں حاصل ہے۔ تمام بدن بتمام و کمال اس اسم شریف کے مظاہر سے مستفید ہوتا ہے اور وسعت پیدا کرتا ہے۔ ولایتِ علیا کا منتہیٰ اصالتً مخصوص ہے ملاء اعلا سے جو جمیع ولایات کو جامع ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے مخدوم زادہ عالم حضرت محمد صادق قدس سرہ کو لکھا ہے کہ :۔ یہ موطن ولایتِ کبریٰ کا منتہیٰ ہے جو کہ ولایتِ انبیاء ہے علیہم الصلاۃ والسلام، جب سیر کو یہاں تک پہنچایا تو متوہم ہوا کہ غالبً کام التمام کو پہونچ چکا ہو۔ ندا آئی کہ یہ سب تفصیل اسم اَلظَّاهِر کی تھی جو پرواز کا ایک ہی بازو ہے اور اسم بَاطِن ابھی باقی ہے جو عالم قدس کی پرواز کا دوسرا بازو ہے اور جب اس کو انجام تک پہنچالے تو پرواز کے لئے دو بازو طیار ہو جائیں گے الخ

نیز اسی مکتوب میں لکھا ہے :۔ اسم اَلظَّاهِرُ میں سیر صفات میں ہے بغیر اس کے کہ اس کے ضمن میں ذات ملحوظ کی جائے (تقدس و تعالیٰ) اور اسم اَلبَاطِنُ میں سیر اگرچہ اسماء میں ہے مگر اس کے ضمن میں ذات تعالیٰ الملحوظ ہے اور وہ اسماء سپر کی طرح سے ہیں جو ذات تعالیٰ و تقدس کے نقاب واقع ہوئے ہیں، مثلاً صفت العلم میں ذات تعالیٰ اصلاً ملحوظ نہیں اور اسم اَلعَلِیْمُ میں ذات تعالیٰ ملحوظ ہے صفت کے پردے میں کیونکہ عَلِیْم وہ ذات ہے کہ علم اسی کے لئے ہے۔ فَالسَّیْرُ فِی الْعِلْمِ سَیْرٌ فِی الْاِسْمِ الظَّاهِرِ وَالسَّیْرُ فِی الْعَلِیْمِ سَیْرٌ فِی الْاِسْمِ الْبَاطِنِ وَقِسْ عَلٰی هٰذَا سَائِرَ الصِّفَاتِ وَالْاَسْمَاءِ یعنی پس سیر فی العلم سیر ہے اسم الظاہر میں اور سیر فی العلیم سیر ہے اسم الباطن میں اور اسی پر قیاس کیا جائے سارے صفات و اسماء میں۔ نیز لکھا ہے کہ منتہائے ولایتِ علیا عبارت ہے تعین اول سے جو جمیع مراتبِ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کو جامع ہے اور نیز جامع ہے ان مراتب کے اصول اور ان کے

marfat.com

اصول اصول کو، اور منتہائے ذاتیہ کا تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے بعد اس کے اگر سیر واقع ہو تو مناسب علم حضوری ہو گی اے فرزند (یعنی خواجہ محمد صادق) علم حصولی و علم حضوری کا اطلاق اس میں حضرت جل سلطانہ بہ اعتبار تمثیل و تنظیر ہے کیونکہ وہ صفات جن کا وجود زائد ہے وجود ذات تعالیٰ و تقدس پر ان کا علم مناسب علم حصولی کے ہے اور اعتبارات ذاتیہ کہ اصلاً ان کی زیادتی ذات تعالیٰ و تقدس پر زائد متصور نہیں ہے ان کا علم مناسب علم حضوری ہے وَاِلَّا فَلَیْسَ ثَمَّۃَ اِلَّا تَعَلُّقُ الْعِلْمِ بِالْمَعْلُوْمِ مِنْ غَیْرِ اَنْ یَّحْصُلَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ فِیْہِ شَیْءٌ فَافْہَمْ (الخ یعنی اگر نہیں تو نہیں مگر یہ کہ تعلق ہو علم کا معلوم سے بغیر اسکے کہ حاصل ہو معلوم سے اس میں کچھ بھی، پس سمجھ رکھو (الخ) اور بھی لکھا ہے فَہُوَ سُبْحَانَہٗ بَعْدُ وَرَآءَ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ ثُمَّ وَرَاءُ الْوَرَاءِ (یعنی پس وہ سبحانہ بدرجہا وراء الورا رہے ہے

اب کہ ہے ایوانِ استغنا بلند | ہے مجھے فکر رسائی نابسند[1]

مدرج پنجم —— دائرہ کمالاتِ ثلاثہ

یہ تجلیات ذاتیہ الٰہیہ کا دائرہ ہے۔ اسی کو دائرہ کمالات ثلاثہ بھی کہتے ہیں یعنی، کمالات[1] نبوت کمالات[2] رسالت [3] کمالات اولوالعزم

۱۔ کمالاتِ نبوت

یہاں سے تجلیاتِ ذات، اسماء و صفات کی تجلیات کے پردے کے بغیر شروع ہوتی ہیں۔ اس عجیب مقام کا ایک نقطہ سارے مقاماتِ ولایت سے بہتر ہے۔

دائرہ
کمالاتِ نبوت

اس دائرے میں مراقبہ ذات بحت ہے، جو معریٰ ہے سارے تعینات سے اور مبریٰ ہے سارے اعتبارات سے جو کہ کمالاتِ نبوت کا منشاء ہے یعنی ظاہر کرنے والا ہے اور انتظار فیض اسی ذاتِ مقدسہ تعالت و تقدست سے کرتے ہیں اور مورد فیض اصالتاً لطیفہ خاک پاک ہے جو کچھ سارے لطائف پر پہنچتا ہے اسی لطیفہ مبارکہ کی تابعیت میں پہنچتا ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ، یعنی جس نے اللہ کے لئے تواضع اختیار کی اللہ اسے بلندی دیتا ہے

شاداب فصلِ گل سے جگر کیا ہوں سنگ کے | ہو خاک جس سے پھول کھلیں رنگ رنگ کے

---

[1] نابسند بمعنی ناکافی یعنی صرف فکر کافی نہیں بلکہ محنت کی ضرورت ہے۔

marfat.com

اس مقام میں حضور بے جہت اور برد یقین حاصل ہوتا ہے، بے تابی و طپش طلب اور نگرانی و توجہ ہائے سابقہ زائل ہو جاتی ہے، توحید وجودی و شہودی راہ میں رہ جاتی ہے، بے کیفیتی اور یاس و حرمان ظاہر ہوتی ہے، تلاوت قرآن مجید آداب کے ساتھ اور ادائے نماز طول قنوت کے ساتھ اور اشتغال احادیث نبویہ کے ساتھ (علی صاحبہا الف صلوٰۃ و تحیہ) اس مقام میں اور اس کے بعد کے مقامات میں آخر نہایات تک ترقیاں بخشتا ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے لکھا ہے کہ:۔ جمیع ولایات کے کمالات خواہ ولایتِ صغریٰ کے ہوں یا ولایتِ کبریٰ کے اور کیا ولایتِ علیا کے، سب کے سب کمالات مقام نبوت کے ظلال ہیں اور وہ کمالات شبیہ و مثال ہیں ان کمالات کی حقیقت کے اور یہ امر روشن ہو جاتا ہے کہ ایک نقطہ جو اس سیر کے ضمن میں قطع ہوتا ہے، مقامِ ولایت کے جمیع کمالات سے زیادہ ہے پس قیاس کرنا چاہیئے کہ ان سارے کمالات کو پہلے سب کمالات سے کیا نسبت ہے۔ سمندر کو بھی ایک نسبت قطرے کے ساتھ ہوتی ہے سو یہاں وہ بھی مفقود ہے۔ مگر یہی کہیں کہ مقام نبوت کی نسبت مقام ولایت کے ساتھ ایسی ہے جیسے غیر متناہی کی نسبت محدود ہے۔ سبحان اللہ، کوئی جاہل اس راز کے متعلق کہتا ہے:۔ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ یعنی ولایت افضل ہے نبوت سے، اور دوسرا اس معاملے سے عدم آگاہی کی وجہ سے اس کی توجیہ میں کہتا ہے۔ وِلَایَۃُ النَّبِیِّ اَفْضَلُ مِنْ نُبُوَّتِہٖ یعنی نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے، یہ بقول تعالیٰ۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ [1] یعنی کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے مُنہ سے یہ

فائدہ کمالاتِ نبوت میں اتمام سیر کے بعد لطائف عشرہ میں سے ہر ایک طرح سے جلاو صفائی حاصل کر کے باہم متحد ہو کر ہیئت وحدانی پیدا کر لیتا ہے اس وقت انسان کامل کا نسخہ عزیز الوجود ظہور میں آتا ہے جو اوصاف الٰہی سے متصف ہوتا ہے خواہش اور اپنے نفس کا مالک ہو جاتا ہے کوئی فعل اس سے پروردگار کی مرضی کے خلاف صادر نہیں ہوتا اور اس پر قدرت رکھتا ہے کہ کسی بات میں نسبت قدرت اپنے سے نہ کرے جو کچھ کرتا یا کہتا ہے اس سبحانہ و تعالیٰ کی رضا سے کرتا یا کہتا ہے [2]

کہا اس کا کہا اللہ کا ہے
بظاہر قول عبداللہ کا ہے

---

[1] الکہف ۱ : ۵

[2] قولہ تعالیٰ :۔ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔ النجم ۳ : ۴

marfat.com

جو کچھ مرتبہ وجود میں ہے بہ طریق صورت اس میں ظہور پاتا ہے :۔ قَالَ الصَّادِقُ الْمَصْدُوْقُ صَلَوٰۃُ اللّٰہِ وَ سَلَامُہٗ عَلَیْہِ خَلَقَ اللّٰہُ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ ؎۱ یعنی فرمایا صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر خلق فرمایا ہے۔ عالم امکان میں جو کچھ بھی از روئے پیدائش موجود ہے بہ طریق حقیقت اس سالک کامل میں بھی موجود ہے جیسا کہ لطائف عشرہ میں گزرا۔ حضرت شاہ ابو سعید قدس سرہ لکھتے ہیں :۔ ہیئت وحدانی عبارت ہے عالم خلق و عالم امر کے مجموعہ سے کہ ہر ایک کے فرداً فرداً تصفیہ و تزکیہ کے بعد ایک ہیئت دیگر پیدا ہو گئی ہے مثلاً کوئی چاہتا ہے کہ مختلف تاثیروں کی چند دواؤں سے ایک معجون بنائے تو پہلے وہ ہر دوا کو الگ الگ کوٹ چھان کر رکھتا ہے اس کے بعد سب کو شکر یا شہد کے قوام میں جمع کر دیتا ہے، اب وہ مذکورہ دوائیں باہم مل جل کر ایک دوسری ہی ہیئت پیدا کر لیتی ہے جس کی تاثیر بھی دوسری ہو جاتی ہے اور اس کا نام معجون ہوتا ہے، اسی طرح سالک کے لطائف عشرہ ایک ہیئت یعنی وحدانی یا مجموعی پیدا کر لیتے ہیں۔" الخ

معلوم ہو کہ کمالات رسالت سے آخر سلوک تک مورد فیض سالک کی ہیئت وحدانی ہوتی ہے حضرت مجدد صاحب قدس سرہ نے لکھا ہے کہ یہ معاملہ انسان کی ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو کہ عالم خلق و عالم امر کے مجموعہ سے بنتی ہے۔ اسی کے ساتھ اس موطن میں بھی سب عناصر اربعہ میں خاک ہی کا عنصر یعنی لطیفہ رئیس کی حیثیت رکھتا ہے (الخ) اور منشا فیض جیسا کہ بیان ہو چکا ذات بحت ہے۔ ان مواطن میں ترقی کا انحصار پروردگار کے فضل و کرم پر ہوتا ہے ؎

دیکھو محبوب کسے چاہے کسے اپنائے

اس مقام میں تلاوت قرآن مجید اور مطالعہ احادیث مبارکہ و نماز با نیاز سے بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ اعمال صالحہ اگرچہ ترقی درجات کے وسائل ہیں لیکن خلوت عظمت و کبریائی میں ان کو یارائے دخول نہیں ہے البتہ اگر کلمہ تہلیل کے ساتھ محمد رسول اللہ ملالیں یا ذکر شریف کے اول و آخر اسم مبارک جناب محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کریں اور چند بار توجہ اور خلوص کے ساتھ درود شریف پڑھیں تو ابواب ترقیات کھلتے ہیں اور بارگاہ قدس میں راہ پیدا ہو، روایت کی ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے۔ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوْفٌ بَیْنَ السَّمَاءِ وَ الْاَرْضِ لَا یَصْعَدُ مِنْہَا شَیْءٌ حَتّٰی تُصَلِّیَ عَلٰی نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؎۲ یعنی فرمایا ہے کہ بیشک دعا آسمانوں اور زمینوں کے بیچ میں ٹھہری رہتی ہے اس میں سے کچھ بھی اوپر نہیں جاتا جب تک کہ تو اپنے نبی صلی اللہ

؎۱ عن ابی ہریرۃ رواہ متفق علیہ، مشکوٰۃ ربع ۳ باب مالا یعنمن من الجنایات ف

؎۲ عن عمر بن الخطاب رض رواہ الترمذی مشکوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ف

marfat.com

علیہ وسلم پر درود نہ پڑھے ٥

حضوری قبولی بھی حیلے سے اُن کے
خدا خود ملا ہے وسیلے سے اُن کے

۲ ۔ کمالاتِ رسالت

تجلیات ذاتیہ الٰہیہ دائمہ کی سیر کا یہ دوسرا دائرہ ہے۔ اس میں ورودِ فیض ذات بحت سے ہوتا ہے جو کہ سالک کی ہئیت پر کمالات رسالت کا منشا رہے اس مقام میں تفکر و حزن میں اضافہ ہوتا ہے اور وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَائِمَ الْحُزْنِ مُتَوَاصِلَ الْفِکْرِ[1] یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ حزن و تفکر میں برابر رہا کرتے تھے" کا سر ظہور میں آتا ہے یہ تفکر کا چاند وہ ہے جو آسمانِ ولایت سے نمودار ہوتا ہے۔ اور یہی حزن کا آفتاب ہے جو فلک نبوت سے جلوہ گر ہوتا ہے فَطُوْبٰی لِمَنِ ابْتُلِیَ بِہٖ ثُمَّ طُوْبٰی لَہٗ یعنی مژدہ ہو اسے جس کو یہ حالت پیش آئے اور بار بار خوش خبری ہو اسے، اور یہ بے رنگیاں اور بے لطافتی آخر سلوک تک شامل حال رہتی ہیں ٥

دائرہ
کمالات رسالت

دل تیرے دردِ عشق کا کرتا نہیں علاج
جانِ غریب کو کوئی اندیشہ ہے نہ لاج
کیوں تیرے غم کا راز کسی سے کہیں اگر
رسوا نہ کر دے دودِ دل سوختہ جگر

۳ ۔ کمالاتِ اُولُوالعزم

تجلیات ذاتیہ الٰہیہ دائمیہ کی تجلیات کی سیر کا یہ تیسرا دائرہ ہے اس میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو کہ منشا رکمالات اولوالعزم ہے، سالک کی ہئیت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اس میں مقطعات قرآنی کے اسرار منکشف ہوتے ہیں، شریعتوں کے احکام اور اخبار غیب وجود حق سبحانہ وتعالیٰ سے اور اس کی صفات کے معاملہ قبر و حشر و نشر دوزخ و جنت اور وہ سب جس کی صادق الامین صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے بدیہی اور عین الیقین ہو جاتے ہیں۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کا وجود آئینے کے مثل اور اشیاء کا وجود آئینہ میں

دائرہ
کمالاتِ اولوالعزم

---

[1] عن عمر بن الخطاب رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ

marfat.com

دیکھی جانے والی صورتوں کے مثل ہوتا ہے لیکن معلوم رہے کہ چیزوں کی صورتیں وہم وخیال میں ہوتی ہیں اور وجود آئینہ واقعی میں ہوتا ہے۔ قاعدے سے آئینے میں صورتیں اور شکلیں پہلے محسوس ہوتی ہیں اور خود آئینہ کا احساس بعد کو ہوتا ہے لیکن یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے۔ یہاں پہلے آئینے کا وجود دکھائی دیتا ہے اور پھر جب باریک بینی سے غور کیا جائے تب اشیاء کی صورتیں نظر آتی ہیں لہٰذا وجود حضرت حق بدیہی یعنی صاف وظاہر ہوتا ہے اور وجود ممکنات نظری یعنی غور سے دیکھنے سے ہوتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ عجیب معاملہ سنو کہ باوجود بلندی وبسیط ہونے کے اور ان تینوں مقامات کی بے رنگیوں کے جس وقت اس مقام میں پورا انکشاف حاصل ہو جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے گویا یہ مقام ابتدائے سلوک سے نگاہوں میں تھا، یہ سوچ کر اور بھی حیرت بڑھتی ہے کہ اس مقام کے سامنے رہنے کے اور اس کی اقربیت کے باوجود اس تمام مدت یعنی قبل از سیر مدرج پنجم میں نظر کیوں نہیں آتا تھا۔ ہماری آنکھیں کیوں کھلی نہ تھیں اور کیوں اپنے مقصود کو لطائف عالم امر کے کوچوں میں ڈھونڈتے پھرے ؎

نظر میں عیاں تھا میں غافل رہا
تو دل میں نہاں تھا میں غافل رہا
تجھے ساری دنیا میں ڈھونڈا کیا
تو ہی کل جہاں تھا میں غافل رہا

ان مواطن کی کمال بے رنگی و لطافت کی وجہ سے ان کا صاحب مقامات خود کو نسبت سے قطعی خالی دیکھتا ہے اور اپنے میں کوئی فیض و برکت مشاہدہ نہیں کرتا، اسی وجہ سے حضرت مجدد قدس سرہٗ نے لکھا ہے کہ:۔ اس مقام میں قریب ہے کہ اہلِ قرب دوری تلاش کریں اور واصلین راہِ مہجوری میں، ارے پھریں ؎

چاہے جمالِ لم یزلی کا ہو فیض اگر
تو صبر اور اطاعت حق اختیار کر

مدرج ششم ——— حقائقِ الٰہیہ جلّ مجدہٗ

اہلِ تحقیق نے فرمایا ہے کہ حقائق الٰہیہ کمالات ثلاثہ (اولوالعزم) کی نسبت سے امواج ہیں۔ شاہ ابوسعید قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ:۔ اس بات کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ چونکہ کمالات میں ذاتی و دائمی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے

marfat.com

اس لئے لامحالہ جو نسبت کہ فوقانی یعنی اوپر کی جانب ہے وہ مرتبہ ذات سے خارج نہیں ہو سکتی پس اس پر لفظ امواج کا اطلاق درست ہے اور نسبت حقائق کے بارے میں اس ناقص العقل کی سمجھ میں آتا ہے کہ وہ چیزیں ظہور میں آتی ہیں جو نسبت کمالات میں ظاہر نہیں ہوتیں مثلاً حقیقت کعبہ معظمہ میں عظمت و کبریائی و مسجودیت ممکنات کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز رہ جاتی ہے۔

۱۔ حقیقتِ کعبہ ربانی

حقائق الٰہیہ کا یہ پہلا دائرہ ہے یہاں ورودِ فیض ذات بحت سے جو سارے ممکنات کا مسجود اور منشار حقیقت کعبہ معظمہ ہے۔ سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔

دائرہ
حقیقت کعبہ ربانی

واضح رہے کہ کعبہ ربانی کی ایک صورت یعنی ظاہری شکل ہے اور ایک حقیقت ہے اور صورت و حقیقت میں ظاہر ہے کہ مناسبت ہوتی ہے مثلاً ظل کو مناسبت ہے اصل صورت سے کیونکہ صورت مظہر اسرارِ حقیقت ہے اور ظل بصورتِ اصل جلوہ گر ہوتا ہے حقیقت کعبہ عالم بے چون سے ہے اور کل ممکنات کا مسجود ہے جب اس کی شکل نے عالم چون یعنی مادی دنیا میں جلوہ گری کی تو اس کی جانب سجدہ کرنے کا حکم ہوا کیونکہ وہ اپنی حقیقت کا مظہر ہے جو عبارت ہے حضرت ذاتِ تقدست و تعالت کی مسجودیت سے اور جو ہر مقام میں مسجود و معبود ہے وَلِلّٰہِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ ؎ یعنی مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کا ہے تو تم کہیں بھی پھرو اسی جگہ اللہ تمہارے سامنے ہے، بے شک اللہ بڑا وسعت والا علم والا ہے"

۲۔ حقیقت قرآن کریم

یہ حقیقتِ الٰہیہ کا دوسرا دائرہ ہے، اس مقام میں ورودِ فیض ذاتِ بحت سے جو مبدأ وسعت بے چون اور منشا حقیقت قرآن ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے اس مقام میں کلام پاک کے بواطن یعنی گہرے معانی ظاہر ہوتے ہیں، ہر حرف دریائے بے کراں اور کعبہ حقیقی تک پہنچانے والا ہوتا ہے۔ تلاوت کرنے والے کی زبان شجرہ موسوی کا حکم پیدا کرتی ہے اور تلاوت کے وقت سارا قالب بمنزلہ زبان ہو جاتا ہے۔ عارف کے باطن میں

دائرہ
حقیقتِ قرآن کریم

؎ البقرہ ۱۴ ۳

marfat.com

انوارِ قرآن کا انکشاف و وزن اور بوجھل پن محسوس ہوتا ہے اور قولہ تعالیٰ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا[1] یعنی ہم یقیناً آپ پر ایک بھاری بات القا کرنے والے ہیں۔" کی حقیقت کو واضح کرتا ہے۔

۳۔ حقیقتِ صلاۃ

حقیقتِ الٰہیہ کا یہ تیسرا دائرہ ہے۔ اس مقام میں ورودِ فیضِ ذاتِ بحت جو کہ کمالِ وسعت بے چونی رکھتی ہے اور منشارِ حقیقتِ صلاۃ سے سالک کی ہیئتِ وحدانی پر ہوتا ہے یہاں نماز میں ابواب احسان کھلتے ہیں اور ذاتِ بے نشان کا انتہائی قرب حاصل ہوتا ہے بقول علیہ السلام اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ یعنی سب سے زیادہ قریب جتنا کہ بندہ اپنے رب سے ہو سکتا ہے۔" اسی کا

بیان ہے نماز ہی ہے جو مومن کی معراج واقع ہوئی ہے نماز ہی ہے جو مطلوب کا رخ زیبا دکھاتی ہے اور عاشق کو معشوق تک پہنچاتی ہے، نماز غم گساروں کی لذت بخش ہے اور مشتاقوں کو راحت پہنچانے والی ہے (حدیث) اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ۔ یعنی اے بلال نماز کی اذان سے مجھے راحت پہنچاؤ۔" اسی نماز کا ایک رمز ہے اور (حدیث) قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی نماز میں میری آنکھوں کی ترادت ہے۔" اسی نماز کا ایک بیان ہے ؎

تو جو چاہے دو جہاں میں زندگی | بندگی کر بندگی کر بندگی
کام کر خوب اور لے زیادہ صلہ | تو اسی کے واسطے پیدا ہوا

جس سالک کو حقیقت صلاۃ کا کچھ حظ ملا ہے وہ جب تکبیر تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے گویا کہ دونوں جہان کو ترک کرتا ہے، دنیاوی زندگی سے نکل کر اخروی زندگی میں داخل ہو جاتا ہے حضرت بے چوں کے حضور میں خود کو محسوس کرتا ہے اور عرض نیاز میں مصروف ہو جاتا ہے عاجزی کے ساتھ کھڑا رہتا ہے اور حیرت سے جھک جاتا ہے اور کبھی فرطِ شوق سے زمین پر سر ٹیک دیتا ہے ؎

قدموں میں رکھ کے اے زہے قسمت سرِ نیاز
محبوب سے ہے کہنے میں کیا لطف دل کا راز

معلوم ہو کہ حقائق الٰہیہ میں اس دائرے کے آخر تک سالک کو سیر قدمی حاصل ہوتی ہے اور اس کے بعد

---

[1] المزمل ۷۳ : ۵

marfat.com

دائرہ معبودیت صرفہ ہے جس میں سالک کو سیر نظری نصیب ہوتی ہے۔

حضرت مجدد قدس سرہ لکھتے ہیں (ایک مکتوب میں):- تنبیہ، اوپر جو بیان ہوا کہ وصولِ نظری حضرت خلیل کو اصالتاً نصیب ہوا اور وصول قدمی ہمارے نبی حبیب خدا علیٰ نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کو اصالتاً نصیب ہوا، تو وہ اس معنی میں نہیں ہے کہ اس جگہ شہود و مشاہدہ ہے یا قدم کو اس مقام میں گنجائش حاصل ہے وہاں تو ایک بال کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ قدم کا کیا ذکر؟ بلکہ یہ مراد ہے کہ اس جگہ ایک مجہول الکیفیت وصول ہے۔ اگر صورتِ مثالیہ میں اس وصول کی نشاندہی نظر میں ہوئی تو اسے وصول نظری کہتے ہیں اور اگر قدم پر ہوئی تو قدمی ورنہ نظر و قدم ہر دو اس حضرت جل شانہ سے بے بس و حیران ہیں (انتہی)۔

دنیا میں جسے نام و نشاں اس کا ملا ہے　　منہ سارے زمانے ہی سے بس موڑ لیا ہے
صرف ایک نظر چاہیئے مردانِ خدا سے　　پایا ہے انھوں نے بھی نگاہوں کی ادا سے

۴- معبودیت صرفہ

دائرہ
معبودیت صرفہ

حقائق الٰہیہ کا یہ چوتھا دائرہ اور اس کی آخری منزل ہے۔ یہاں ورودِ فیض ذاتِ بحت سے جو معبود صرف یعنی مطلق و محض ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے یہاں سیر نظری ہے۔ جتنی چاہے سیر کرے۔

کہاں پہنچے اس تک نظر کی کمند
کہ ہے قدِ محبوب سرو بلند

اس کا احتمال ہو سکتا ہے کہ معراج شریف میں جب آں سرورِ عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم مدارجِ قرب کے انتہائی مقام پر پہنچے تو (حدیث) قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ یعنی اے محمد ذرا ٹھہرئے آپ کا رب آپ پر درود بھیجتا ہے۔ کا خطاب صادر ہوا، وہی وقفہ امتیوں کی سیر قدمی کے توقف کا ہوا جس سے بالاتر جگہ ان کے قدم رکھنے کے لئے نہیں رہ گئی۔

وہاں پہنچے فخرِ جنابِ خلیل　　پہنچ کر جہاں کہہ اٹھے جبرئیل
اگر بال بھر بال سے آگے اڑا　　تو پر برقِ جلوہ سے میرا جلا

marfat.com

مدرج ہفتم ـــــ حقائقِ انبیاء علی اصحابہا السلام

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ نے کتاب ایضاح الطریقہ میں لکھا ہے :- یہ سمجھو کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے نزدیک اول تعین حبی ہے اور اس تعین حب کا مرکز محبوبیت اور محبیت دونوں ملی جلی ہونے کے اعتبار سے حقیقت محمدی اور تعین حبدی آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور محبیت صرفہ کے لحاظ سے حقیقت موسوی ہے علیہ السلام اور اس مرکز کا محیط جو مثل دائرے کے ہے خلت کی صورت مثالی میں حقیقت ابراہیمی ہے علیہ السلام (الخ)

ا۔ حقیقتِ ابراہیمی علیٰ صاحبہا السلام

یہ حقائق انبیاء علیہم السلام کا پہلا دائرہ ہے یہ دائرہ خلت یعنی دوستی کا بہت بلند اور کثیر البرکات و نہایت عجیب ہے۔ اس میں ورود فیض ذات بحت سے جو اپنے ساتھ انس وموانست رکھتی ہے اور منشا ر حقیقت ابراہیمی ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے اس مقام میں خاص انس اور خصوصی خلوت حضرت ذات سے پیدا ہوتی ہے، کمالِ فضل و کرم اور بندہ نوازی سے جسے چاہتے ہیں اس مقام پر مشرف فرماتے ہیں اور دوستانہ ذوق اور خلیلانہ کیفیت سے جسے چاہیں سرفراز فرماتے ہیں۔ بقولہ تعالیٰ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ

یہ سعادت خدا کی بخشش ہے
اپنی تدبیر ہے نہ کوشش ہے

حضرات انبیاء علیہم السلام اس مقام میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تابع ہیں چنانچہ قولہ تعالیٰ اَتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا[۵] کا اشارہ اس طرف ہے صلاۃ ابراہیمی کی کثرت جو نماز میں پڑھتے ہیں یعنی اَللّٰهُمَّ صَلِّ اور اَللّٰهُمَّ بَارِكْ اس مقام میں ترقی بخش ہیں۔

۲۔ حقیقتِ موسوی علیٰ صاحبہا السلام

یہ حقائق انبیاء علیہم السلام کا دوسرا دائرہ ہے جو کہ دائرہ محبیت صرفہ ہے اس میں ورود فیض ذات بحت سے

---

[۵] النساء: ۱۲۵

marfat.com

جو کہ خود اپنی محب ہے اور منشار حقیقت موسوی ہے۔ سالک کی ہیئت

وحدانی پر ہوتا ہے۔ اس مقام میں ظہور محبیت کے باوجود شان استغنار و بے نیازی کا بھی ظہور ہوتا ہے۔ اور یہی ستر یعنی راز معلوم ہوتا ہے جس سے حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے بعض جرأت آمیز کلمات کا صدور ہوا۔ اس مقام میں درود کلیمی ترقی بخش ہے۔ یعنی اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ خُصُوْصًا عَلٰی كَلِیْمِكَ مُوْسٰی وَ بَارِكْ وَسَلِّمْ۔

۳۔ حقیقتِ محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

یہ حقائق انبیا علیہم السلام کا تیسرا دائرہ ہے۔ اس دائرے میں محبیت اور محبوبیت باہم ممتزج یعنی ملی جلی ہوئی ہے۔ اس میں ورود فیض ذات بحت سے جو اپنی ہی محب اور محبوب ہے اور منشار حقیقتِ محمدی ہے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں دو میم گویا کہ محبیت اور محبوبیت (کے ابتدائی میموں کا) اشارہ کرتے ہیں جو اس مقام سے عبارت ہے اور دو میم کے بعد لفظ (حد) باقی رہتا ہے جس کے معنی انتہا ہے۔ لہٰذا آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم: حَدٌّ وَاَمَدٌ فِی الْمُحِبِّیَّةِ وَالْمَحْبُوْبِیَّةِ۔ وَمَا اَحْسَنَ صَنِیْعُ سَیِّدِنَا حَسَّانَ رَضِیَ اللّٰهُ فِیْ اِخْرَاجِ اِسْمِهٖ الشَّرِیْفِ مِنْ اِسْمِ مَحْمُوْدٍ حَیْثُ یَقُوْلُ، یعنی اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم حد و نہایت ہیں، محبیت و محبوبیت میں کہ ان صفات میں آپ سے آگے کوئی نہیں اور کیسی اچھی صنعت شعری یعنی سجع ہے جو حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اسم الٰہی محمود سے آپ کا اسم شریف نکالا ہے جس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے

ذاتِ محمود عرش پر ہے حمد بے حد کے لئے
واہ چھوڑا عرش پر وصفِ محمد کے لئے

اس مقام میں خاص کر یہ درود شریف ترقی بخش ہے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

marfat.com

۴۔ حقیقتِ احمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

حقائق انبیا علیہم السلام کا یہ چوتھا دائرہ ہے جو محبوبیت صرفہ ہے اس مقام میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو اپنی ہی محبوب ہے اور منشارِ حقیقت احمدی ہے، سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے۔ اس مقام میں درود شریف موجب ترقیات ہوتا ہے۔ اسم احمد میں جو میم ہے وہ مقام محبوبیت کا اشارہ کرتا ہے اور میم الگ کرنے کے بعد (احد) باقی رہتا ہے جس کے معنی فرد یا یکتا کے ہیں:۔ اَیِ الْمَحْبُوْبُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَرْدٌ فِی الْعُبُوْدِیَّۃِ وَالْمَحْبُوْبِیَّۃِ یعنی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم یکتا و فرد ہیں عبودیت اور محبوبیت میں۔" حضرت فریدالدین عطار قدس سرہ نے اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیسے عمدہ اشعار کہے ہیں جن کا مفہوم اس طرح ہے ؎

دائرہ
حقیقت احمدی

محمد ہیں اول خدا کے بنائے	اگرچہ ہیں آخر میں تشریف لائے
نبی ہر ہیں وہ گو کہ اولادِ آدم	ہیں تخلیق میں خلق سے وہ مقدم
قبولِ عمل کا ذریعہ وہی ہیں	حصولِ جزا کا وسیلہ وہی ہیں
محمد شریعت میں ہے نام نامی	حقیقت میں احمد ہے اسمِ گرامی
اگر میم احمد کا پردہ اٹھے گا	تو راز احد چشم دل پر کھلے گا
خدا ہے احد اپنی معبودیت میں	جناب محمد ہیں فرد عبدیت میں
خدا جیسے ساری خدائی میں یکتا	نبی بندگی میں ہیں بے مثل و ہمتا
خدا ہی کو جب تک نہ پہچان لوگے	تو کیا قدر شان نبی کی کروگے
تمہیں جبکہ دونوں کا عرفان ہوگا	دو عالم کا ہر کام آسان ہوگا

حضرت شاہ ابوسعید فاروقی قدس سرہٗ نے لکھا ہے:۔ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ نے اپنی تحریرات میں کسی مقام پر یہ تحقیق فرمائی ہے کہ حقیقتِ کعبہ معظمہ بعینہ حقیقت احمدی ہے اس بات کا مطلب اپنی فہم ناقص میں نہیں آیا۔ کیونکہ حقیقت کعبہ حقائق الٰہیہ میں ہے اور حقیقت احمدی حقائق انبیاء میں۔ پس یہ دونوں ایک ہی حقیقت کیسے ہونگی۔ ایک روز میں حقیقتِ احمدی میں متوجہ تھا کہ اچانک دیکھا کہ حقیقت کعبہ معظمہ کا ظہور واقع ہوا، اور ندا دی کہ عظمت و کبریائی بھی محبوب کا خاصہ ہے۔ اور

marfat.com

محبوبیت و مسجودیت دونوں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعینات سے ہیں تو پھر صاحب الطریقہ حضرت مجدد قدس سرہ کی بات میں شک و تردد نہیں ہے (الخ) فقیر مولف کہتا ہے کہ دونوں حضرات قدس اللہ اسرارہما نے جو کچھ فرمایا قطعاً درست اور صحیح ہے۔ جیسا کہ اگلے بیان میں آرہا ہے۔

۵۔ حبّ صرفہ ذاتیہ

حقائق انبیاء علیہم السلام کا یہ پانچواں دائرہ ہے اور مقامات خاصہ حضرت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس مقام میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو منشار دائرہ حبِ صرفہ ذاتیہ ہے۔ سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے حضرت اطلاق یعنی اللہ تعالیٰ سے اس مقام کے قرب کے سبب علو یعنی بلندی اور بے رنگی اس مقام کے لوازم سے ہے ؎

عنقا شکار ہو چکا کھینچو بھی جال کو
ممکن نہیں کہ پاسکو امر محال کو

امام الطریقہ حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک تعین اوّل جو کہ حضرت لاتعین کے لئے ہے وہ تعین حب ہے جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔ كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ یعنی میں (اللہ تعالیٰ) پوشیدہ خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں، تو میں نے خلق کو پیدا کیا تاکہ پہچانا جاؤں ۔ اور یہی تعین اول حقیقت ہے جناب محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی علامہ قسطلانی و ملا علی قاری اور دوسرے اکابر نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ سے یہ مضمون ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب سے خطاب فرماتے ہوئے کہا ہے کہ: اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا، اور اپنی خدائی کو ظہور میں نہ لاتا۔ پس معلوم ہوا کہ مبدأ خلقت آں سرورِ عالمیاں کا وجود ہے جس کے فیض سے سب کا وجود ہوا۔ اول آپ کا نور پاک ظہور میں آیا اور اسی نور پر ظہور سے عرش و کرسی و لوح و قلم اور آسمان و زمین اور ملائکہ و جن و انس اور تمام کائنات سب وجود میں آئے چنانچہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ یعنی میں اس وقت بھی نبی تھا۔ جبکہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے ابھی ان کا وجود مکمل نہیں ہوا تھا۔ آں جناب بدرجۂ اتم مظہر صفات حضرت احدیت ہوئے اور مخلوق میں جو بھی ظہور کمال ہے حقیقت میں وہ کمال محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات میں سے ہے۔ اسی نور کے ظہور سے حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوگئے اور اسی نور کی تجلیات سے

marfat.com

کعبۂ معظمہ مسجود خلائق ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَفْضَلَ صَلٰوتِکَ عَدَدَ مَعْلُوْمَاتِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ

حقائق انبیاء علیہم السلام میں اس مقام کے آخر تک سالک کے لئے سیر قدمی تجویز فرمائی ہے اور اس کے بعد کہیں اور کوئی مقام قدم رکھنے کا نہیں ہے۔

۶۔ لاتعین و حضرتِ اطلاق جل مجدہ

دائرہ لاتعین حقائق انبیاء علیہم السلام کا چھٹا اور آخری دائرہ ہے۔ اس میں ورودِ فیض ذات بحت سے جو کہ مبری و منزہ ہے۔ تعینات سے سالک کی ہیئت وحدانی پر ہوتا ہے اس مقام میں قدم بے چارہ عاجز و لنگ اور نظر حیران و سرگرداں رہ گئی ہے ؎

دائرہ
لاتعین و حضرت اطلاق
جل مجدہ

اے وہ کہ تیرے در سے ہے زخمی دلوں کو آس
عاشق کی جاں کو یاد سے تیری قرار آئے
موسیٰ کی طرح لاکھوں ہی دنیا میں بہر دید
رب ارنی کہتے ہوئے خواستگار آئے
سینے دہک رہے ہیں جدائی کی آگ سے
سب تیرے دردِ عشق ہی میں اشکبار آئے

اس مقام پر اکابر طریقہ نے "سیر نظری" تجویز فرمائی ہے لیکن بارگاہِ عظمت و کبریا میں نظر بے چاری حیران ہے ؎ یہ کہتی ہے صدائے لن ترانی مکانی اور تاب لامکانی

ان مواطنِ مقدسہ میں سیر قدمی یا سیر نظری کی تجویز اس معنیٰ میں نہیں ہے کہ وہاں نفوذ اور شہود ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ان مراتب لامکانی کو مقامات مکانی میں صورت مثالی میں نقش کریں تو اس سیر کو سیر قدمی یا نظری سے تعبیر کریں گے جیسا کہ بیان کیا جا چکا۔

معلوم ہو کہ ہر دائرہ میں کیفیاتِ خاصہ ہوتی ہیں اور وہ کیفیات خاصہ قرب بے نہایت سے عبارت ہے جس کی کوئی صورتِ نہایت نہیں ہو سکتی اور جس کو انتہائے دائرہ سے تعبیر کرتے ہیں وہ باعتبار سالک کہتے ہیں یعنی اس موطن میں سالک کو جو حظ تھا وہ پورا ہو گیا۔ سالکوں کے لئے ان مواطن میں سوائے وجدان کے اور کچھ نصیب نہیں کم ہیں وہ لوگ جو کشف و عیاں سے ممتاز ہوں۔ یہ ہے مختصر بیان حضرات نقشبندیہ مجددیہ قدس اللہ اسرارہم کے سلوک کا ؎ تم سے کہتا ہوں میں حد پرواز کا راز بات سمجھو گے مری گر ہوئے اہل پرواز

marfat.com

تتمہ بعض دائروں کے بیان میں

معلوم ہو کہ یہ راہِ سلوک (نقشبندیہ) بہت باقاعدہ اور سیدھی سادی ہے جو سالک کو اللہ کی توفیق اور قوت سے کم سے کم وقت میں بہترین طریقے سے مقصود تک پہنچاتی ہے۔ اس کی مثال وہ راہ ہوسکتی ہے جو کھیتوں اور جنگلوں باغوں اور پہاڑوں میں سے ہوتی ہوئی بالکل ایک سیدھ میں چلی گئی ہو نہ اس میں پیچ و خم اور ٹیڑھ میڑھ ہو، نہ گرنے پھسلنے کا موقع۔ جو کوئی ایسی لمبی راہ پر سفر کرتا ہے ضروری ہے کہ ہر طرح کے پرکشش مناظر، اور دوسری بہت سی چیزیں اپنے دائیں بائیں دیکھے گا۔ یہی حال سالک کا ہے کہ اس راہ کے ادھر ادھر دائیں بائیں بحرِ نور کی موجوں میں بکثرت مقامات اور عجیب نشانات دیکھے گا، ہوشیار سالک وہی ہے جو ان مقامات کی چھان بین کے پیچھے نہ پڑے کیونکہ اسماء و صفات جل سبحانہ کی کوئی انتہا نہیں ہے کہ ان سب سے نمٹ کر مقصدِ بلند کو پہنچ سکے۔ چنانچہ مراقبات کے بیان میں ابتداءً اس کا کچھ بیان گزر چکا ہے۔ حضرت شاہ ابوسعید فاروقی قدس سرہ نے اپنے رسالے ہدایت الطالبین میں تین مقامات اور ان کے محلِ وقوع کا بیان کیا ہے جو فائدے کے لئے مختصراً پیش ہے۔

۱۔ دائرہ سیف قاطع جو ولایت کبریٰ کے محاذ میں واقع ہے اس کو سیف قاطع اس لئے کہتے ہیں کہ جب سالک اس مقام میں قدم رکھتا ہے تو دھار دار تلوار کی طرح یہ مقام سالک کی ہستی کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

۲۔ دائرہ قیومیت: جس کا منشار دائرہ کمالات اولوالعزم ہے کیونکہ منصب قیومیت کا تعلق انبیائے اولوالعزم سے رہتا ہے چونکہ علمائے امت مرحومہ بمنزلہ انبیائے بنی اسرائیل ہیں اگر بنی اسرائیل میں انبیاء کی جماعت ہوئی ہے تو انبیائے اولوالعزم بھی گزرے ہیں، بنی اسرائیل کے انبیاء کی خدمت اس امت کے اولیا کو سپرد ہوئی ہے چنانچہ ابدال و اوتاد و قطب و غوث اور قیوم کا ظہور ہوتا رہا ہے۔ "اللہ جسے اپنی رحمت سے مخصوص بنالے"۔

۳۔ دائرہ حقیقتِ صوم، جو دائرہ حقیقت قرآن کے محاذ میں واقع ہے معلوم رہے کہ اصل مقصود سلوک کا تہذیب اخلاق اور مبدأ فیاض خدا تعالیٰ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہنا ہے تاکہ استقامت و دوام پائداری، عاجزی، دنیازمندی اور اخلاص کی حاصل رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو صدق عمل، اخلاص نیت اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا کرے ؎ بزرگوں کو کچھ کام مشکل نہیں ؎

تو زاہد مغرور نہیں محرم راز
ہے صوم و صلوٰۃ پر بے جا ترا ناز
کام آئے گا تیرے نہ نماز اور نیاز
بے صدق ہنسی کھیل ہے سب روزہ نماز

marfat.com

خاتمہ بعض فوائد کے بیان میں

۱۔ طریقہ بیعت :۔ بیعت کے معنی ہیں عہد کرنا اور اس پر قائم رہنا۔ طالب جب استفادہ کے لئے کسی شیخ کے پاس آئے تو شیخ کو پہلے اس کا امتحان کر لینا چاہیئے۔ اس کے صدق و اخلاص کو تول لے مثلاً اپنا عجز ظاہر کرے اور معذرت چاہے۔ اگر سمجھ لے کہ طالب کا ارادہ سچا ہے اور اس کی نیت خالص ہے تو بیعت کے لئے قبول کرے اور اگر طالب کو استخارہ کرنے کو کہے تو بہتر ہے پھر جب بیعت کا قصد کرے تو طالب کو اپنے سامنے دوزانو بٹھائے اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں بطور مصافحہ پکڑ کر[1] توبہ کرائے اور استغفار پڑھوائے پھر استغفار کا مطلب سمجھائے اور کلمہ توحید و کلمۂ شہادت و کلمۂ ایمان خود کہے اور طالب سے کہلائے۔ کلمۂ ایمان بیان کر کے اقرار کرائے کہ ارکانِ اسلام کو ادا کرے گا، فرائض اور واجبات کے ادا کرنے میں کوتاہی نہ کرے گا، حرام اور مکروہ تحریمی سے خود کو دور رکھے گا، سردست اسی قدر توبہ پر اکتفا کرے اور تفصیل کو آئندہ وقت کے حوالے کرے، پھر ذکر شریف کی تلقین کر کے بارگاہِ رب العزت و بے نیاز میں دعا کرے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی توبہ کو اپنے کمالِ مرحمت سے قبول فرمائے اور اس پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اس کے بعد برابر طالب کے حال پر توجہ رکھے تاکہ اس کے لطائف شریفہ اسم پاک پروردگار سے ذاکر ہو جائیں۔

۲۔ طریقہ توجہ :۔ یعنی مرید طالب کو توجہ دینے کا طریقہ، شیخ کو چاہیئے کہ طالب کو توجہ دینے، یعنی اس کے لطائف پر اثر ڈالنے کے وقت پیرانِ کبارِ سلسلہ کی طرف متوجہ رہے اور ان کے واسطے سے جناب الٰہی سے فتح باب کا طلب گار ہو، ہمارے حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم وافاض علینا من برکاتہم طالبوں کو توجہ دینے کے وقت کبھی تو خود کو بصورت مرشد تصور کر کے توجہ دیتے ہیں اور کبھی خود کو درمیان سے ہٹا کر

---

[1] بیعت قرآن و سنت و آثار صحابہ سے ثابت ہے دیکھو سورۃ الفتح ۱۰ و ۱۸ والحدیث عن عبادۃ بن الصامت رواہ متفق علیہ و عن ابن عمر رواہ متفق علیہ و عن عبداللہ ابن عمر رواہ مسلم، مشکوٰۃ ربع ۳ کتاب الامارۃ ف۱ و ایضاً بیعت بصیغۂ امر عن عبادہ ابن الصامت رواہ متفق علیہ، مشکوٰۃ ربع ۱، کتاب الایمان ف۱

[2] مستورات کے لئے طریقہ بیعت حسب مقامات اخیار طبع اول فارسی ۱۳۹۵ھ دہلی ف ۲ ص ۲۴۷ بعنوان بیعت زنان نامحرم کا یہ ہے کہ ان کا ہاتھ پکڑنے کے بجائے شیخ اپنا رومال یا عمامہ وغیرہ کا ایک سرا اپنے ہاتھ میں لے اور دوسرا عورت کو پکڑا دے وکذا فی الحدیث عن عائشہ رواہ متفق علیہ و عن امیمہ بنت رقیہ رواہ بقول میرک شاہ فی الترمذی والنسائی و ابن ماجہ و مالک۔

marfat.com

اپنی جگہ پر ائمہ طریقت میں سے کسی کا تصور کر کے القائے نسبت شریفہ فرماتے ہیں مثلاً خود کو حضرت مشکل کشا نقشبند یا حضرت عبید اللہ احرار یا حضرت مجدد یا حضرت مظہر جان جاناں شہید قدس اللہ اسرارہم کے بجائے جان کر القائے نسبت شریفہ کریں اور خود کو واسطے سے زیادہ تصور نہ کریں اور عین توجہ کی حالت میں مبدأ فیاض کے حضور میں تضرع والتجا کے ساتھ عرض کریں کہ فائدہ اور اخذ فیوض و برکات میں ہم دونوں کو ایک دوسرے کا شریک فرمائے ۔ اگر مرید حاضر نہ ہو تو اس کی صورت مثالی کو اپنے سامنے بٹھا کر توجہ فرمائیں کہتے ہیں کہ توجہ اس وقت تک فرمائیں کہ ذکر شریف طالب کے لطیفے میں سرایت کر جائے جو کم و بیش ایک سو انفاس یعنی سانسوں کے ہوتا ہے ۔

۳۔ **لطائف کا حال معلوم کرنے کا طریقہ :۔** ذکر شریف کا اثر طالب کے لطیفہ شریفہ میں معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ طالب کا جو لطیفہ مدنظر ہو اپنے اسی لطیفہ پر متوجہ ہو اگر ذکر کا غلبہ و استیلا اپنے لطیفے میں محسوس کرے تو سمجھے کہ توجہ نے اثر کیا ہے اور ذکر شریف طالب کے لطیفے میں سرایت کر گیا ہے۔ اللہ کا شکر بجالائے ۔

۴۔ **کشف انوار باطن کا طریقہ :۔** سالک کے انوار باطن کے کشف کے لئے سالک کی آنکھ پر القائے توجہ کریں یہ عاجز مؤلف کہتا ہے کہ کبھی کبھی حضرت پیر و مرشد برحق شاہ ابوالخیر قدس سرہٗ سالک کی دونوں آنکھوں پر متوجہ ہوتے تھے جب آپ کی نظر فیض اثر سالک کی آنکھ پر پڑتی تھی تو وہ بے چارہ تاب دید نہ لا کر مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا تھا اور جو لوگ صاحب ظرف و استعداد ہوتے تھے شدتِ اثر کی وجہ سے کانپنے لگتے تھے

آئینے پہ مائل ہو تم بھی کتنے غافل ہو
واکرو تو چشم دل فیض نور کامل ہو

۵۔ **کیفیات باطن دریافت کرنے کا طریقہ :۔** پہلے تو خود کو اپنی نسبت متکیفہ سے خالی کر لینا چاہیے پھر اللہ تعالیٰ کی صفت علمی میں پورے تضرع کے ساتھ متوجہ ہو کر عرض کرے کہ اے علیم اور اے خبیر، اس شخص کی کیفیت باطن سے مطلع فرمائے۔ ان ہر دو اسم (علیم و خبیر) کی تکرار زبان سے کرنا ہمارے حضرات کے طریقے میں نہیں ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ نے لکھا ہے ـــ "ہمارا طریق دعوت اسماء کا طریقہ نہیں ہے۔ اس طریقت کے اکابر نے ان اسماء کے مسمّٰی (اللہ تعالیٰ) میں فنا کو اختیار فرمایا ہے (الخ) بہرحال پروردگار کی صفت علمی پر ہمہ تن متوجہ ہو، جب صفت مذکور کا فیض فائض ہونے لگے تو اس شخص کے باطن پر متوجہ ہو، اس وقت اپنے باطن میں جو بھی احوال و آثار مشاہدہ کرے اس شخص مقابل کا عکس جانے چنانچہ تنگی و قبض و ظلمت و انقباض کا ظہور ہو تو یہ اس شخص کے فسق و فجور کی دلیل ہے اگر نور و سرور و اطمینان و جمعیت و انبساط کا ظہور ہو تو یہ اس شخص کے صلاح و تقویٰ کے آثار ہیں ۔ اہل چشتیہ سے حرارت و گرمی و شوق ۔ اصحاب قادریہ

marfat.com

سے صفا و لمعان۔ ارباب نقشبندیہ سے بے خودی و اطمینان کا ادراک ہوتا ہے۔ سہروردیہ احوال نقشبندیہ کے متشابہ ہیں۔ مجددیوں میں سے ولایتِ صغریٰ والوں میں لطیفۂ قلب پر ذوق و شوق و حرارت و محبت ظاہر ہوتی ہے اور ولایتِ کبریٰ والوں میں لطیفۂ نفس پر اطمینان و فنا و اضمحلال ظاہر ہوتا ہے بلکہ سارے بدن پہ چھا جاتا ہے اور دیگر مقامات والوں میں بے رنگی و وسعت سارے لطائف پر محیط ہوتی ہے اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ نزدیک والے دور ہو گئے ہیں تو دور والوں کا کیا ذکر، فیض نسبت اہل اللہ کا ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آفتاب کی روشنی کسی جھروکے سے چمکتی ہو یا مثل چھائے ہوئے بادلوں کے یا لطیف شبنم کی طرح ظاہر ہوتی ہے۔

۶۔ **اشراف یعنی دلوں کے خطرات سے واقف ہونے کا طریقہ**۔ پہلے خود کو جمیع خطرات یعنی خیالات سے پاک کرنا چاہیے۔ جب فضائے سینہ میں خطرات کا کوئی اثر نہ رہ جائے تب اس شخص پر متوجہ ہوں، اور اس وقت خیر و شر نیک و بد جو کچھ بھی اپنے دل میں ظہور پذیر ہو اس شخص کا عکس سمجھے، اشراف خاطر کی سب سے بڑی شرط خود اپنے خطرات کی نفی ہے اور جو اس پر قادر ہو اسی کو اس کا ملکہ حاصل ہوتا ہے، فقیر مؤلف عفی اللہ عنہ والحقہ بآبائہ الکاملین کہتا ہے کہ جناب پیر و مرشد بر حق شاہ ابوالخیر قدس سرہ کو یہ ملکہ بدرجہ اتم حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا تھا، ہر وسوسہ کو فوراً گرفت کر لیتے تھے اور اس پر تنبیہ فرماتے تھے اور کبھی تو اس طرح کہ سوائے اس وسوسہ والے کے دوسرا سمجھتا بھی نہ تھا مثلاً ارشاد فرماتے کہ افسوس بعض افراد اس طرح کہتے ہیں یا خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آنجناب بھی اسی طرح تنبیہ فرماتے تھے کہ مَابَالُ اَقْوَامٍ یَفْعَلُوْنَ کَذَا۔ یعنی لوگوں کو کیا ہوا کہ ایسا کرتے ہیں۔ اور کبھی اظہار فرما کر بیان بھی کرتے، کبھی بصورت لطف و مرحمت اور کبھی بصورت زجر و توبیخ موافق ارشاد نبوی اَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَہُمْ، یعنی اتارو لوگوں کو ان کی منزلوں میں" جیسا کہ روایت کیا مسلم نے:۔ کیف لا وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ۔ یعنی کیسے نہیں حالانکہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ بلاشبہ وہ اللہ کے نور کے ذریعے دیکھتا ہے۔

۷۔ **صاحبِ قبر کا حال دریافت کرنے کا طریقہ**:۔ چاہیے کہ قبلہ کی طرف پیٹھ اور قبر کی طرف منہ کر کے قبر سے حد ادب کے فاصلے پر صاحب قبر کے ——— سینے کے آمنے سامنے بیٹھیں اور اس صورت میں کہ اگر اس قبر کے قریب جگہ نہ ملے تو جہاں ہو سکے بیٹھ جائے پھر پہلے کلام الٰہی سے کچھ پڑھ کر ایصالِ ثواب کرے پھر خود کو نسبت و کیفیات سے خالی کر کے پروردگار کی صفت علمی پر متوجہ ہو جس طرح پہلے بیان ہو چکا ہے جب اسم مبارک کا فیض ہونے لگے تب صاحب قبر کی طرف متوجہ ہو اور اس وقت جو بھی آثار سعادت

marfat.com

یا شقاوت دیکھے صاحب قبر کا عکس جانے۔ فقیر مؤلف کہتا ہے کہ حضرت پیر و مرشد برحق شاہ ابوالخیر سیدی الوالد قدس سرہٗ اکثر سورۃ یٰسین کمال تبتل و ترتیل کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے اور کبھی سورہ ملک پڑھتے اور پھر متوجہ ہوتے تھے اور بعض اوقات دیکھا گیا کہ راستہ جا رہے ہیں کہ کھڑے ہو کر سورہ فاتحہ اور چاروں قل پڑھتے اور ایصالِ ثواب کر کے اور کچھ توقف کر کے چلتے تھے۔ ایک دن گاڑی میں سوار تھے جب چتلی قبر (دہلی) کے قریب پہونچے جو گلی کے (خانقاہ شریف دہلی) کے سرے پر واقع ہے اور وہ گلی اسی نام سے مشہور ہے فرمایا کہ یہاں کوئی نسبت معلوم نہیں ہوتی، فیض و برکت سے خالی ہے۔ اس کے بعد فقیر مولف نے بعض افراد سے سنا کہ یہ ایک جانور کی قبر ہے کسی نے اس کو دفن کر دیا تھا اور دن گزرنے پر جاہلوں نے اس کو مرجع و مزار بنا لیا اور اس کا سلسلہ و نسب بھی فراہم کر لیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْاَمْرِ۔

۸۔ صاحب قبر سے استفادہ کرنے کا طریقہ:۔ پہلے سلام پڑھے اگر الفاظ ماثورہ سے ہو تو بہتر ہے حضرت سیدی الوالد (مولف) قدس سرہ صاحب قبر پر ان الفاظ میں سلام پڑھا کرتے تھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ، نَسْاَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ، یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ مَکَّۃَ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیَانِیْ صَغِیْرًا اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ سَمِیْعٌ قَرِیْبٌ مُّجِیْبُ الدَّعَوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔ یعنی السلام علیکم اے مومنو اور مسلمانوں کے شہر خموشاں والو یقیناً ہم بھی تمہارے پیچھے آنے والے ہیں جب بھی خدا چاہے گا۔ تم ہمارے اگلے ہو اور ہم تمہارے نقش قدم پر ہیں ہم اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت مانگتے ہیں، اللہ اگلے اور پچھلوں سب پر رحم فرمائے۔ اے اللہ، مغفرت فرما اہلِ مکہ و اہلِ مدینہ کی، اے اللہ مغفرت فرما میری اور میرے والدین کی اور ان پر ترس کھا جیسا کہ انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی، اے اللہ مغفرت فرما سارے مومن مردوں اور مومن عورتوں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کی جو زندہ ہیں اور جو مر چکے سب کی بیشک تو سننے والا ہے قریب ہے دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اپنی رحمت سے اے بڑے رحم فرمانیوالے۔

چاہیئے کہ سلام کھڑے ہو کر ادب اور خشوع کے ساتھ پڑھے پھر صاحب قبر کے سینے کے بالمقابل قبر کے نزدیک بقدر حد ادب فاصلے پر بیٹھے اور کلام الٰہی سے بقدر میسر کچھ بلند آواز سے کر کے ایصالِ ثواب کرے اور خود کو نسبت و کیفیت سے خالی کر کے اپنا سینہ صاحب قبر کے سینے کے آمنے سامنے تصور کر کے متوجہ ہو اور جو کچھ انوار و آثار و کیفیات پائے اسے صاحب قبر کی نسبت سمجھے۔

marfat.com

۹- **ازالہ سلبِ مرض کا طریقہ:-** فاتحہ پڑھکر اس کا ثواب حضرات پیرانِ سلسلہ کی روحوں کو پہنچائے پھر اسمِ مبارک یَا شَافِی اتنا پڑھے کہ اس کا اثر پڑھنے والے میں سرایت کر جائے تقریباً سو دفعہ سانس لینے کے بقدر پھر اسمِ مبارک کے انوارِ شریفہ کی طرف متوجہ ہو جائے جب اسم مذکور کا فیض فائض ہونے لگے تو ازالۂ مرض پر توجہ کرے وہ اس طرح کہ مریض سامنے ہو اور ہمت کے ساتھ مرض کو اس کے بدن سے جدا کر کے اس کی پیٹھ کے پیچھے پھینکے اور اس عمل میں اس وقت تک مشغول رہے کہ آثارِ توجہ کا ظہور ہونے لگے۔ چند روز یہ عمل جاری رکھے۔

ایضاً، دوسرا طریقہ:- ازالۂ مرض کے لئے مریض کو اپنے سامنے بٹھائے اور بقدر پانچ سو انفاس کے نفی و اثبات کا شغل کرے اس طرح سے کہ لا الٰہ سے مرض کا زائل ہونا مراد لے اور الا اللہ سے شفا مراد لے یعنی مرض زائل ہو کر اس کی جگہ شفا نے لے لی۔

ایضاً، تیسرا طریقہ:- ازالۂ مرض میں نفی و اثبات کے ذریعہ حضرت مظہر شہید قدس سرہٗ سے منقول ہے انھوں نے فرمایا ہے کہ نفی و اثبات کی صورت میں جو سانس اندر جائے اُس کے ساتھ تصور کرے کہ مریض کے عوارضِ جسمانی اس کے بدن سے جدا ہو رہے ہیں اور جو سانس چھوڑے یعنی باہر نکلے، اس کے ساتھ تصور کرے کہ عوارضِ معہودہ سلب کرنے والے یعنی اس طریقہ کے عامل کے اندر سے اُس کی سانس کے ساتھ زمین پر گر رہے ہیں تاکہ سلب کنندہ یعنی عامل پر مرض کا اثر اور تکلیف نہ ہو۔

اسی قیاس پر یعنی جسمانی امراض کے طریقِ ازالہ سے امراضِ روحانی کے سلب کا طریقہ بھی واضح ہو گیا اور طریقہ سلبِ نسبت اور طریقہ رفعِ قبض اور بحالِ بسط کے لئے بھی یونہی ہے البتہ کسی کی نسبت سلب کرنے یا رفعِ قبض کرنے کی صورت میں حضرت مظہر شہید قدس سرہ کے متذکرہ طریقہ کے مطابق باہر کرنے والی سانس کے ساتھ یہ تصور کرنا کہ نسبتِ مسلوبہ یا قبض زمین پر گر رہے ہیں لازمی نہیں ہے کیونکہ اس معاملہ میں یہ اندیشہ نہیں کہ خود اذیت نہ پائے گا۔

اور پہلی صورت طریقِ ازالہ کی جس میں پروردگار کی صفتوں میں سے کسی صفت پر متوجہ ہونا ہے تو اس میں سلبِ نسبت اور رفعِ قبض کے لئے اسم شریف یَا قَابِضُ اور بسط کے لئے اسم شریف یَا بَاسِطُ کے

لہ ایک حدیث کے سلسلہ میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن ابی العاص سے فرمایا کہ امامت کر اپنی قوم کی تو انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنے نفس میں کچھ پاتا ہوں آپ نے اپنے قریب ان کو بٹھایا پھر دستِ مبارک ان کے سینہ پر چھاتیوں کے درمیان رکھا اسی طرح پیٹھ پر مونڈھوں کے درمیان رکھ کر فرمایا کہ امام ہو اپنی قوم کا (الخ) عن عثمان بن ابی العاص رواہ مسلم مشکاۃ ربع ا باب ما علی الامام لہٰذا طریق سلب مسنون ہے۔

marfat.com

ذریعے متوجہ ہونا ہے اور اسی طرح قہر اعدا کے لئے یا قاھر سے اور نصرت کے لئے یا ناصر سے اور یونہی دیگر امور کے لئے دوسرے اسمائے شریفہ سے جو امر کے مناسب ہوں ان کے ذریعے متوجہ ہو۔

ایضاً طریقہ افاضہ و القاء:۔ اگر چاہے کہ آثار توبہ و صلاح و تقویٰ و پرہیزگاری کسی عزیز یعنی مرید کے باطن میں افاضہ کرے یعنی پہنچائے تو اس کو اپنے سامنے بٹھائے اور اگر وہ حاضر نہ ہو تو اس کی صورت مثالی اپنے سامنے تصوّر میں رکھے اور جو آثارِ توبہ و صلاح اپنے باطن میں پیدا ہوں اس کیفیت کو اس مرید حاضر یا غائب کی صورت مثالی کے باطن میں ڈالے یعنی القا کرے اسی طرح کی چند صحبتوں میں انشاء اللہ اثر ظاہر ہو گا اور اگر تاثیر کی جلدی مطلوب ہو تو ہر وقت اس کیفیت کو تصوّر میں رکھے۔

بہتر یہ ہے کہ پہلے اوصاف ذمیمہ کے سلب پر توجہ صرف کرے اور اسم شریف یا قابض سے متوجہ ہو کر رذائل کو دور کرے اس کے بعد آثار اوصاف حسنہ کے القا پر اپنی توجہ مبذول کرے، تو سریع التاثیر ہے۔

اسی طرح سے جلب منفعت یا دفع مضرت وغیرہ جس کا حصول یا جس کا دفعیہ مطلوب ہو ہمت و توجہ صرف کرے ان شاء اللہ موفق ہو کر مقصد میں کامیاب ہو گا۔

افادات حضرت شاہ غلام علی قدس سرّہٗ

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ نے اپنے مکتوب نو ۹ میں لکھا ہے کہ اس طریقہ شریفہ کے اکابر متقدمین قدس اللہ اسرارہم کے کلام سے کمالِ عبادت ملکۂ حضور کے رسوخ اور حصولِ فنا و بقا سے معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں آخر کار انتظار ہے پس اگر طالب دوام حضور اور وسعت نسبت قلبی سے مشرف ہو اور حضور جہات ستہ کو احاطہ کرلے اور توجہ بے کیف ہو اور اسی پر بس کرکے اس کی پرداخت کرے تو متذکرہ درجات پر ضرور پہنچ جائے گا اور دریائے وحدت میں ڈوبا ہوا یعنی مستغرق اللہ کا دوست ہو گا اور قابل اجازت طریقہ بھی مگر طریقہ علیا مجددیہ میں جب تک فنائے نفس اور کمالات ولایت کبریٰ میں نہ پہنچ جائے اجازت مطلقہ نہیں ہوتی اور فنائے قلبی میں خطرہ دل سے چلا جاتا ہے مگر دماغ سے ٹپکتا ہے اور فنائے نفس کے بعد دماغ سے بھی منتفی یعنی زائل ہو جاتا ہے اس کے بعد بھی خطرات کا ادراک کہ کہاں سے آتے ہیں حیرت کی بات ہے دل و دماغ سے خطرات کا زائل و فنا ہو جانا اربابِ عقل کے نزدیک معقول نہیں ہے۔ لیکن اولیاء اللہ کا طریقہ نظر و عقل سے ماورا رہے (الخ)

marfat.com

اور لکھا ہے کہ: عظیم الشان واقعات رویت باری تعالیٰ اور زیارت آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر شائبۂ وہم و خیال سے مبرا ہوں تو بھی حقیقت اور موہوم میں وجہ اشتباہ یہ ہوتا ہے کہ جھلک انوار ذکر کی یا محبت و اخلاص کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت کی استعداد یا رضائے مرشد یا اس کی نسبت باطنی سے یا کثرتِ درود سے یا بعض اسمار کے پڑھنے سے یا کسی سنت کے احیار سے یا ترک بدعت سے یا خدمت سادات سے یا علم حدیث میں بہت انہاک آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں متصور ہوتا ہے اور سالک سمجھتا ہے، کہ کہ شرف زیارت سے مشرف ہو گیا ہے مگر حقیقتاً ایسا نہیں ہے بلکہ اس دریائے رحمت کی ذرا سی نمی سے سیراب ہوا ہے، یہی وجہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف صورتوں میں دیکھتا ہے اگر وہ صورت مبارکہ جو مدینہ منورہ میں موجود ہے اور صاحب شمائل نے اسے بیان کیا ہے دیکھے تو البتہ بڑی سعادت اور باطن کی بڑی ترقی اور ازدیاد توفیق کا موجب ہو گا، ورنہ صرف یہ ہے کہ دل وہم و خیال سے خوش ہو (الخ) ؎

ہر اک آدمی ہے مگن اپنی دھن میں | مجھے سب سے پیارا جمالِ محمدؐ
شہنشاہ بن کر رہا وہ زمیں پر | ہوا جو کوئی پائمالِ محمدؐ

مکتوب پچانوے ۹۵ میں لکھا ہے:۔ ذکر لا الٰہ الا اللہ اور سویں بار محمد رسول اللہ سے عروج و جذبہ حاصل ہوتا ہے اگر چند بار کے بعد محمد رسول اللہ کہے تو عروج و نزول حاصل ہو اور اگر مستقلاً پورے کا پورا کلمہ طیبہ پڑھے تو جملہ نزول ہوتا ہے، اسم کی کثرت سے جذبہ ہوتا ہے اور کثرت تہلیل یعنی کلمہ طیبہ پڑھنے سے فنا حاصل ہوتی ہے خطرات اور آرزوئیں کم ہوتی ہیں اور کثرت درود سے اچھے خواب دیکھتا ہے۔ اور کثرت تلاوت کلام مجید سے انوار بہت ہوتے ہیں اور کثرت نماز سے تضرع ہاتھ آتا ہے ؎

یارب تو جانِ پاک دل آگاہ دے مجھے | راتوں کا گریہ آہِ سحرگاہ دے مجھے
کر مستِ شوق اتنا کہ گم ہوں حواس و ہوش | پھر بے خودی میں اپنی طرف راہ دے مجھے

اور مکتوب نمبر اکیاسی ۸۱ میں لطائف خمسہ کے مراقبات کی نسبت لکھا ہے کہ ہر لطیفے کے ساتھ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونا اس لئے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مناسبت و التفات ظاہر ہو اور مجھ کو یہ بات ناگوار گزرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور طرف توجہ کی جائے اگرچہ ایمان و یقین حضرات انبیار علیہم السلام پر حاصل ہے لیکن وحدت توجہ میں جو کہ اس راہ کی اصل ہے قصور پیدا ہوتا ہے اور مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کو مثل عینک کے تصور کرکے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں، ہر امر میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت ضروری ہے ہر امر اور ہر عمل میں جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امت کو پہنچا ہے

marfat.com

فرض ہو یا نفل اس پر توجہ رہے کہ اس عمل کا مبدا آں حضرت ہی ہیں اور کھانے میں گوشت و سرکہ و کدو و شیرینی و خربزہ و تربوز اور جو کچھ بھی کھایا جائے اس کے کھانے میں توجہ آنجناب مبارک پر رکھنا چاہیئے، کہ آنحضرت نے فرمایا اور کہا ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عنایت حاصل ہو اور انوار اتباع کے رنگ میں رنگ جائے (الخ)

ہر قوم کا ہے اک دین اور ایک اس کا قبلہ
ہے عشق دین اپنا محبوب اپنا قبلہ

معلوم ہو کہ وہ ساری تاثیرات جن کا خاتمے میں بیان ہوا ان کا ظہور اور ہر قسم کے تصرفات کی نمود دولت فنا و بقا کے بغیر ہاتھ نہیں آتے اور اس راہ کے متوسط سالک لوگوں سے اس قسم کے تصرفات بیشتر ظہور میں آتے ہیں۔ منتہی حضرات اس قسم کے امور کے چکر میں نہیں رہتے کیونکہ ان کا التفات امور کونیہ میں نہیں ہوتا وہ تو مقام رضا میں پہنچے ہوتے ہیں اور انوار و تجلیات ذاتیہ کے مشاہدوں سے مشرف ہوتے ہیں ؎

گھر بیٹھے جس کو لطف نظارا ملا کرے
لے کر وہ لالہ زار و بہاراں کو کیا کرے

منتہی بھی مثل مبتدی کے سالک ہی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ مبتدی کو ان امور سے واقفیت نہیں ہوتی اور نہ امور پر قدرت رکھتا ہے اور منتہی باوجود واقفیت اور قدرت کے ان معمولی باتوں پر دھیان نہیں دیتا اور امور یقینیہ سے اشتغال رکھتا ہے یہ بزرگوار اس قسم کی باتوں پر توجہ کرنا تضیع اوقات سمجھتے ہیں ان کی رضا پروردگار کی رضا میں ہے پر جو کام کرنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بغیر ان کی توجہ و التفات کے انجام فرما دیتا ہے چنانچہ آں سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیفیت کی خبر دی ہے ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ اَنَّہٗ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ یَا ابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَاْ صَدْرَکَ غِنًی وَاَسُدَّ فَقْرَکَ وَاِنْ لَا تَفْعَلْ مَلَاْتُ یَدَکَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَکَ، یعنی انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ اے آدم کی اولاد خود کو میری عبادت کے لئے فارغ کر دے تو میں تیرے سینے کو غنا سے بھر دوں گا اور تیری ناداری کو روک دوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے ہاتھ کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیری ناداری کو نہ روکوں گا۔

دیا اس کے جلووں کا جس نے نشاں
حقیقت میں ہے غرق بحر گماں
رہی راز کی بات ہی راز میں
کھلی آنکھ جب بند پائی زباں

تمت بالخیر

marfat.com

شجرۂ شریفہ نقشبندیہ مجددیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی کہاں مشتِ خاکِ ذلیل — کہاں بارگاہِ رفیع و جلیل
تری رحمتوں نے اٹھایا اُسے — اِلیہ الوسیلۃ سنایا اُسے
وسیلے نے پَر اس کو پرواز دی — کرے عرش تجھ سے وہ آواز دی
وسیلے نے پہنچایا اس کو وہاں — مَلَک کی رسائی نہیں ہے جہاں
ترے در پہ آیا وہ عبدِ ذلول — توسل سے اپنے تو کر لے قبول
توسل بہ اسمائے حسنیٰ تمام — توسل بہ اوصافِ زیبا تمام
توسل بہ اسمِ جلیل و عظیم — دعاؤں کو سن لے بہ لطفِ عمیم

سلسلۂ مبارکہ

توسل بہ نورِ مقدس صفات — جناب محمد علیہ الصلاۃ
توسل بہ سالارِ کل اولیار — ابو بکر صدیق رمز وفا
توسل بہ سلماں رفیقِ رسول — ہوا آلِ اطہر میں جن کا شمول
توسل بہ قاسم امام ھدا — زمانے میں اپنے وہی مقتدا
توسل بہ جعفر مبارک نسب — کہ صادق ہوا جن کا روشن لقب
توسل بہ شہبازِ اوج بعید — جنھیں کہتے ہیں حضرت بایزید
توسل بہ اسرارِ شیخ زمن — اویسی قدم حضرت بوالحسن
توسل بہ قطب جہاں بوعلی — کہ جن کی نظر سے بنے صد ولی
توسل بہ یوسف مبارک لقا — خدا نے کیا ان کو غوث الورا
توسل بہ سر حلقۂ خواجگاں — جنھیں عبد خالق ہے کہتا جہاں
توسل بہ عارف زہے حق منش — کہ پاکیزہ تھی جن کی ہر ہر روش
توسل بہ محمود شائستہ نام — مے وصل کے جو لٹاتے تھے جام
توسل بہ فرخندہ طینت دلی — کہ تھا نام جن کا عزیزاں علی

marfat.com

توسل بہ سرخیلِ بزمِ طرب
محمد کہ بابا تھا جن کا لقب

توسل بہ سیارِ برجِ کمال
خدا کے مقرب امیر کلال

توسل بہ دارو ئے ہر دردمند
وہ مشکل کشا حضرتِ نقشبند

توسل بہ عطارِ دیں کے علا
معطر ہوئی جن سے بزمِ صفا

توسل بہ یعقوب دانائے راز
ہوا جن سے چرخِ صفا سرفراز

توسل بہ احرارِ عالی مقام
کہ شاہانِ عالم تھے جن کے غلام

توسل بہ زاہد محمدؐ ولی
جو تھے واقفِ رمز ہائے خفی

توسل بہ درویش شب زندہ دار
محمدؐ جو تھے مرشدِ روزگار

توسل بہ طاعاتِ روشن ضمیر
ہوئے بندگی خواجگی سے شہیر

توسل بہ سرچشمۂ نورِ حق
منور ہیں باقی سے چودہ طبق

توسل بہ احمدؐ مجددؒ خطاب
ہوئے الفِ ثانی کے وہ آفتاب

توسل بہ معصوم عالی ہمم
وہ قیوم دوراں وہ ابرِ کرم

توسل بہ سیفِ مجلائے دیں
سلاطیں ہوئے جن کے زیرِ نگیں

توسل بہ سید چہ پاکیزہ جاں
وہ نورِ محمدؐ ہے نورِ جہاں

توسل بہ مرزائے نازک دماغ
وہ ہیں جانِ جاناں روشن چراغ

توسل بہ شاہِ غلامِ علی،
خلائق کے ہادی خدا کے ولی

توسل بہ شیخِ عدیم المثال
شہِ بوسعید آفتابِ کمال

توسل بہ فیضانِ قطبِ وحید
سعیدِ ازل شاہِ احمد سعید

توسل بہ شاہِ محمدؐ عمر
مسیحا نفس کیمیا وی نظر

توسل بہ شاہِ ابوالخیر من
وہ خیرِ مجسم وہ قطبِ زمن

توسل بہ شہ زید پاکیزہ جاں
خدا نے کیا جن کو شیخِ جہاں

ترے برگزیدہ تھے وہ کردگار
ہے ان سے ہی وابستہ یہ شرمسار

نہیں گرچہ کوئی بھی حسنِ عمل
ہے ان سے تعلق مدارِ امل

انھیں کے توسل سے یہ بے نوا
کریما اٹھاتا ہے دستِ دعا

کرم سے ترے پل رہا ہے جہاں
دعا میری سن لے مرے مہرباں

marfat.com

مرے جرم و عصیاں ہوں سارے معاف | گناہوں کے دھبوں سے نامہ ہو صاف
ہے رب سلّم ہی وردِ زباں | ہوں جس دم بہشت بریں کو رواں
گنہ سے ہو اگرچہ میں خستہ حال | برابر یہ رہتا ہے دل میں خیال

نہ ڈر ذوقیؔ مرشد ہے خیر جہاں
نبی تیرا شافع خدا مہرباں

وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم
آمین

شجرہ منثورہ بہ شرح یادگار مشائخ سلسلہ مبارکہ

نقشبندیہ مجددیہ خیریہ قدس اللہ اسرارہم

شمارہ	مرشدانِ طریقہ	وفیات	مزارات
۱	الٰہی بحرمت سید الکونین رسول الثقلین وسیلتنا فی الدارین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ منورہ
۲	الٰہی بحرمت امیر المومنین امام المسلمین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ	مدینہ
۳	〃 صحابی مقبول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	۱۰ رجب ۳۴ھ	مدائن
۴	〃 〃 شیخ المشائخ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ	۲۴ جمادی الثانی ۱۰۶ھ	مابین مکہ و مدینہ
۵	〃 〃 〃 جعفر صادق 〃	۱۵ رجب ۱۴۸ھ	البقیع مدینہ
۶	〃 〃 〃 〃 بایزید بسطامی 〃	۱۷ شعبان ۲۶۱ھ	بسطام بغداد
۷	〃 〃 〃 〃 ابوالحسن خرقانی 〃	۱۰ محرم ۴۲۵ھ	خرقان نزد قزوین
۸	〃 〃 〃 〃 ابوعلی فارمدی 〃	۴ ربیع اول ۴۷۷ھ	طوس
۹	〃 〃 〃 〃 یوسف ہمدانی 〃	۲۷ رجب ۵۳۵ھ	مرو
۱۰	〃 〃 〃 〃 عبدالخالق غجدوانی 〃	۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ	غجدوان
۱۱	〃 〃 〃 〃 عارف ریوگری 〃	۱ شوال ۶۱۵ھ	ریوگر

marfat.com

۱۲	الٰہی بحرمت شیخ المشائخ حضرت محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ	وابکنی بخارا
۱۳	عزیزان علی رامتنی	۲۸ ذیقعدہ ۷۲۱ھ	خوارزم
۱۴	محمد بابا سماسی	۱۰ جمادی الاول ۷۵۵ھ	سماس
۱۵	سید امیر کلال سوخاری	۸ ؍؍ ۷۷۲ھ	سوخار
۱۶	امام الطریقہ سید بہاء الدین نقشبند بخاری	۳ ربیع اول ۷۹۱ھ	قصر عارفاں بخارا
۱۷	علاء الدین عطار	۵ صفر ۸۰۲ھ	توحچایان
۱۸	یعقوب چرخی	۵ صفر ۸۵۱ھ	ملغتون حصار شادمان
۱۹	ناصر الدین عبید اللہ احرار	۲۹ ربیع اول ۸۹۵ھ	سمرقند
۲۰	محمد زاہد ولی	۱ ربیع اول ۹۳۶ھ	وخش شادماں
۲۱	درویش محمد	۱۹ محرم ۹۷۰ھ	اسقرار
۲۲	خواجگی امکنگی	۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ	امکنہ
۲۳	رضی الدین محمد باقی باللہ	۲۵ جماد ثانی ۱۰۱۲ھ	دہلی
۲۴	امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی	۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ	سرہند
۲۵	عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم سرہندی	۹ ربیع اول ۱۰۷۹ھ	؍؍
۲۶	سیف الدین	۱۹ جماد اول ۱۰۹۵ھ	؍؍
۲۷	سید نور محمد بدایونی	۱۱ ذیقعد ۱۱۳۵ھ	دہلی
۲۸	شمس الدین حبیب اللہ مرزا جانِ جاناں مظہر علوی شہید	۱۰ محرم شب عاشورہ ۱۱۹۵ھ	؍؍
۲۹	شاہ غلام علی علوی	۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ	؍؍
۳۰	ابو سعید فاروقی مجددی	۱ شوال ۱۲۵۰ھ	؍؍
۳۱	احمد سعید	۲ ربیع اول ۱۲۷۷ھ	مدینہ
۳۲	محمد عمر	۲ محرم ۱۲۹۸ھ	رامپور
۳۳	محی الدین عبد اللہ ابو الخیر	۲۹ جماد ثانی ۱۳۴۱ھ	دہلی
۳۴	شیخ جہاں زید ابو الحسن دہلوی افاض اللہ علینا من فیوضاتہ وبرکاتہ		

marfat.com

حرفِ آخر از حضرت مؤلف

حق تعالیٰ جل مجدہ حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کو بے حد و بے حساب اجر عنایت فرمائے کہ انھوں نے کتنی حسین و جمیل اور سہل ترین راہ ہم کم ہمتوں کے لئے تجویز فرمادی ہے جس سے لاکھوں انسان کعبۂ مقصود کو پہنچ کر اپنے دامنوں کو خوشہ ہائے مراد سے بھر کر راحت ابدی حاصل کر چکے ہیں۔

ہیں ارادت میں بعجز و انکسار ۔۔۔ آستاں بوسِ بزرگانِ کبار
خوشہ چیں ہیں باغ حق آگاہ کے ۔۔۔ خاک پا ہیں سالکانِ راہ کے
گر کرے فائز قبولِ ذی کمال ۔۔۔ اس کی رحمت کو نہ پہنچے ہر خیال

یہی آخر ہے اس بات کا کہ جسے ہم نے اس کتاب میں پیش کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ جب فقیر مؤلف نے اس رسالہ شریفہ کا مسودہ صاف کیا تو اس کی تاریخ تالیف نظم کی ۵

چو یافت زید فراغ از رسالۂ عرفاں ۔۔۔ بہ عونِ مبدأ فیاضِ ذو المنن رحماں
چہ خوش سروش بگفت ایں نوید تاریخی ۔۔۔ زہے مدارج خیر و مناھج لمعاں

۱۳۷۶ھ

وَالحَمدُ لِلّٰہِ حَمدًا کَثِیرًا اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ دَائِمًا اَبَدًا سَرمَدًا عَلٰی سَیِّدِنَا وَسَنَدِنَا وَوَسِیلَتِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ وَاَھلِ بَیتِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَمَن تَبِعَھُم بِاِحسَانٍ اِلٰی یَومِ الدِّینِ پنجشنبہ ۲۹ جمادی الآخرہ ۱۳۷۶ھ ۳۱ جنوری ۱۹۵۷ء

قطعات تاریخ تالیف و طبع اول رسالہ شریفہ

از برادر محترم (مولف) و ابنِ حضرت العم المکرم صاحب المعرفت و الفضل و الکمال حضرت حافظ محمد ابوسعید مجددی مدظلہٗ فرزند اصغر حضرت شاہ محمد معصوم قدس سرہٗ۔

رسالہ کہ ازاں بوئے معرفت آید ۔۔۔ چو دیدمش پئے طلاب رہنما گفتم
مرتبش خلفِ حضرتِ ابوالخیر است ۔۔۔ زہے علم و عمل زید باصفا گفتم
سعید خواست کہ تاریخ طبع او گردد ۔۔۔ چہ خوش مناھج سیر و فا بجا گفتم

۱۳۷۶ھ

دیگر

از برادر زادہ عزیز فاضل حافظ قاری عبد الحمید مجددی سلمہ اللہ تعالیٰ فرزند حضرت محترم سابق الذکر

تَالِیفُ زَیدٍ کَضَوءِ الفَجرِ یَاتَلِقُ ۔۔۔ فِیہِ الھُدٰی وَبِہِ الاَسرَارُ تَنتَشِقُ

marfat.com

ذِکراہُ خلدت فی التاریخ مفتخراً — مناہجُ السیرِ فیہِ الرُّشدُ والطُّرقُ

۱۳۷۶ھ

ولہُ بالمسبحی

سفینۃٌ فی خضمّ الذکرِ منجاۃٌ — لہا سواحلہا نفیٌ وَّ اِثباتُ

نِعمَ المناہجُ فی تاریخِہا نطقت — مناہجُ السیرِ شادُ الضوءِ آیاتُ

۱۹۵۷ء

مسکُ الختام از مُترجم

اَلحمدُ للہِ الّذی انعمنا باعانتہٖ علیٰ ذِکرہٖ وشُکرہٖ وحُسنِ عبادتہٖ وھدٰنا السبیلہٖ والقنا مَحبّۃ عبدہٖ ورسولہٖ ووفّقنا لاتّباعِ سُنّتہٖ ورزقنا ارادۃ اولیائہٖ وصلّی اللہُ علیٰ حبیبہٖ محمّدٍ وّاٰلہٖ واصحابہٖ وسلّم عددَ خلقہٖ وزِنۃَ عرشہٖ ومدادَ کلماتہٖ ورضا نفسہٖ مِنَ الاوّلِ الی اٰخرہٖ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور بزرگانِ سلسلہ مبارکہ کے فیوض وبرکات اور ہمت وتوجہات کا نتیجہ ہے کہ کتاب مستطاب مناہج السیر ومدارج الخیر من تالیف لطیف حضرت مرشدی الشیخ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی انعم اللہ علینا مِن فیوضاتہٖ جو کہ ۱۳۷۶ھ میں بزبانِ فارسی زیورِ طبع وتحریر سے آراستہ ہوئی تھی اس کے ترجمہ اردو کا کارِ عظیم ۱۵ محرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۶ جنوری ۱۹۷۷ء روز جمعہ کو شروع ہو کر ۱۵ صفر مطابق ۵ فروری سالِ مذکور بروز جمعہ بعد العصر انجام کو پہنچا اور امتثالاً للامر بعد نظرِ ثانی اور چند اضافوں کے ساتھ مسودہ صاف کر کے مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ یکم ستمبر ۱۹۸۳ء تمام ہوا۔ فَلِلّٰہِ الحمد

خادمِ عتبۂ عالی ابن عبداللہ **محمد نعیم اللہ خیالی** قاضی پورہ بہرائچ، یوپی

مشترکہ مادۂ تاریخ ترجمہ از مترجم

صریح مدارج الخیر (باعنوان مناہج السیر)

۱۳۹۷ھ + ۵۸۰ = ۱۹۷۷ء

ترجمہ:

خیالی ترجمے کا سالِ تحریر — تمامی نقشبند مناہج السیر = ۱۳۹۷ھ

یہ نکلی عیسوی تاریخ بھی خوب — ہے مطلق ترجمانِ مدارج الخیر = ۱۹۷۷ھ

طباعت:

بہ سالِ طبع ہجری اے خیالی — ہے شاہد ترجمانِ مناہج السیر = ۱۴۰۴ھ

کہا ہاتف نے سنِ عیسوی بھی — ہے، نافع ترجمانِ مدارج الخیر = ۱۹۸۴ء

marfat.com

حضرت شاہ ابوالخیر اکاڈمی کی مطبوعات

۱- مقاماتِ اخیار (سوانح حیات ابوالخیر)	فارسی	آفسٹ	۴۰/۰۰
۲- مقاماتِ خیر (سوانح ہادیِ کامل شاہ ابوالخیر)	اُردو	۲۰×۲۶/۸	۳۰/۰۰
۳- مقاماتِ خیر (سوانح ہادیِ کامل شاہ ابوالخیر)		۱۸×۲۲/۸	۲۵/۰۰
۴- حضرت مجددؒ اور ان کے ناقدین		آفسٹ	۱۵/۰۰
۵- تاریخ القرآن از مفتی عبداللطیف رحمانی		آفسٹ	۱۵/۰۰
۶- بزمِ خیر از زید در جواب بزمِ جمشید		آفسٹ	۱۲/۰۰
۷- علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہمعصر علماء		آفسٹ	۱۲/۰۰
۸- معمولاتِ خیر از مولانا محمد نعیم اللہ خیالی		آفسٹ	۱۰/۰۰
۹- مجموعۂ خیر البیان، خیر المورد، نظم شمائل			۱۰/۰۰
۱۰- منہج الألباء فی السلام علی الانبیاء والرضا عن الأولیاء			۱/۵۰

ان کتابوں کے مطالعہ سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا